اِنَّ ھٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا ہ

تجلّیاتِ شیرِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

(حصہ اول)

بحوالہ ذِکرِ محبوب

یعنی

اعلیٰ حضرت شیرِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و تعلیمات پر ہونے والی تحریری کاوشوں کا مجموعہ

کاوش: ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری

نظرِ ثانی: ابوالبقاء قدر آفاقی ایم۔اے (صدارتی ایوارڈ یافتہ)

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ٥

ذِکرِ محبوب

یعنی

ایک مادر زاد ولی پابندِ شریعت، ماہرِ طریقت، عاشقِ خدا اور رسول ﷺ

محفلِ سلوک و تصوف کی آخری شمع

حضرت میاں شیر محمد صاحب قدس سرہٗ کی

مبارک زندگی کے حالات و واقعات

مؤلفہ

ملک حسن علی صاحب بی۔اے (جامعی) شرقپوری

سابق مدیر جریدہ صوفی

بفرمائش مولوی محمد عاشق امام مسجد جامع شرقپور۔ ضلع شیخوپورہ (پنجاب)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

زیر ظل عنایت : پیر طریقت ولی نعمت فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف

نام کتاب : تجلیاتِ شیر ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ (حصہ اول، دوم، سوم)

کاوش : ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

نظر ثانی : ابو البقاء قدر آفاقی نقشبندی مجددی شرقپوری (صدارتی ایوارڈ یافتہ)

پروف ریڈنگ : سعید احمد صدیقی (موبائل نمبر: 03334357440)

کمپوزنگ : محمد اویس ندیم بھٹی

بار اول : محرم الحرام 1433ھ بمطابق نومبر 2011ء

تعداد : 500

صفحات : 336

قیمت : 300 روپے

مالی معاونت : ابو البقاء قدر آفاقی نقشبندی مجددی شرقپوری

پریس : سیف اصغر پرنٹرز، عمر پارک نزد منشی ہسپتال، بند روڈ، لاہور

بک بائینڈر : محمد صدیق، عمر پارک نزد منشی ہسپتال، بند روڈ، لاہور (موبائل نمبر: 03004944746)

ملنے کا پتہ : (1) دفتر ماہنامہ نور اسلام، کاشانہ شیر ربانی، 5 اجمیری سٹریٹ، ہجویری محلہ، نزد دربار داتا گنج بخش، لاہور فون 042-37313356

(2) ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری، مکان نمبر 18، گلی نمبر 13، کچا راوی روڈ، رحمانپورہ، اچھرہ، لاہور (موبائل نمبر: 03004355778)

(3) ابو البقا قدر آفاقی نقشبندی مجددی شرقپوری، D1,306-2، ٹاؤن شپ، لاہور (فون نمبر: 04235118674)

فہرست مضامین حصہ اوّل

فہرست مضامین حصہ دوّم

فہرست مضامین حصّہ سوم

حمدِ باری تعالیٰ

بنائے اپنی حکمت سے زمین و آسماں تو نے
دکھائے اپنی قدرت کے ہمیں کیا کیا نشاں تو نے

نہیں موقوف خلاقی تری اس ایک دنیا پر
کیے ہیں ایسے ایسے سینکڑوں پیدا جہاں تو نے

دلوں کو معرفت کے نور سے تو نے کیا روشن
دکھایا بے نشاں ہو کر ہمیں اپنا نشاں تو نے

محمد مصطفیٰ کی رحمۃٌ للعالمینی سے
بڑھائی یارب اپنے لطف اور احساں کی شاں تو نے

دیا اپنے کرم سے ریزہ مور ناتواں کو بھی
لگائے گر سلیماں کے لیے نعمت کے خواں تو نے

مئے لَاتَقْنَطُوْا کے نشے میں سرشار رہتا ہوں
یہ مستوں کو بخشی ہے حیات جاوداں تو نے

(مولانا ظفر علی خان)

نعت شریف

سارے نبیوں کے عہدے بڑے ہیں
لیکن آقا کا منصب جدا ہے

وہ امام صف انبیاء ہیں
ان کا رتبہ بڑوں سے بڑا ہے

کوئی لفظوں میں کیسے بتا دے
ان کے رتبے کی حد ہے تو کیا ہے

ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے
صرف اللہ اِن سے بڑا ہے

وہ جو اک شہر نور الھدیٰ ہے
جلوہ گاہوں کا اک سلسلہ ہے

جس کی ہر صبح شمس الضحےٰ ہے
جس کی ہر شام بدر الدجےٰ ہے

نام جنت کا تم نے سنا ہے
میں نے اس کا نظارہ کیا ہے

میں یہاں سے تمہیں کیا بتا دوں
ان کی نگری کی گلیوں میں کیا ہے

مستقل ان کی چوکھٹ عطا ہو
میرے معبود یہ التجا ہے

کوئی پوچھے تو یہ کہہ سکوں میں
باب جبریل میرا پتہ ہے

انتساب

پیرطریقت، رہبر شریعت، فخرالمشائخ صاحبزادہ
حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی
مدظلہ العالی (سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت میاں
شیرمحمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ)

کے نام

بصد ادب و اخلاص و احترام

احقر

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی عفی عنہ

درمنقبت شیرِ ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور پیر ثانی ولاثانی سیدی مُرشدی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

بہہ رہا ہے بن کے دریا شیر ربانی کا فیض | فصل شادابی کا چشمہ ثانی لاثانی کا فیض
شیرربانی محمد مصطفےٰ کے شیر نر | پیرلاثانی نگاہ مست کے پیغام بر
شیرربانی خدا کے فضل کی زندہ مثال | پیرلاثانی ہیں ان کے فیض کا طرفہ کمال
شیرربانی شریعت اورطریقت کے نقیب | پیرلاثانی ہیں باغ معرفت میں عندلیب
شیرربانی نگاہ لطف کا نوخیز رنگ | پیرلاثانی سمندر پی کے بھی حیران و دنگ
شیرربانی کی ہمت شرع و سنت کا نفاذ | پیرلاثانی سے مرشد دہر میں ہیں شاذ شاذ
شیرربانی سخا میں۔ دورِ حاضر کے امام | پیرلاثانی عطا میں ساقیٔ کوثر کا جام
شیرربانی کرم کا نُورِ باطن ومبدم | پیرلاثانی وفا کی راہ میں پختہ قدم
شیرربانی علامت اختیارِ خاص کی | پیرلاثانی بھی آیت اعتبارِ خاص کی
شیرربانی فراز شرق پور کا نُورِ حق | پیرلاثانی پہ روشن وقت کے چودہ طبق
شیرربانی نے بخشے لعل فیضِ خاص سے | پیرلاثانی نے بھی خالی خزانے بھردیے
شیرربانی کی سُنّت شمع قرآنی کا نُور | پیرلاثانی کے جلوے بہر سالک کوہِ طُور
شیرربانی عطاؤں کا مسلسل سلسلہ | پیرلاثانی سخاؤں کا مسلسل سلسلہ
شیرربانی گہرباری کا ابرِ پُر بہار! | پیرلاثانی عطائے مصطفےٰ کا لالہ زار

شیرربانی قدر پہ مشفق و صد مہرباں
پیر لاثانی نوازش ہا کا بحر بیکراں

(رحمۃ اللہ علیہ)

احقر العباد خاکپائے اولیائے کرام ابوالبقا قدر آفاقی ایم اے نقشبندی مجددی شرقپوری

تبرکات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریف وثنا اور حمد بے حد اُس ذاتِ مستجمع الصفات کے لیے ہے جس نے جمیع کائنات کو پیدا کیا۔ انسان کو مُشتِ خاک سے بنا کر خلعتِ اشرف المخلوقات سے مُمتاز فرمایا۔ اس کو اپنے اسمائے صفات کے عکس سے منور کیا اور اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَه کا لقب عطا فرمایا۔ اپنی ذات کو نہاں اور ظلِّ صفات کو عیاں فرما کر قلوبِ مومنین میں اپنا مقام ٹھہرایا۔

دُرود لامحدُود ذاتِ اقدس حضرت محمد ﷺ پر جن کی طفیل خالقِ کائنات نے جملہ عالم و عالمیان کو پیدا فرمایا۔ جن کا اِسمِ گرامی دُنیا میں محمد اور آسمانوں میں احمد ﷺ ہے۔ صفت اُن کی رحمۃ للعالمین اور شفیع المذنبین ہے۔ ان کی تعریف میں زبُور، توریت، انجیل اور قرآن ہے۔ ان کے مرتبہ کی تلاش میں خلق حیران ہے۔

وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (البقرہ 2: آیت 105) [ترجمہ: اور جسے اللہ چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔] یہ ارشادِ باری تعالیٰ انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور اولیائے کرام کی عظمت و رفعت پر دلالت کرتا ہے جنھیں بنی نوع انسان میں اختصاص حاصل ہے۔ اس تخصیص کا تعلق اعمال و افعال حسنہ سے نہیں۔ محض اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ثمرہ ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے جنھیں اپنی رحمت سے خاص فرمایا ہے ان کے اعمال و افعال، شمائل و خصائل، عادات و اطوار میں ایسا حُسن پایا جاتا ہے کہ وُہ مجسمہ رحمت نظر آتے ہیں۔ لوگ از خود ان کی رحمت بھری خُوبیوں کی کشش سے ان کی طرف دوڑے چلے جاتے ہیں۔

ان مخصوص بندوں کی محبت فطرتاً عوام کے دلوں میں گھر کر لیتی ہے اور وہ ان کے گرویدہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ایسے ہی لاتعداد اور کثیر ترین بندوں میں پنجاب کی سرزمین خطہ پاک، منبع انوار شرقپور شریف کی عظیم ترین روحانی شخصیت قطب الاقطاب حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی المعروف بہ حضرت شیرِ ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ والا صفات بھی ہے جنہیں اللہ رب العزت جل مجدہ الکریم نے اپنی رحمت سے خاص فرمایا اور انہیں قبولیت کا شرف مرحمت فرمایا۔

اعلیٰ حضرت شیرِ ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیاتِ مبارکہ پر شائع شدہ لٹریچر کو یک جا کر کے "تجلّیاتِ شیرِ ربانی" کے نام سے سلسلۂ اشاعت کا آغاز کر دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ کے فضل وکرم، نبی اکرم ﷺ کی نظرِ رحمت، افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصوصی تصرف، نیز حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اقدس، حضرت قطب الارشاد میاں شیر محمد المعروف بہ شیرِ ربانی شرقپوری نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نگاہِ کرامت سے پُر امید ہوں کہ "سلسلۂ تجلّیات" کی تکمیل کے مراحل تیزی سے طے ہوں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

دعا ہے کہ میرے جملہ معاونین جو ان مراحل کو بآسانی پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی مساعی جمیلہ میں مصروفِ عمل ہیں اللہ رب العزت ان کو دارین کی سعادتوں سے بہرہ مند فرمائے! آمین! ثُمَّ آمین!

بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ آلہ

وصحبہ وبارک وسلم

18۔ ذی الحج 1432ھ — حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

منگل 15۔ نومبر 2011ء — آستانہ عالیہ شیرِ ربانی" وثانی لاثانی" شرقپور شریف

تقدیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَاَتۡبَاعِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

عارفِ ربانی، ولی کامل، حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور و معروف شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ متوسلین تو اپنے ممدوح کی عظمتوں کے واقف ہوتے ہی ہیں۔ لہذا اپنے ممدوح کا ذکر عقیدت واحترام سے کرتے ہی ہیں لیکن شیر ربانی کی ذاتِ گرامی وہ عظیم ہستی ہے جن کی عظمت کا اعتراف اغیار بھی کرتے ہیں اور تاریخِ اسلام سے بہرہ ور اہلِ علم و فضل سے یہ بات مخفی نہیں کہ جس طرح اکبر و جہانگیر کے دور میں حضرت مجددِ اعظم نے احیائے دین کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ عقائد صحیحہ کو نکھار کر پیش کیا، شعائرِ اسلامی کو حیاتِ نو بخشی اور جابر حکمرانوں کے سامنے اپنی گردن نہ جھکائی بلکہ مردانہ وار باطل قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جس سے تاریخ اسلام کے اوراق روشن ہیں۔ اسی طرح خطۂ پنجاب میں عارفِ حقانی شیر ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی مجددی مشن اور اتباعِ سنت کی وہ درخشندہ اور روشن مثال پیش کی کہ یار و اغیار ان کے عظیم کارناموں کا ذکر کرتے نہیں تھکتے۔

ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شرقپوری جو اپنے مرشد کامل کی تربیت سے اہل قلم حضرات میں شمار ہونے لگے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ اپنے مرشد کریم کی نگاہِ کرم سے متعدد کتابوں کے مصنف ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

1۔ اعلیٰ حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام 2۔ انوار شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ عصر حاضر کے نام

3۔اسلام میں نماز کی اہمیت
4۔شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ

5۔نماز کی اہمیت
6۔حیات شیر ربانی، سنت نبوی ﷺ کا بہترین مرقع

7۔ درس عمل، سراپا سنت زندگانی حیات شیر ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ
8۔پیارے نبی ﷺ کی پیاری زندگی

9۔حضرت ثانی لا ثانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت آئینہ سنّت مصطفیٰ ﷺ
10۔حالات وتعلیمات حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ

11۔شمائل و معمولات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
12۔اوصاف حمیدہ حضرت شیرِ ربانی رحمہُ اللہ تعالیٰ

13۔ تصرفات، کشف وکرامات حضرت شیرِ ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ
14۔سوانح حیات حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نے تین کتابوں جن میں دو(2) کتابیں ملک حسن علی جامعی شرقپوری کی تصنیف ہیں اور ایک کتاب احمد علی قائد کی ''آفتابِ ولایت'' کے عنوان سے ہے کی طباعت کا اہتمام کیا ہے۔

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ عصرِ حاضر کے وُہ مقتدر بزرگ تھے جن کی نازنین صورت میں سے تمام مشتاقانِ دید نے بلاشبہ اس پرتو حُسن کی نورانی جھلکیاں دیکھیں۔ ان کی مفارقت دائمی کے بعد آج بھی ان کے نقوشِ حیات لاتعداد زندگیوں کو اپنی تابندہ روحانی شعاعوں کے ساتھ ضیائے حقیقی بخش رہے ہیں۔الخ

عزیز احمد علی قائد نے حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے

احوالِ زندگی کا تعارف کرانے کے لیے ایک مختصر اور سیدھی سی راہ اختیار کی ہے جس میں ختم نہیں یعنی "آفتابِ ولایت" کے نام سے یہ چند اوراق سپردِ قلم کر کے ایک بہت بڑی خدمت انجام دی ہے جس سے معتقدین کے لیے زیادہ سہولت پیدا ہوگئی ہے کہ اَب قلیل وقت میں وُہ اس کے مطالعہ سے اپنی روحانی تشنگی کو رفع کر سکتے ہیں۔

آپ نے کس طرح مردانہ وار احیائے شریعت اور قیامِ امر بالمعروف کا غلغلہ بلند کیا اور احکامِ شریعت کے قیام کی راہ میں اپنی جان تک لڑا دی۔ عشق کی صداقت اور قلب کی طہارت نے آپ کی دعوت وتذکیر میں ایسی تاثیر بخشی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہزاروں آدمی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ آپ کا طور وطریق کچھ عجیب عاشقانہ ووالہانہ تھا اور ایسا تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خصائصِ ایمانی کی یاد تازہ کرتا تھا۔

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نے زیرِ نظر کتاب "تجلّیاتِ شیرِ ربانی" مرتب فرمائی ہے اور حضرت شیرِ ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کو اجاگر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں مزید لکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی اس علمی کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

بجاہ سیدالمرسلین ﷺ

احقر العباد

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

سابق چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ

پنجاب یونیورسٹی، لاہور

22 اکتوبر 2011ء

پیشِ لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِیْنَ

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی بفضلہ تعالیٰ علم اور علماء کے قدردان ہیں۔ اس لیے آپ اکثر سکالرز کی میٹنگ منعقد کر کے اہم علمی مسائل پر گفتگو فرماتے رہتے ہیں۔ کبھی مشن کے حوالے سے آئندہ پروگرام کرنے کے لیے کارکنوں کی میٹنگ بلاتے ہیں اور اس میں آئندہ کام کرنے کے بارے میں تجاویز اور آراء و مشوروں کی روشنی میں مناسب فیصلے فرماتے ہیں۔ ایک ایسے ہی اجلاس میں جبکہ شیرِ یزدانی، آفتابِ ولایت، ولیِ کامل، شیرِ ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ پر آئندہ کام کرنے کے لیے 200 سے زائد عنوانوں پر مشتمل ایک فہرست آپ قبلہ تیار کروا چکے تھے۔ فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپور نقشبندی مجددی نے یہ بھی فرمایا کہ اس عظیم کام کا عنوان کیا ہونا چاہیے؟ مختلف تجاویز اور مشوروں کے بعد متفقہ طور پر عنوان ''تجلّیاتِ شیرِ ربّانی'' رکھا گیا۔ مزید یہ کہ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صاحب صدیقی نے یہ کام راقم کے سپرد کرنے کی تجویز دی جسے منظور کیا گیا۔ چنانچہ مَیں نے تین کتابوں پر مشتمل ایک کتاب ''تجلّیاتِ شیرِ ربّانی'' تیار کی۔ اس میں دو (2) کتابیں ملک حسن علی جامعی شرقپوری کی تحریر کردہ ہیں جبکہ ''آفتابِ ولایت'' احمد علی قائد شرقپوری کی تصنیف ہے۔

مَیں نے ان کتابوں کا انتخاب اس لیے کیا ہے کیونکہ یہ تینوں کتابیں بڑی مستند اور نایاب ہیں۔ ''ذکرِ محبوب'' وہ کتاب ہے جس میں ایسے مضامین شامل کیے گئے تھے

جو کہ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں مختلف رسائل وجرائداور اخبارات میں شائع ہوتے رہے اور بعد میں ان کو کتابی شکل ''ذکرِ محبوب'' کی صورت میں دی گئی جو کہ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چالیسویں کے موقعہ پر چھپوا کر تقسیم کی گئی۔اس لیے یہ بڑی مستند کتاب ہے۔ملک حسن علی جامعی شرقپوری خود اپنی اس تصنیف کے دیباچہ میں تحریر کرتے ہیں:

''معزز ناظرین! مَیں اس وقت جو کچھ کہہ رہا ہوں فرطِ عقیدت اور جوشِ محبت میں آ کر کہہ رہا ہوں لیکن مَیں میزان تواریخ اور محدثین کے قائم کردہ اصول وروایات کے مطابق آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی مبارک زندگی کے حالات وواقعات آپ کے پیش کرتا ہوں جن کے مطالعہ کے بعد آپ کو واقعی میرے الفاظ پُر از صداقت معلوم ہوں گے۔آپ کے حالات و واقعات اس گئے گزرے ضلالت کے زمانہ میں ہماری ڈگمگاتی ہوئی کشتی کے لیے پشتیباں اور ناخدا ہیں۔ جہاں جہاں میری واقفیت یا میری معلومات کے وسائل محدود تھے۔ وہاں مَیں نے راستباز لوگوں سے سُن کر لکھے ہیں۔ حضرت میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ نے واقعات کی فراہمی میں میری سب سے زیادہ اعانت فرمائی ہے۔میرے خیال میں جو کچھ مَیں نے لکھا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے اور اس میں دروغگوئی یا مبالغہ کو کوئی دخل نہیں ہے'' ۔کتاب ''ذکرِ محبوب'' نظرِ ثانی کے بعد ''حیاتِ جاوید'' کی شکل میں شائع ہوئی۔کتاب ''آفتاب ولایت'' بہت ہی عمدہ کتاب ہے۔

جناب پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب نے بحکم قبلہ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی دامت برکاتہم القدسیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیرِ ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ وثانی لاثانی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی تیاری کی ذمہ داری ناچیز کے سپرد کی۔ اس کتاب کی تیاری کے بارے میں راقم جناب ابوالبقا قدر آفاقی صاحب ،صدارتی ایوارڈ یافتہ سے رہنمائی حاصل کرتا رہا۔انہوں اپنا قیمتی وقت نکال کر نہایت مفید مشورے دیے اور

کتاب پر نظرِ ثانی خلوصِ نیّت سے کی۔ انہیں آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے والہانہ عقیدت و محبت ہے۔ انہوں نے اپنی اس عقیدت و محبت کا اظہار اس طرح کیا ہے کہ اپنی گرہ سے خطیر رقم خرچ کر کے کتاب کو چھپوا کر حضرت قبلہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس کتاب کی تیاری میں جناب پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صاحب صدیقی، جناب قاضی ظہور احمد اختر صاحب، جناب محمد منشاء صاحب تابش قصوری چشتی سیالوی، جناب محمد یٰسین صاحب قصوری نقشبندی، جناب ماسٹر احمد علی صاحب شرقپوری، جناب سعید احمد صاحب صدیقی، جناب قاضی محمد نور اللہ صاحب شرقپوری، جناب صوفی اللہ رکھا صاحب، جناب محمد شیراز فیض صاحب بھٹی، جناب حافظ محمد عالم صاحب اور جناب پروفیسر خالد بشیر صاحب نے مفید مشورے دیے۔ راقم ان سب حضرات کا تہ دِل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ میرے بیٹے محمد اویس ندیم بھٹی نے اس کتاب کی کمپوزنگ کی ہے اور میری معاونت بھی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین! راقم خاص طور پر جناب ابوالبقا قدر آفاقی صاحب کا مشکور و ممنون ہے جو کہ اس کتاب کو چھپوا کر قارئین تک پہنچانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس سعی و کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے اور مزید عنوانات پر لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ راقم کو آستانہ عالیہ شیرِ ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ و ثانی لاثانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرقپور شریف سے فیضیاب ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین! ثمّ آمین!

احقر العباد

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی عفی عنہ
حال مقیم: گلی نمبر 13 مکان نمبر 18، کچا راواں روڈ، محمد پورہ اچھرہ، لاہور

جمعۃ المبارک 11 نومبر 2011ء
14 ذی الحج 1432ھ
0300-4355778

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

حکایت از قدِ آں یاردل نواز کنیم
بایں فسانہ مگر عمرِ خود دراز کنیم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ وَفَّقَ فِیۡ دِیۡنِهٖ مَنِ اجۡتَبَا ط
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتِمِ رُسُوۡلِهٖ وَجَمِیۡعُ اَنۡبِیَا
وَعَلٰی عِبَادِهِ الصُّلۡحَا ط وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ
وَلَا عُدۡوَانَ اِلَّا عَلَ الظّٰلِمِیۡنَ ہ

وہ عنایت الٰہی جس نے حفظِ دینِ محمدی کا بیڑا اٹھایا ہے بموجب ارشادِ نبوی ﷺ امتِ مرحومہ کی اصلاح اور ہدایت خلق اللہ کے لیے وقتاً فوقتاً مصلحین امت پیدا کرتی رہتی ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ہدایات خلقت تک پہنچا کر اس کی حجت کو خلقت پر قائم کر دیں۔ گو نبوت ہمارے حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو چکی ہے لیکن مطابق اس فرمان حضور ﷺ کے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل سلسلہ ہدایت حسب قاعدہ قدیم بذریعہ نائبان ختم المرسلین ﷺ قیامت تک جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور عنایتوں نے اس زمانہ میں ہماری اصلاح و دعوت اور رہنمائی و ہدایت کی خلعت سند الکاملین امام العارفین قدوۃ الاولیاء حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو پہنائی اور احیائے سنت و دعوت و تذکیر کا منصبِ خاص آپ کے سپرد کیا۔ اس ملک میں اس نیلگوں آسمان کے نیچے آپ کا نظیر نہ کسی نے دیکھا اور نہ ڈھونڈنے سے ملے گا۔ بالخصوص آپ جیسے بزرگ کو اس بستی کی گود میں پرورش پانا آج تک نصیب نہیں ہوا۔ آپ کے سلطان سلطنت طریقت اور سالک مسلک شریعت ہونے کا اعتراف صرف آپ کے حلقہ بگوشاں اور مریدین و متوسلین ہی کو نہیں بلکہ علمائے ظاہر جنہوں نے ایک دفعہ بھی آپ کو دیکھا اور آپ کی صحبت و مجلس

میں بیٹھے بے ساختہ پکار اٹھے کہ آپ کا مثیل اس زمانہ میں موجود نہیں۔ آپ نے اظہارِ حق اور فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی میں جس طرح ثابت قدمی دکھائی اس کی نظیر آپ ہی ہیں۔ بڑے بڑے دنیادار لوگ، حکومتِ وقت کے عمال آپ کی مجلس میں بالِ مگس نہیں رکھتے تھے۔ آپ ساری زندگی میں کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوئے۔ آپ نے اپنے فضل و کمال سے نہ صرف اپنے خاندان کے گزشتہ ممبروں کو پنجاب اور ہندوستان سے روشناس کرایا بلکہ اپنے خاندان کے مستقبل کے لیے ایسا بیج بویا جس کی کونپلیں انشاء اللہ اس قدر پھلیں پھولیں گی کہ آسمان کی چوٹی سے باتیں کرنے لگ جائیں گی۔ آپ ایک ایسے مشہور خاندان علم و فضیلت سے تعلق رکھتے ہیں جو خاص فضائل کے لحاظ سے اس خطہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقدس خاندان کے سارے بزرگوں کے کمالات اس مقدس ہستی میں جمع کر دیے اور صرف یہیں تک بس نہیں کی بلکہ اپنی طرف سے اس قدر اضافہ کیا جس کا حصار ناممکن ہے۔

قیس سا پھر کوئی نہ اٹھا بنی عامر میں
فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

معزز ناظرین میں اس وقت جو کچھ کہہ رہا ہوں فرطِ عقیدت اور جوشِ محبت میں آکر کہہ رہا ہوں لیکن میں میزان تواریخ اور محدثین کے قائم کردہ اصول روایت کے مطابق آپ کی مبارک زندگی کے حالات و واقعات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جن کے مطالعہ کے بعد آپ کو واقعی میرے الفاظ پُر از صداقت معلوم ہوں گے۔ آپ کے حالات و واقعات اس گئے گزرے ضلالت کے زمانہ میں ہماری ڈگمگاتی ہوئی کشتی کے لیے پشتیبان اور ناخدا ہیں۔ جہاں جہاں میری واقفیت یا معلومات کے وسائل محدود تھے وہاں میں نے حالات راستباز لوگوں سے سُن کر لکھے ہیں۔ جناب میاں غلام اللہ صاحب جانشین حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے زیادہ ممنون ہوں۔ جنہوں نے واقعات کی فراہمی

میں سب سے زیادہ اعانت فرمائی ہے۔

• پھر اس اعتراف کے بعد کہ حضرت میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی سجادہ نشین صاحب نے میری خوب اعانت فرمائی اور از راہِ کرم از حد تعاون فرمایا۔ میرے خیال میں جو کچھ مَیں نے لکھا ہے حقیقت پر مبنی ہے اور اس میں دروغگوئی یا مبالغہ کا کوئی دخل نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنی بے انتہا عنایت سے مجھے میرے مقصد پر کامیاب کیا۔ کیا عجب ہے کہ میرے مسلمان بھائی بالعموم اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین ومتوسلین بالخصوص اس ناچیز تالیف سے دارین کا نفع حاصل کریں اور اس ہادی کا تتبع اختیار کریں۔ خداوند تو میری اس حقیر تالیف کو قبول فرما اور اس کی مقبولیت عام لوگوں میں پھیلا۔ آمین! ثُمّ آمین۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد عظام کا ذکر

پھر قبلہ میاں صاحب کے اجداد کا ذکر کیا اور شجرہ شریف یوں دیا ہے اور حالات بھی لکھے ہیں۔

قبل اس کے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہٗ کے واقعات بیان کروں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے واجب الاحترام اجداد کے متعلق جس قدر اسناد ووثوق کے ساتھ معلوم ہوا ہے لکھوں۔

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے اجدادِ عُظّام کا اصل وطن افغانستان تھا۔ جب اسلامی فتوحات نے معراج ترقی پر قدم رکھا تو افغانستان کے بہت سے شریف گھرانے پنجاب وہندوستان میں آبسے۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد پہلے دیپالپور میں مقیم ہوئے۔ پھر زمانہ کے انقلاب نے اس خاندان کے چند بزرگوں کو شہر قصور میں پناہ لینے پر مجبور کیا۔ چونکہ وہ سربر آوردۂ علم وعمل تھے۔ اس لیے شہر قصور کے رؤسا اور پٹھانوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے اپنا حلقہ بگوش بنالیا۔ وُہ سب کے سب آپ کے اجداد کو

مخدوم کہہ کر پکارتے تھے۔ علومِ دینیہ کی درس و تدریس اُن کا بہترین مشغلہ تھا۔ قلمی قرآن مجید لکھا کرتے تھے۔ حفظِ قرآن کی نعمت اس خاندان میں وراثۃً چلی آتی تھی۔ دُور دراز سے لوگ آکر اُن کی صحبت سے فیضیاب ہوتے تھے۔

مَیں اس مقام پر ناظرین کے لیے آپ کے خاندان کے مفرد حضرات کا شجرہ نسب لکھتا ہوں۔

شجرہ

حافظ محمد صالحؒ

حافظ محمد عمرؒ

بدر الدینؒ — حافظ محمد حسینؒ

مائی عائشہ صاحبہؒ (والدہ حضرت میاں صاحبؒ)

میاں عزیز الدینؒ — حافظ حمید الدینؒ — میاں نظام الدینؒ

میاں عبد الکبریا — لاولد

حضرت میاں صاحبؒ — میاں غلام اللہ صاحبؒ

110908

حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک نہایت ہی بزرگ اور فقیر طبیعت حافظ، عالم و عابد شخص تھے۔ آپ کے انتہا سے زیادہ بڑھے ہوئے زہد و عبادت کا چرچا گھر گھر پھیلا ہوا تھا اور ضمیری و روحانی جوہروں اور ریاضت و مجاہدات کے کرشموں کے ڈنکے ایک عالم میں بج گئے تھے۔

شہر قصور کو اس وقت جو عروج اور ترقی حاصل تھی وہ شاید آج بھی اسے نصیب نہ ہو۔ یہاں کے باشندے نہایت خوشحال اور دولت مند تھے۔ ہر قسم کے باکمال اور اہلِ ہنر کا وجود پایا جاتا تھا۔ تجارت و فلاحت کا بھی مرکز تھا لیکن بدقسمتی سے نواب نظام الدین خاں حاکم قصور سے ۱۸۵۹ء میں رنجیت سنگھ کا بگاڑ ہو گیا۔ رنجیت سنگھ نے شہر قصور پر یورش کر دی اور شہر قصور کو ویران کر دیا۔ اس کے دو تین سال بعد نواب قطب الدین خاں حاکم قصور کے عہد میں رنجیت سنگھ نے دوبارہ فوج کشی کی۔ رنجیت سنگھ کا ارادہ درحقیقت ریاست کے چھیننے کا تھا۔ اگرچہ پٹھانوں نے یکدل و جان ہو کر اپنی قیام گاہِ عزت و آبرو کے واسطے اس بار سخت جنگ کی لیکن دو ماہ کے محاصرہ کے بعد جس قدر غلہ شہر میں تھا۔ لشکر اور رعیت نے کھا لیا اور لوگوں نے مویشی اور سواری کے گھوڑے مار کھائے۔ جب شہر کی خلقت تنگ آئی تو جس طرح ہو سکا۔ لوگ شہر سے نکل کر بھاگ گئے۔

حضرت میاں غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی ایام میں تن تنہا نکل کر حجرہ شاہ محمد مقیم چلے گئے۔ حجرہ شاہ محمد مقیم جس وقت پہنچے تو وہاں مسجد میں دو صاحبزادے تختیوں پر مشق کر رہے تھے۔ حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے خوشنویس اور نامی کاتب تھے۔ انہوں نے صاحبزادوں سے تختی لے کر دو حروف اپنے قلم سے ڈال دیے۔ صاحبزادوں نے وہ حروف اپنے والد حضرت قطب علی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ حجرہ شاہ محمد مقیم کو جا کر دکھائے۔ چنانچہ اس طرح حضرت قطب علی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین کو حضرت میاں غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کا علم ہو گیا۔ انہوں نے حضرت میاں غلام

رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی عزت و تکریم کی۔

رنجیت سنگھ نے قصور کے بعد اطراف و جوانب کے علاقوں کو بھی غارت کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ صاحب سنگھ بیدی جو گورو نانک کی اولاد سے تھا نے حجرہ شاہ محمد مقیم پر یورش کر دی۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے نکلے اور شرقپور آ کر پناہ لی۔ مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حجرہ شاہ محمد مقیم سے شرقپور کے زرگروں کے بزرگ پیر بخش، نادر بخش، خدا بخش وغیرہ بھی شرقپور آ گئے۔ یہاں کے لوگوں نے آپ سے اس قدر ہمدردی و غمخواری کی کہ آپ یہیں مقیم ہو گئے۔ جس جگہ اب مسجد میاں صاحب واقع ہے۔ اس جگہ اس زمانے میں شہر کا کوڑا کرکٹ ہوتا تھا۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ شرقپور کے زمینداروں کی مدد سے جگہ کو پاک صاف کر کے مسجد کی بنا رکھ دی اور اس جگہ کو اپنے درس و تدریس اور افتا کا مرکز بنالیا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دامن میں حق و صداقت کا تخم رکھتے ہیں۔ وہ جس سرزمین پر جا نکلتے ہیں۔ وہیں اپنی فصل خود تیار کر لیتے ہیں۔

حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اولادِ نرینہ نہ تھی۔ صرف ایک ہی صاحبزادی تھی۔ جن کا نام بی بی آمنہ تھا۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت میاں محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا۔ حضرت میاں محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب دو تین واسطوں سے حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ بوجہ نہ ہونے اولادِ نرینہ کے حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کو یہیں شرقپور منگوا لیا۔ پس شرقپور کے بڑے بڑے آدمی مثلاً ملک الیاس، حکیم شیر علی، حافظ احمد یار وغیرہ سب حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ آپ کی برکت سے شرقپور کے گھر گھر علم و ہدایت کا چرچا ہو گیا۔ آخر بروز سہ شنبہ ۲۴ شہر رجب ۱۲۸۰ھ ۵ جنوری ۱۸۶۴ء بمطابق ۲۳ پوہ ۱۹۲۰ بکرمی آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی تاریخ وفات لفظ

غفر سے ۱۲۸۰ نکلتی ہے۔ آپ کے بعد آپ کی جگہ حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلقِ خدا کی خدمت کرتے رہے۔ حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قصور میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تین بیٹے تھے۔ سب سے چھوٹے میاں نظام الدین تو لا ولد ہی فوت ہو گئے تھے اور سب سے بڑے بیٹے حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد تھے۔ بڑے متقی اور پرہیز گار تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، خوفِ خدا، شب بیدار۔ غرضیکہ ہمہ صفت موصوف۔ محکمہ ویکسی نیشن میں ملازمت اختیار کرلی۔ مدتِ دراز تک ملازم رہے۔ آخر دورانِ ملازمت بمقام قصبہ بھوانی ضلع حصار میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کو وفات پائے قریباً بیس سال گزر چکے ہیں۔ آپ کے ایک خادم جو آپ کے ہمراہ کچھ مدت رہے ہیں۔ اس وقت شرقپور میں موجود ہیں اور وہ رو رو کر آپ کے حالات بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے نوکروں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اپنے کپڑے بھی دھوتے تھے اور اپنے نوکروں کو بھی دھو کر دیتے تھے۔ رشوت کی ایک کوڑی تک کسی سے ساری عمر نہیں لی۔ حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے بھائی حضرت میاں حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ عالم اور قرآن کے حافظ تھے۔ حضرت میاں محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مسجد کا انتظام آپ ہی کے سپرد رہا۔ اس وقت شرقپور میں بہت حفاظ آپ کے شاگرد موجود ہیں۔ آپ بہت سے کمالات اور خوبیوں کے جامع تھے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اور طفولیت

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ باوجود کوشش کے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کی صحیح تاریخ دستیاب نہیں ہوسکی۔ صرف اس قدر معلوم ہوسکا ہے کہ آپ کی ولادت ۱۸۶۳ء میں ہوئی۔ دیگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا سنِ ولادت بالکل صحیح

ہے۔ آپ اپنے انتقال سے چند ماہ پیشتر فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی عمر ۶۳ سال تھی اور میری عمر حضور ﷺ کی عمر سے دو سال زیادہ ہو گئی ہے۔

لہٰذا آپ کی عمر رحلت کے وقت بلا ریب پینسٹھ سال کی تھی۔ اس لیے کہ حساب لگانے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۶۳ء آپ کی ولادت کا سال ہے۔ والدہ ماجدہ کا نام مائی عائشہ تھا جو میاں بدرالدین صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی عصمت مآب اور محترم صاحبزادی تھیں۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا زمانہ کچھ ایسا حیرت افزا اور نرالا تھا جس کی نظیر دنیا کے عام بچوں میں پائی جانے کی ہرگز امید نہیں۔ آپ کی بھولی بھالی صورت میں فطرت نے وہ محبوبانہ ادائیں کوٹ کوٹ کر بھر دی تھیں۔ جنہوں نے آپ کے والد حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ ہی کو نہیں بلکہ آپ کے نانا حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے مستغنی مزاج کو آپ کا فریفتہ و شیدا بنا دیا۔ حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بلند اقبال اور ہونہار بچے سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ جوں جوں آپ بڑے ہوتے تھے۔ سارے گھرانے اور خاندان کی توجہ آپ کی طرف زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اس وقت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جن کی عمر قریباً ایک برس کی تھی۔ اپنے سینے سے لگا کر روحانی فیضان سے مالا مال کر دیا۔ مسکینی، غریبی، کم گوئی، تفکر، آہستگی سے بات کرنا۔ غرضیکہ بہت سی خصلتیں جو بچوں میں کم دیکھی جاتی ہیں۔ آپ میں موجود تھیں۔ بچپن سے اپنے نفس امارہ کو احکامِ خداوندی کا پورا پورا مطیع اور فرماں بردار بنا لیا۔ تقویٰ اور پرہیزگاری، اطاعت الٰہی، خداداد خُلق، بے مثل تواضع، نیک نیتی، وفا شعاری، خدا ترسی۔ غرضیکہ یہ باتیں بوجہ احسن آپ میں پیدا ہو گئی تھیں۔ آپ کی پیشانی اسی وقت سے ہی اس جاہ وجلال کا صاف

پتہ دیتی تھی جو آئندہ زمانے میں آپ کو نصیب ہونے والا تھا ۔

بالائے سرش زہوشمندی ے تافت ستارۂ بلندی

تعلیم وتربیت

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بعد ختم قرآن مجید مڈل سکول شرقپور میں بٹھایا گیا۔ مدرسہ کی تعلیم میں آپ کی طبیعت بالکل نہ لگتی تھی۔ اپنے والد حضرت میاں عزیزالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر صرف پانچویں جماعت تک ہی تعلیم پائی۔ مدرسہ سے جب چھٹی ملتی تو دوسرے بچے کھیل کود میں مشغول ہو جاتے۔ لیکن آپ مسجد میں گوشۂ تنہائی اختیار کرتے اور اللہ کا ذکر کرتے۔ جب مدرسہ کی تعلیم چھوڑ دی تو حضرت میاں عزیزالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تعلیم وتربیت اپنے چھوٹے بھائی حافظ حمیدالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کی۔ میاں حمیدالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی کی چند درسی کتب آپ کو پڑھائیں۔ کچھ دنوں حکیم نیر علی صاحب مرحوم سے بھی پڑھتے رہے۔ بس آپ کا منتہائے تعلیم ظاہری یہاں تک ہی ہے۔ تعلیم کی نسبت آپ کو خوشنویسی سے زیادہ لگاؤ رہا ہے۔ مدرسہ میں بھی آپ کی خوشخطی مشہور تھی۔ مدرسہ چھوڑنے کے بعد آپ نے اس فن اور نقاشی میں اس قدر مشق کی کہ بڑے بڑے کاتب اور خوشنویس اور نقاش آپ کے قطعاتِ مکتوب اور بیاضیں دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔ کئی قلمی قرآن مجیدوں کو جن کے اول اور آخری حصص بوسیدہ ہو گئے تھے۔ آپ نے ان کو قلم سے مکمل کیا۔ اگرچہ علمائے ظاہر ہمیشہ آپ پر کم علمی کا طعن رکھتے رہے لیکن وہ اس حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں کہ ان ظاہری اکتسابی علوم کے علاوہ ایک اور علم بھی ہے جسے اصطلاح قرآن مجید میں علم لدنی کہتے ہیں اور جس سینہ کو اللہ تعالیٰ علمِ لدنی سے نوازتے ہیں اسے علمِ ظاہری کی منطقیانہ

بھول بھلیوں سے پاک وصاف رکھتے ہیں۔ یہ وہ مدرسہ ہے جس کا معلم خود خالقِ ارض وسما ہوتا ہے۔ تمام اولوالعظم انبیاء ورسل اور اکثر صدقاء، شہداء اسی مدرسہ وہبی سے ہی تعلیم پا کر دنیا میں آئے اور دنیا کی کایا کو پلٹ دیا۔ مدرسہ وہبی کے تعلیم یافتوں کا رنگ ڈھنگ بالکل سادہ ہوتا ہے۔ ان کی باتوں میں سیدھی سادھی مثالیں ہوتی ہیں لیکن ان مثالوں کا ایسا زبردست اثر ہوتا ہے کہ بڑے بڑے سخت دل آدمیوں کا روتے روتے کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔ اور ان بڑے فاسقوں کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ ان کے کلام کا ہر ایک لفظ ان کے دلوں کو چھید کر آر سے پار ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے عالموں کی گردنیں ان کے سامنے جھک جاتی ہیں اور علم کو ان کے علم کے مقابلہ میں جول میل افسانہ کہتے ہیں۔ امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مصلحین امت کی ایک جماعت ایسی ہوئی ہے جو صرف اسی مکتب الٰہی کی تربیت یافتہ تھی۔ چونکہ اس وقت تفصیل کا مقام نہیں ورنہ اس موضوع پر کچھ اور روشنی ڈالتا۔ اس خاکسار (مؤلف) کی نظر میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علم بھی اسی قبیل سے تھا اور اسی فیضانِ الٰہی کا نتیجہ تھا کہ آپ فارسی اور اردو زبان کی کتابیں بلا روک ٹوک پڑھ لیتے تھے۔ البتہ عربی زبان میں چونکہ پوری قدرت حاصل نہ تھی۔ اس لیے عربی کتابوں کے تراجم منگوالیا کرتے تھے۔ آپ کے کتب خانہ میں عربی، فارسی اور اردو زبان میں ہزارہا کی تعداد میں کتابیں موجود ہیں۔ اس وقت تک ہندوستان میں قرآن حکیم کی تفسیر اور صاحبِ قرآن یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت وحیاتِ طیبہ کے متعلق اردو زبان میں جتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ سب کی سب آپ کے کتب خانہ میں موجود ہیں اور ان میں سے کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جسے آپ نے دو دفعہ مطالعہ نہ فرمایا ہو۔ اگر چہ آپ کے کتب خانہ میں تصوف وسلوک اور فقہ ومسائل کا بھی ایک کافی ذخیرہ ہے اور آپ کو ان سے بہت شغف رہا ہے لیکن آخر عمر میں آپ کی توجہ صرف قرآن اور سیرت طیّبہ نبویہ ﷺ کے

مطالعہ کی طرف مبذول ہوگئی تھی اور آپ اپنے جملہ تعلیم یافتہ احباب کو بھی یہی وصیت کرتے تھے کہ قرآن مجید پڑھو اور سیرت طیبہ کا مطالعہ کرو۔ یہ بات منجملہ آپ کے خصائصِ مقاماتِ ولایت سے ہے اور حقیقت یہ کہ قرآن اور صاحبِ قرآن کی سیرت و حیات مقدس کے مطالعہ سے بڑھ کر نوعِ انسانی کے تمام امراض قلوب وعلل ارواح کا اور کوئی علاج نہیں اور یہی نسخہ شفا موجودہ زمانے کے شک وریب کے سارے دکھوں کا علاج ہے۔

اسلام کا دائمی معجزہ اور ہمیشگی کی حجۃ اللہ البالغہ قرآن کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو صاحبِ قرآن کی سیرت ہے اور دراصل قرآن و حیات نبوت معناً ایک ہی ہیں۔ قرآن متن ہے اور سیرت اس کی شرح۔ قرآن علم ہے اور سیرت اس کا عمل۔ قرآن صفحات و قراطیس میں ہے اور محمد ﷺ ایک مجسم و مثل قرآن تھے۔ جو یثرب کی سرزمین پر چلتے پھرتے نظر آتے تھے اور یہی تفسیر ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول کی ''وکان خلقه القرآن''۔

ما دو جانے آمدہ در یک بدن — من کیم؟ لیلیٰ و لیلیٰ کیست؟ من!

اگرچہ مذکورہ بالا باتیں بلاقصد زبان قلم پر آگئی ہیں اور نہ ہی ان کا موقع تھا لیکن زیادہ تر یہ خیال باعث ہوا کہ شاید بعض اصحاب کے لیے سودمند علم و عمل ہو۔

فتشبهوا ان لم تكونوا مثلهم

ان التشبه بالكرام كرام

بچپن سے سنِ رُشد تک کے عام حالات

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ اس وقت تعلیم سے آپ کی طبیعت اکتا گئی تھی اور نوافل وذکر

واذکار کی طرف راغب تھی۔ ساری ساری رات یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ آبادی سے دور آپ ویرانوں اور قبرستانوں میں چلے جاتے۔ کئی کئی روز تک فاقہ کشی کر کے سنتِ نبویہ ﷺ سے مشرف ہوتے تا آنکہ آپ پر عالمِ مثال کے اسرار و عجائب مکشوف ہونے شروع ہو گئے۔ آپ کے معاصرین جنہوں نے آپ کی اس حالت کو دیکھا ہے بتلاتے ہیں کہ آپ کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ ادنیٰ سی آواز پر بھی وجد طاری ہو جاتا۔ آپ کئی کئی گھنٹوں تک ہوش میں نہ آتے۔ کنوئیں کی چرخی کی آواز بھی آپ کو بے قابو کر ڈالتی۔ آپ کی نظر میں ایک بجلی کا اثر تھا۔ جس شخص کی طرف آپ توجہ سے دیکھتے اسے بے قابو کر دیتے۔ اس زمانہ میں شراب عشقِ الٰہی صہبائے خمیر آنجناب میں اس قدر غلیان (جوش، جذبہ، غلبہ) تھی کہ بڑے بڑے مستقل مزاجوں کو آپ کی توجہ کے وقت آہ و نالہ اور گریہ و بکا امکان میں نہ رہتا۔ آپ کی مسجد میں ایک عرب آیا۔ اس نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو کہا: ''ھٰذا مجنون'' لیکن آپ مجنون نہیں تھے۔ جنون تھا تو عشقِ الٰہی کا۔ آپ نے اس (عرب) پر جو ایک نظر کی تو اس پر وجد کی سخت حالت طاری ہو گئی۔

آپ کے والد محکمہ ویکسی نیشن میں چالیس روپیہ مشاہرہ پر ملازم تھے۔ آپ کے ذاتی اخراجات کے لیے دس روپیہ ماہوار بھیجتے تھے لیکن آپ کی شاہ خرچی کا یہ حال تھا جو کچھ ہاتھ میں آتا درویشوں، مسافروں اور غرباء میں لٹا دیتے۔ اگر کوئی پگڑی مانگتا تو اپنی پگڑی اتار کر دے دیتے۔ اگر کرتا مانگتا تو کرتا اتار کر دے دیتے۔ کھانا کبھی اکیلے نہ کھاتے بلکہ چند احباب کو ساتھ ملا کر کھاتے۔ یہ رقم آپ کے لیے بالکل ناکافی ہوتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بازار میں آپ ہمیشہ مقروض رہتے۔ جب آپ کے والد صاحب چھٹیوں میں گھر آتے تو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سارا قرض اتار دیتے۔ حضرت میاں عزیز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے صاحبزادہ کی یہ حالت ہرگز گوارہ نہ تھی۔ انہیں یہ شبہ ہو گیا کہ میرا بیٹا دیوانہ اور باؤلا ہو گیا ہے۔ آپ کے چچا حضرت حافظ حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کو باؤلا کہہ کر پکارتے تھے۔

آپ کی والدہ مرحومہ مغفورہ بھی آپ کی اس روش کو ناپسند کرتی تھیں کیونکہ آپ گھر میں جو چیز دیکھتے۔ خُدا کی راہ میں لُٹا دیتے۔ جود و سخاوت میں تو آپ کے مقابلے میں حاتم طائی کے قصے بھی افسانوں سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔

آخر ایک روز حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ کو جبکہ آپ اپنے صاحبزادہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حالت پر پشیمان ہو رہے تھے۔ علاقہ حصار کے ایک صاحبِ کشف فقیر نے بشارت دی کہ گھبراؤ مت۔ تمہارا یہ بیٹا مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہے۔ ایک دن بڑا با اقبال ہوگا اور جب اس کی عمر چالیس سال کی ہوگی تو اس کا عروج دیکھو گے!

حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اس بشارت سے، اطمینان ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کا دل اپنے بیٹے کی طرف سے کبھی مکدر نہ ہوا اور پھر حتی الوسع ان کی خواہشات کے راستے میں کبھی رکاوٹ نہ بنے۔

بیعت

اب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی ہادی و مرشد کی تلاش میں تھے جس کی وساطت سے آپ اس مقامِ تک پہنچ جائیں جو آپ کے پیشِ نظر تھا اور چونکہ اس مقام تک بدوں توسل مرشد کامل کے سخت دشوار بلکہ غیر ممکن ہے۔ اس لیے آپ ہمیشہ ٹوہ اور تلاش میں رہتے۔ آپ کے خاندان کے جملہ بزرگان کا تعلق آپ سے پیشتر حجرہ شاہ محمد مقیم سے تھا۔ آپ نے بھی حضرت پیر سعادت علی رحمۃ اللہ علیہ، سجادہ نشین حجرہ شاہ محمد مقیم کی خدمت میں مرید ہونے کے لیے درخواست کی۔ حضرت پیر سعادت علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ہم میں بہت سی بدعات پیدا ہوگئی ہیں۔ آپ کسی ایسے صاحبِ باطن سے تعلق پیدا کریں جس کا مسلک ''علیٰ منہاج النبوت ہو''۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو حضرت میاں امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ جیسے پیر کامل واکمل مل گئے۔ جن کی برکت، صحبت اور انوارِ ہدایت سے آپ نے اشغال طریقہ نقشبندیہ میں تھوڑی ہی مدت کے اندر کمال پیدا کرلیا۔ اس زمانہ میں کئی سجادہ نشین حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے حلقہ بیعت میں لینے کی کوشش کرتے

رہے مگر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ان رسمی اور دُکاندار سجادہ نشینوں سے مطمئن نہ ہونے والی تھی۔ آخر اطمینانِ قلب نصیب ہوا تو اپنے پیشوا حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن کوٹلہ شریف (پنجو بیگ) کی صحبت بابرکت میں ہی رہنے سے۔

حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں صاحب کے مرشد و پیشوا حضرت بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نہایت بلند قامت حسین و جمیل اور خضر صورت بزرگ تھے۔ آپ کا رنگ سرخ، ریش سفید، پیشانی کشادہ اور بینی دراز تھی۔ خندہ رو تھے۔ عمر شریف سو سال سے اوپر تھی لیکن ابرو پر بل نہ پڑا۔ آپ کو قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت ملی تھی۔ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شیخِ طریقت قطب الاقطاب غوث الاغیاث حاجی حرمین شریفین الیکرمین حضرت شاہ حسین المعروف بھورے والے قدس سرہٗ تھے۔ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آپ کو کوٹلہ شریف میں متعین کیا گیا تاکہ آپ اراضیات متعلقہ مکان شریف کی نگرانی رکھیں۔ اصل وطن آپ کا دھرم کوٹ ضلع گورداسپور تھا۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو حد درجہ کی محبت تھی۔ ایک بار شرقپور تشریف لائے۔ برسات کا موسم تھا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خاطر آپ کی فہمائش پر چائے پکانے لگے۔ لکڑی وغیرہ ہاتھ نہ آئی تو اپنی دستار مبارک سے ہی سے ایندھن کا کام لیا۔ آپ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اور خلوص نے دل میں جگہ کرلی۔ ایک بار حضرت بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ شرقپور تشریف لائے تھے۔ جب شرقپور سے عازم کوٹلہ شریف ہوئے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ رخصت کرنے کے لیے ساتھ ہولیے۔ شرقپور کے باہر ترکھانوں کی دُکان پر آپ کو کسی ضرورت کے لیے ٹھہرنا پڑا۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ دُکان

والوں کی درخواست پر چارپائی پر بیٹھ گئے لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بوجہ ادب زمین پر ہی دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ اگرچہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کپڑے سب کے سب خراب ہو گئے۔ مگر کچھ پرواہ نہ کی۔ بعض اوقات حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کوٹلہ شریف تشریف لے جاتے۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اونٹنی پر سوار ہوتے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمراہ پیدل دوڑتے ہوئے جاتے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف میں اپنے پیشوا کی خدمت میں کئی روز تک رہتے۔ وہاں چکی پیستے اور لکڑیوں کی گٹھڑیاں لاتے۔ ایک دن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا: ''آپ آئندہ لکڑیوں کی گٹھڑیاں نہ لایا کریں''۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سخت وجد کی حالت طاری ہوتی۔ کوٹلہ شریف کے باہر چھپڑ میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ غسل کرنے کے لئے داخل ہوئے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کتے کے بھونکنے کی آواز پر پانی ہی میں وجد طاری ہو گیا۔ وجد ایسا سخت تھا کہ آدمی کے قد کے برابر پانی کی سطح سے اوپر اٹھتے اور تہ آب تک جا گرتے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پکڑو پکڑو۔ لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مچھلی کی طرح اِدھر اُدھر نکل جاتے اور کسی کے قابو میں نہ آتے۔

حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں رحمۃ اللہ علیہ کے حد سے بڑھے ہوئے خلوص، حسن عقیدت اور رابطہ اتحاد کو دیکھ کر فرمادیا: ''جو میرے اور شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان فرق سمجھے گا وہ بے ایمان ہے''۔ ایک بار پھر فرمایا: ''شیر محمد تم مجھ سے بڑھ گئے''۔ پھر ارشاد فرمایا: ''میری جو کمی تھی وہ شیر محمد نے پوری کر دی ہے''۔ ایک دفعہ زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا: ''میری اور شیر محمد کی مثال حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی سی ہے''۔ لوگوں سے فرمایا کرتے ''میاں شیر محمد کی فقیری آج کل والی نہیں۔ سلف صالحین کے طریق پر ہے''۔ حضرت بابا امیر الدین

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بہت پیار تھا۔ شرقپور میں چند لوگوں نے بھی بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے اور تعلیم سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اشغالِ نقشبندیہ میں کمال حاصل کر لیا۔ لطائفِ شش گانہ مفتوح ہو گئے۔ سلطان الذکر کی منزل طے ہو گئی۔ نفی اور اثبات اور طریقہ یادداشت باحُسن وجوہ حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نقشبندی سلسلہ میں بیعت لینے کی اجازت فرمائی۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مزار مبارک پر اکثر جایا کرتے اور مراقبہ میں بیٹھ کر آپ کی روح سے فیضان حاصل کرتے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقشبندی سلوک میں پنجابی زبان میں ایک رسالہ ''چشمہ فیض معرفت'' کے نام سے لکھا جو چھپ چکا ہے۔ اس رسالہ میں آپ نے اپنے پیشوائے طریقت حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات اور اشغالِ طریقہ نقشبندی لکھے ہیں۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسند تلقین و ارشاد پر آپ کا تصوفی طریقہ

چونکہ اشغالِ نقشبندیہ طالبان کے لیے نہایت مشکل ہیں۔ آج کل طبیعتیں بہت کمزور ہو گئی ہیں اور ان اشغال پر عمل پیرا ہو کر حصولِ مراد کی استعداد باقی نہیں رہی۔ اس لیے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشغال کو نہایت آسان اور سہل الحصول کر دیا ہے۔ آپ حصولِ تقربِ الٰہی کے لیے عموماً تین شغل فرمایا کرتے۔ ذکرِ تلاوتِ قرآنِ

مجید اور نماز۔ ذکر کے متعلق آپ اپنی مجالس میں اور اپنے احباب کو مکتوبات میں جو کچھ ارشاد فرماتے اس کا ملخص یہ ہے۔

''ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے ارشادِ خداوندی: فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ج (النساء، ۱۰۳) ۔ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ذکر کرو۔ رات دن، خشکی تری، سفر حضر، تونگری فقر، تندرستی، مرضِ خفیفہ علانیہ اور بعض صوفیا نے فرمایا ہے کہ ہر فرض عبادت کی حق تعالیٰ نے کوئی حد اور انتہا ضرور مقرر فرمائی ہے اور عذر کے وقت معذور بھی قرار دیا ہے۔ مگر ذکر کی کوئی بھی حد نہیں۔ جہاں پہنچ کر ختم ہو جاوے اور کوئی عذر بھی قابلِ سماعت نہیں۔ کیونکہ بجز مجنون کے اس میں کوئی معذور نہیں اور اگر کسی کو معذور قرار دیتے تو وہ حضرت زکریا علیہ السلام ہوتے کہ باوجود بڑھاپے اور اس قدر ضعف کے کہ بات تک کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اس طرح حکم ہوا۔ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ط وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ط کہ تمہارے لڑکا پیدا ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تین دن کسی آدمی سے کلام نہ کرو گے مگر اشارہ کے ساتھ اور خدا تعالیٰ کا ذکر بکثرت کرتے رہنا۔ اور اگر کسی کے لیے ذکر ترک کرنے میں کوئی عذر قابلِ لحاظ ہوتا تو غازی و مجاہد کا شغل ہوتا مگر ان کو بھی مشقت اور مشغولی کے باوجود یوں حکم ہے۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ'' کہ اے ایمان والو جب کافروں کے ساتھ جنگ کیا کرو تو پاؤں جمائے رکھو اور اللہ کا ذکر بہت کرو تا کہ فلاح پاؤ''۔ نیز قیامت کے دن ساری عبادتیں، نماز روزہ وغیرہ ساقط ہو جائیں گی۔ اس لیے کہ عالمِ آخرت میں بندے مکلف نہ ہوں گے۔ مگر ذکر آخرت میں بھی زائل نہ ہوگا۔ نیز حق تعالیٰ دوسری جگہ سورہ جمعہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ط'' اللہ تعالیٰ کا کثرت سے

ذکر کرو تا کہ فلاح پاؤ''اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر جہاد، صدقات اور خیرات سب سے افضل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ذکر سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔ ذکرِ الٰہی کے لیے ایک مغز اور تین پوست ہیں اور مغز تو مقصود بالذات ہے۔ مگر پوست اس کے لیے مقصود اور محبوب ہیں کہ وہ منزل تک پہنچنے کے ذرائع اور اسباب ہیں۔ پہلا پوست صرف زبان سے ذکر کرنا ہے اور پوست قلب سے ذکر کرنا اور جبراً با تکلف اس کا خوگر ہونا۔ یاد رکھو کہ قلب کو اپنی حالت پر نہ چھوڑنا چاہیے کیونکہ اس کو تفکرات اور تخیلات میں پڑنے سے پریشانی ہوتی ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ اس کی مرغوب شے یعنی ذکرِ الٰہی اس کے حوالے کر دی جائے تا کہ اس کو اطمینان حاصل ہو جائے۔ تیسرا پوست یہ کہ ذکرِ الٰہی قلب میں جگہ کر لے اور ایسا گڑ جائے کہ اس کا چھڑانا دشوار ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے درجے میں جس طرح قلب کو ذکر کی عادت ڈالنے میں دقت پیش آئی تھی۔ اس تیسرے درجے میں قلب سے ذکر اللہ کی عادت اس سے زیادہ دشوار ہو جائے۔ چوتھا درجہ جو مغز اور مقصود بالذات ہے۔ وہ یہ ہے کہ قلب میں ذکر کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔ بلکہ مذکور حق تعالیٰ کی ذات ہی ذات باقی رہ جائے کہ نہ قلب کی طرف توجہ رہے نہ ذکر کی جانب التفات اور نہ اپنی خبر ہو اور نہ کسی دوسرے کی غرض۔ ذات بحت میں استغراق ہو جائے۔ اسی حالت کا نام فنا ہے اور اس حالت پر پہنچ کر بندہ کو نہ اپنے ظاہری حس و حرکت کا علم ہوتا ہے اور نہ باطنی عوارض کا۔ یہاں تک کہ اپنے فنا ہو جانے کا علم بھی نہیں رہتا کیونکہ فنا ہو جانا بھی تو خدا کے علاوہ دوسری ہی چیز ہے اور غیر اللہ کا خیال میل کچیل اور کدورت ہے۔ پس فنا کا علم بھی اس درجہ میں پہنچ کر کدورت اور بُعد ہوا۔ یہی وہ حالت ہے جس میں اپنے وجود کے فنا کے ساتھ خود فنا سے بھی فنایت ہوتی ہے''۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ خواہ کچھ بنے نہ بنے مگر ذکر

شریف کمر بستہ کیے جاؤ۔ایک دفعہ حکایت بیان فرمائی۔بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا۔اسے ندا ہوئی کہ تمہاری ستر سال کی بندگی قبول نہیں ہوئی۔اس نے جواب دیا۔ہمیں بندگی کرنے کی غرض ہے خواہ قبول ہو یا نہ ہو۔ارشاد فرمایا: ''اللہ اللہ کہو۔اللہ رہے تُو نہ رہو''۔

چونکہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ،صاحبِ جذب تھے۔مستعد طبیعتوں کو ایک ہی جلسے میں لطائفِ شش گانہ کے دروازے مفتوح کر کے سلطان الذکر کی منزل تک پہنچا دیتے اور یہ خاصا خاندانِ نقشبندیہ ہی کا ہے کہ سالک کو ابتدائے حال میں اس قسم کی عنایات پیرِ طریقت کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے جو دوسرے سلسلوں کے انتہا میں حاصل ہوتی ہیں۔

آپ ہر کسی سے بیعت نہ لیتے تھے بلکہ عوام الناس سے لفظ بیعت تک بھی سننا گوارا نہ کرتے۔فرمایا کرتے کہ بیعت کے معنی اپنے وجود کو اور اس کی جملہ خواہشات کو اپنے شیخ کے ہاتھ میں فروخت کر ڈالنا ہوتا ہے اور جب لوگ ایسا نہیں کرتے تو اس رسمی اور مروجہ بیعت کی کیا حاجت ہے۔اگر کسی نے مان لیا تو بیعت ہی بیعت ہے۔لیکن بایں ہمہ پھر بھی خواص کو اپنے حلقہء بیعت میں داخل کر لیتے۔عوام الناس کی اصلاح کے لیے شاہراہِ نبوت پر چلا کرتے۔ہر ایک کے حسبِ استعداد اکثر درود شریف خضری صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمْ کم سے کم سو بار اور زیادہ سے زیادہ دو ہزار بار پڑھنے کی تلقین فرماتے۔بعض کو سورۃ الحمد شریف،سورۃ اخلاص،سورۃ الم نشرح،آیت الکرسی،معوذتین اور قرآن شریف کی بعض دوسری آیات بعد ہر نماز چند چند بار کی تلقین فرماتے۔مرض الموت میں سب کو تلقین کی کہ ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص اور گیارہ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط پڑھا کریں۔یہ کلمات آپ نے متعدد بار دہرائے۔

تصورِ شیخ کے متعلق ایک دفعہ ارشاد فرمایا: "اگر بے تکلف پک جائے تو خیر ورنہ ہمارے طریقہ میں تصورِ اسمِ ذات ہی کا ہے۔ ہم نے سب وظیفوں کو چھوڑ کر اسمِ ذات ہی کو مقدم رکھا ہے"۔

آپ کی خدمت میں بڑے بڑے علما، سجادہ نشین تشریف لاتے، امراء، ملازمین، تجار اور عوام الناس کا کوئی گنت شمار نہیں۔ پنجاب کا کوئی ضلع آپ کے احباب سے خالی نہیں۔

معشوق نہیں کوئی حسیں تم سے زیادہ مشتاق ہیں کس ماہ کے انجم سے زیادہ
کیا کہتے تیرے عاشق بیتاب ہیں کتنے ذروں سے زیادہ ہیں یہ گنجم سے زیادہ

وابستگانِ دربار کوٹلہ شریف اور مکان شریف خزائن برکات و فیضان کا کلید بردار آپ کو ہی سمجھتے تھے اور آپنے اپنے چراغ اسی مصباحِ ہدایت سے روشن کرتے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدّعی کے واسطے دارورسن کہاں

دوسرے مشائخ طریقت اور ان کے مریدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ ان کو بھی اُسی نظر سے دیکھتے جس نظر سے صرف اپنے ملنے والوں کو۔ آپ کے چند خلفاء بھی ہیں۔ جنہیں آپ کی طرف سے تلقین وارشاد کی اجازت ہے۔

تعمیرِ مساجد

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط (توبہ ۹: ۱۸)

ترجمہ: سوائے اس کے نہیں کہ آباد کرتا ہے اللہ کی مسجدوں کو وہ شخص جو ایمان لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر۔

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے متعدد مسجدیں اپنی زندگی میں شرقپور خاص اور بیرون شرقپور میں تعمیر کروائیں۔

(ا) محلّہ نبی پورہ ملحقہ شرقپور لبِ سڑک واقع ہے۔ یہاں صرف ایک مسجد کا نشان باقی تھا اور وہ بھی غیر محفوظ۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان ہی نشانات پر مسجد تعمیر کرائی اور خادم مسجد کے لیے مسجد کے متصل ایک مکان بنوایا۔ اپنی گرہ سے ایک اور مسجد بنوائی۔

(ب) ایک مسجد قبرستان ڈاہراں والا میں جو شرقپور سے مغرب کی طرف ہے، تعمیر کروائی۔ مسجد کے متصل مسجد کے خدمت گار کے لئے ایک کمرہ بنوایا۔ مسجد کے لئے ایک امام مقرر کیا۔ اس کے ہر قسم کے اخراجات کے کفیل بھی آپ ہی تھے۔

(ج) محلّہ دُھدل پورہ شرقپور میں برلب سڑک ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ اس محلّہ کے لوگ بوجہ مسجد نہ ہونے کے سخت تکلیف میں تھے۔

(د) کوٹلہ شریف میں ایک نہایت شاندار پختہ مسجد بنوائی جو اس نواح میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ کئی ہزار روپے کی لاگت آئی۔

(ہ) مسجد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ مسجد پہلے بہت تنگ تھی۔ جمعہ کے روز خلقت کا ہجوم اس قدر ہوتا کہ صف بندی بھی مشکل ہو جاتی۔ بہت سے لوگ جگہ نہ ملنے کی وجہ سے آپ کے مواعظ سے محروم رہتے۔ آپ کے دل میں مدت سے اس مسجد کی وسعت کی آرزو تھی۔ آخر آپ نے ۱۳۴۰ھ میں مسجد کے چند ملحقہ مکانات خرید کر مسجد میں شامل کر لیے۔ اور کوٹلہ شریف والی مسجد کے نمونہ پر اس مسجد کو تعمیر کیا۔ تقریباً پچیس ہزار روپیہ کی رقم اس پر خرچ آئی۔

مساجد کی تعمیر کے متعلق جملہ کارکنوں یعنی معمار۔ ترکھان۔ مزدور وغیرہ سب کو اپنے گھر سے کھانا کھلاتے۔

اشاعتِ کتب

آپ نے بعض کتابیں جو نایاب ہوگئی تھیں۔ بصرفِ زرِ کثیر نہایت اہتمام سے چھپوا کر اپنے ملنے والوں میں مفت تقسیم کیں:۔

(ا) حکایاتِ صالحین مترجم اردو۔

(ب) مراۃ المحققین بمعہ ترجمہ۔ یہ کتاب حضرت خواجہ بزرگوار امام علی شاہ صاحب قدس سرہٗ نے جمع کی۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں قطب الاقطاب حاجی حرمین شریف حضرت شاہ حسین قدس سرہٗ کے مختصر حالات ہیں۔ دوسرے حصے میں آپ حضرت قدس سرہٗ کے کلماتِ متبرکہ در بارہ سلوک واشغالِ نقشبندیہ درج ہیں۔

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ آپ تفسیر، سیرۃ النبی، اوراد و وظائف، فقہ، اخلاق، تصوف اور حدیث کی جن جن کتابوں کو طالبانِ حق کے لیے مفید سمجھتے اپنی لاگت سے متعدد نسخے منگوا کر مفت تقسیم کرتے۔ کتابوں کا بدرجہ کمال ادب کرتے۔

مذہبی تعامل

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آج کل کے مذہبی خانہ برانداز جھگڑوں میں بالکل نہ پڑتے بلکہ اس قسم کے علماؤں اور واعظوں کو جزوی مسائل پر جھگڑنے اور ایک دوسرے کی تلعین وتکفیر کرنے کو نہایت بُرا سمجھ۔ آپ کا مسلک صلح کل تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس وقت سارے ملک میں صرف آپ ہی کی ایک ایسی ہستی ہے جسے تمام اسلامی فرقوں کے پیر یکساں بزرگ سمجھتے ہیں۔ شیعہ، بریلوی، دیوبندی، اہلِ حدیث، اہلِ قرآن وغیرہ سب کے سب آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعاؤں کے طالب ہوتے ہیں۔

بااینہمہ آپ پکے حنفی مذہب تھے۔ فرمایا کرتے ہم تین اعظموں کے درمیان

ہیں۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پر براہِ راست آنحضرت ﷺ کے سینہ سے انوار و تجلیات کا فیضان ہوتا تھا۔

آپ اپنے سارے دوستوں کو حنفی مذہب کی پابندی کی تلقین کرتے۔ جسکا مسلک آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے باہر ہوتا اسے راہِ راست پر خیال نہ کرتے۔

مکان شریف

موضع رتر چھتر المعروف مکان شریف میں آپ کے مشائخ قطب الاقطاب (حضرت شاہ حسین) حضرت امام علی شاہ اور (حضرت صادق علی شاہ) قدس سرہٗ کے مزارات مبارک ہیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مکان شریف سے اس درجہ محبت تھی کہ جس کی کیفیت بیان کرنا قلم کے امکان سے باہر ہے۔ متواتر چالیس سال سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف کے سالانہ عرس پر (منعقدہ 13۔شوال) کو جاتے رہے۔ آپ کے ہمراہ سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے مخلصین جاتے۔ عرس پر کوئی امر خلافِ شرع وقوع میں نہ آتا۔ تلاوت قرآنِ مجید، وعظ، نعت خوانی اور ختم شریف کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے عرس کے موقع پر خلقت جمع ہو جاتی۔

فَطُوبیٰ لِبَابِ کَبَیْتِ الْعَتِیْقِ
حَوَالَیْهِ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

اثنائے قیام مکان شریف میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشائخ کے مبارک مزارات پر وقت کا زیادہ حصہ گزارتے۔ مراقبہ میں بیٹھتے اور ارواح مقدس حضرت قطب الاقطاب حضرت شاہ حسین رحمہ اللہ تعالیٰ و قطب الاقطاب حضرت امام علی

شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کی طرف متوجہ ہوتیں اور آپ پر توجہ فرماتیں۔ آپ پر اس وقت نہایت عجیب و غریب کیفیات وارد ہوتیں۔

روضہ شریف کا گنبذ بڑا عالی شان ہے۔ گنبذ کا کلس بڑے زلزلہ میں ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے نامی معمار بلوائے گئے مگر کسی کو کلس کے سیدھا کرنے کی جرأت نہ پڑی۔ حضرت میر بارک اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جو اسے سیدھا کرے گا۔ مَیں اُسے ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ آخر جب سب طرف سے مایوسی ہو گئی تو حضرت میاں رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلس سیدھا کرایا۔ اس کا سیدھا کروانا آپ کی خاص کرامت میں ہے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بالخصوص حضرت خواجہ مظہر قیوم مدظلہ کی نہایت عزت و تکریم کرتے تھے۔ وہ بھی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وجود کو باعثِ صد فخر و مباہات سمجھتے تھے۔

شجرہ نقشبندیہ

تصنیف حضرت امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ پیرِ طریقت حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اے خدا مجھ پر عطا کر بطفیلِ مصطفٰےؐ ۔۔۔ واسطے صدیق اکبرؓ ہے وہ صادق بے ریا

واسطے سلمان فارسؓ قاسمؒ و جعفرؒ ولی ۔۔۔ باطفیل بایزیدؒ و بوالحسنؒ اور بو علیؒ

واسطے ہمدان یوسفؒ عبد خالق غجدوان ۔۔۔ خواجہ عارفؒ ریوگر محمودؒ کی خاطر چناں

واسطے خواجہ علیؒ راہ متیں کے اے خدا ۔۔۔ خواجہ بابا سماسیؒ میر آلِ مصطفٰےؐ

واسطے خواجہ بہاؤالدینؒ کہ ہے مشکلکشا ۔۔۔ حضرت یعقوب چرخیؒ کیلیے ہے التجا

واسطے خواجہ عبید اللہؒ کے ہے میری یہ عرض ۔۔۔ خواجہ محمد زاہدؒ یکتا طرا اے خدایا الغرض

واسطے درویش" میری عرض ہے دربارگاہ
خواجہ امکنگ" خاطر میرے اوپر کر نگاہ

واسطے خواجہ محمد باقی باللہ" باصفا
خواجہ احمد مجدد الف ثانیؒ باخدا

خواجہ معصوم" حضرت الف ثانیؒ کے پسر
خواجہ عبدالاحد" کی خاطر خدایا لطف کر

واسطے سعید" کی خاطر حنفی و پارسا
واسطے شیخ محمد" خواجہ زکی" باخدا

واسطے خواجہ محمد" حاجی احمد" کر نظر
باطفیل شاہ حسین" نظر رحمت فضل کر

واسطے آں قطب عالم پیر پیراں دستگیر"
خواجہ حضرت امام علی" شاہ روشن ضمیر

واسطے آں پیر صادق علی شاہ" خلف امام
ماسوا اللہ حب دل سے دور ہو میرے تمام

واسطے آں خواجگان نقشبنداں" اے خُدا
برامیر الدین" نظر کر فضل سے ہر دم عطا

ہے امیر الدین" فدا سب عاشقاں اللہ پر
عشق اپنی ذات کا کرنا عنایت اس پر

میاں صاحب کا سفر نامہ

اہلِ اللہ کی ملاقات اور مزارات متبرکہ کی زیارت

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے اکثر اولیاء اللہ کے مزارات متبرکہ کی زیارت کے لیے بڑے دور دراز سفر کیے۔ ایسے سفروں میں آپ کے ہمراہ زیادہ تر سید محمد شاہ صاحب قصوری اور مستری کرم الدین صاحب شرقپوری ہوتے۔ آپ کے سفر کا یہ دستور تھا کہ صبح صادق سے پیشتر ہی منہ اندھیرے شرقپور سے روانہ ہو جاتے۔ مندرجہ ذیل مقامات پر آپ تشریف لے گئے:

لاہور: حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر آپ اوائل عمر سے ہی جایا کرتے۔ آپ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پروانہ وار عاشق تھے۔ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے روحانی مکاشفات کے ذریعہ آپ کو بہت سے باطنی فیوض حاصل ہوئے۔ آپ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ بھی جایا کرتے

۔حضرت آغا سکندر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ ایک دو دفعہ ان کے ہمراہ پشاور بھی تشریف لے گئے۔ایک دفعہ واپسی سفر میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑوی سے بھی ملاقات کی۔

قصور: چونکہ آپ کے خاندانی تعلقات زیادہ تر قصور سے وابستہ ہیں اس لیے آپ کو اپنے اعزّا اقرباء کے رنج وراحت میں شریک ہونے کے لیے قصور جانا پڑتا۔قصور شہر کو یہ فخر حاصل ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولایت اور روحانی کمالات کی جھلک سب سے پہلے اسی جگہ کے قلوبِ صافیہ پر پڑی۔حضرت مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری رحمہ اللہ تعالیٰ اور نیز بعض دیگر مزارات پر بھی جایا کرتے۔

سرہند شریف: حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے بارہا گئے۔

ملتان: حضرت شاہ شمس قدس سرہٗ اور حضرت خواجہ بہاء الحق قدس سرہٗ ان کے علاوہ اور بہت سے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

دہلی: حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مرقد مبارک کی زیارت کی۔

کرنال و پانی پت: حضرت غوث علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور اکثر دیگر اولیاء اللہ کے مزارات پر بھی گئے۔ایک دفعہ بریلی شریف بھی تشریف لے گئے۔ایک دفعہ کوٹھہ قاضیاں۔ بیربل شریف اور للہ شریف بھی گئے۔

سوزِ دل

(حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ دیکھ کر)

از علامہ حکیم علی احمد نیرؔ واسطی پروفیسر طبیہ کالج لاہور

شان و شوکت سے یہ کس دولھا کی آتی ہے برات
تھرتھراتے ہیں فرشتے کانپتی ہے کائنات

ہر زبردست اس کی سطوت کے مقابل زیر ہے
یہ کوئی شاید محمدؐ کا بہادر شیر ہے
آج اٹھی ہے یہ کس عاشق کی میت دھوم سے
وصل ہے کس کا خدائے قادر و قیوم سے
کس جنیدِ وقت کی میت چلی آتی ہے یہ
قدسیوں کو عصمت و عفت میں شرماتی ہے یہ

اخلاق وعادات اور خصوصی کمالات

اخلاقِ محمدی کا رنگ آپ پر اس قدر چڑھا ہوا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو براہِ راست آنحضرت ﷺ کی تبعیت و معیت حاصل ہے۔ آپ صِلہ رحمی کرتے۔ مقروضوں کا بار اٹھاتے۔ غریبوں کی اعانت کرتے۔ مہمانوں کی ضیافت کرتے۔ حق کی حمایت کرتے۔ مصیبت میں لوگوں کے کام آتے۔ برائی کے بدلے برائی نہ کرتے بلکہ درگزر کرتے اور معاف فرما دیتے اور اس کے معاوضے میں ایسے شخص کے ساتھ حتی الامکان احسان کر کے اُسے اپنا گرویدہ بنا لیتے۔ اپنے ذاتی معاملے کے متعلق کبھی کسی سے ناراض نہیں ہوئے۔ ہاں البتہ احکامِ ربانی کی نافرمانی اور امرِ حق کی مخالفت کے وقت بعض اوقات سخت طیش اور غصہ میں آجاتے۔ رشتہ اَلحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ عام تنگ نظر پیروں اور علماء کی طرح جُزوی اختلافات کی بنا پر کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی اور نہ کُفر کا فتویٰ لگایا۔ فرماتے کہ اگر کسی میں ننانوے حصے کفر کے ہوں اور ایک حصہ اسلام کا تو اُس پر اسلام کا حکم لگانا چاہیے۔ حتی الوسع کسی کی کوئی درخواست رَد نہ فرماتے۔ احباب کی مجلس میں دوزانو ہو کر بیٹھتے۔ اور آپ کے زانو کبھی ہم نشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے اور اسی طرح دوسروں کو بیٹھنے کی تلقین کرتے۔ جب آپ کلام کرتے تو تمام احباب خاموش ہو کر

سر جھکا کر سنتے۔ علیحدہ علیحدہ ہر ایک سے گفتگو کرتے۔ اگر کوئی آدمی بے باکی سے گفتگو کرتا تو تحمل فرماتے۔ دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننا قطعاً پسند نہیں رکھتے تھے۔ اگر کوئی دفعتاً آپ کو دیکھتا تو اُس پر رُعب طاری ہو جاتا۔ اپنے معمولات اور مشاغل میں نہایت مستحکم اور ثابت قدم تھے۔ جو بات ایک دفعہ کی ہمیشہ اُس کی پابندی کی۔ جس کام کے کرنے کا جو وقت مقرر کیا اُس میں کبھی تخلف نہ ہوا۔ نماز اور تسبیح و تہلیل کے اوقات۔ نوافل کی تعداد۔ خواب اور بیداری کی مقررہ ساعت۔ ہر شخص سے ملنے جلنے کے طرزِ انداز میں کبھی فرق نہیں آیا۔ اِلاَّ یہ کہ آپ کا مزاج اقدس ناساز ہو اور آپ علیل ہوں۔ گفتگو کے وقت وقار اور متانت کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام کرتے۔ رخصت کرتے وقت مصافحہ بھی فرماتے۔ بعض اوقات جب آپ کو خطرہ ہوتا کہ لوگ مصافحہ کے وقت حدِ اعتدال سے بڑھ کر مصافحہ کے وقت کوئی ایسی حرکت کریں گے جو شریعت غرا کے خلاف ہوگی تو آپ مصافحہ سے پرہیز کرتے۔ کسی کو اپنے سامنے جھکنے نہ دیتے۔ اگر کوئی بھول کر ایسا کر بیٹھتا تو ایسی تنبیہ کرتے جو اس کی ساری عُمر کے لیے کافی ہوتی۔ جب تک وجود میں طاقت رہی بہ نفسِ نفیس مہمانداری کے تمام کام اپنے ہاتھ سے انجام دیئے۔ لیکن جب تاب نہ رہی تو خدام کے سپرد کر دیئے۔ آپ کا دسترخوان نہایت وسیع تھا۔ پچاس ساٹھ آدمیوں کا کھانا ایک وقت میں تیار ہوتا۔ آپ کے دسترخوان کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ کسی بڑے صاحبِ ریاست کا دسترخوان ہے۔ عموماً دعوت کے جملہ تکلفات اور لوازمات بھی موجود ہوتے۔ کھانے میں غریب اور اپنے بیگانے کا کبھی امتیاز نہ ہوتا۔ ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر سب کھاتے۔ خود دسترخوان کے وسط میں بیٹھ کر چاروں طرف نظر رکھتے۔ کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر مسنون دعا مانگتے۔ شہر کی اکثر بیواؤں اور یتیم و لاوارث بچوں کو آپ کے گھر سے دو وقت کھانا پہنچتا۔ بہت سے اندھے اور مسکین آپ کے دسترخوان پر پلتے۔ جب لوگوں سے فارغ ہو جاتے تو کتّوں کو بہت سی روٹیاں ڈالتے جو

آپ کے دروازہ کے باہر بیسیوں کی تعداد میں کھڑے رہتے۔ میلوں، محفلوں، جلسوں نیز ایسے تمام اجتماعات اور مجالس سے جو اس ملک میں مذہبی تیوہاروں کی تقریب پر ہوتے ہیں پرہیز کرتے اور روکتے۔ فرماتے کہ ان تمام کاموں میں نمود و نمائش اور ریا و تصنّع ہے۔ اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ آدمی گوشہ میں بیٹھ جائے اور اللہ کی یاد کرے۔ نبی ﷺ پر درود پڑھ کر بھیج دے۔

موجودہ زمانے کے پیر و فقیر اور خانقاہوں کے درویش و ملنگ جو امتیاز کے لیے اپنی نرالی شکلیں بنا لیتے ہیں اور مخصوص رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں ان کو دیکھ کر غصہ کی کوئی انتہا نہ رہتی لیکن ضبط اور تحمل سے ان کو صحیح راہِ اسلام کی ہدایت فرماتے۔ بازار میں سے جب گزرتے تو آپ کی نگاہ بالکل نیچی ہوتی اور اِدھر اُدھر ہرگز نہ جھانکتے۔ بازار والوں پر رُعب اس قدر چھا جاتا کہ سب ڈر جاتے اور سہم جاتے۔ بعض آدمی جو خلافِ شریعت ارتکاب کر رہے ہوں مارے ڈر کے اِدھر اُدھر چھپ جاتے۔ لوگوں میں بُری باتیں دیکھ دیکھ کر دِل میں سخت کُڑھتے۔ مجلسِ وعظ یا خطبے میں کسی شخص کا نام لے کر ذکر نہیں کرتے تھے بلکہ صیغہ تعمیم سے اس کا ذکر کرتے۔ جس سے مقصود یہ ہوتا کہ اُس شخص مخصوص کی ذلّت نہ ہو اور عام لوگوں کی اصلاح ہو۔ چونکہ آپ نہایت فیاض کریم النفس اور سخی الطبع تھے اس لیے آپ اکثر مقروض رہتے۔ مرض الموت میں آپ کا ابرِ کرم اس قدر برسا کہ جو کچھ آپ کے پاس موجود تھا وہ سب اپنے خاص احباب اور خُدّام کو اُن کی خدمت کے صلہ میں بڑی بڑی معقول رقمیں عنایت کیں تا کہ آپ کے سر پر اُن کا احسان باقی نہ رہے۔ علاوہ مادی دولت کے خاص خُدام ایسے بھی ہیں جن کو آپ نے روحانی دولت سے بھی مالا مال کر دیا۔ حُسنِ معاملہ کا آپ کو سخت اہتمام رہتا۔ بازار میں جن جن لوگوں سے آپ کے سودا سلف اور لین دین کے تعلقات تھے اُن میں سے کسی ایک سے بھی نہ سنا گیا کہ اُس نے آپ کے معاملہ کی نسبت شکایت کی ہو۔ شہر کے لوگ بہت سے جھگڑے اور تنازعات آپ کی بارگاہ میں لاتے۔ آپ

جس طرح ہوسکتا فیصلہ کروادیتے۔ مقروضوں اور مظلوموں کی خاص طور پر حمایت کرتے۔ عام فیاضی کا یہ حال تھا کہ جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اگر آپ کے پاس کچھ موجود نہ ہوتا تو اُسے کچھ نہ کچھ ضرور دے دیتے۔ بعض اوقات کپڑے، جوتیوں اور کُرتوں تک دے دیتے لیکن آپ کی اس عام فیاضی نے اکثر لوگوں کو دلیر کردیا تھا اور وہ باوجود جانتے بوجھتے ہوئے کہ آپ تنگ دست ہیں۔ آپ سے مانگنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ مشتاقانِ زیارت دوسرت مقامات سے جب خدمت میں حاضر ہوتے تو ممکل اور میوہ جات وغیرہ بطور ہدایا اپنے ہمراہ لاتے۔ آپ جملہ حاضرین میں تقسیم فرمادیتے۔ اپنے بھتیجوں اور بھتیجیوں سے جو بمنزلہ آپ کی اولاد کے تھے آپ کو نہایت محبت تھی۔ جب کبھی اُنہیں دیکھتے تو فرطِ محبت سے اُنہیں گود میں لے لیتے۔ سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ جو شخص آپ کی خدمیت میں حاضر ہوتا بغیر کچھ کھائے پیئے واپس نہ جاتا۔ باوجود اس کے کہ آپ کا ابرِ کرم ہر وقت برستا رہتا تھا تاہم کسی کا بلا ضرورت سوال کرنا آپ پر سخت گراں ہوتا تھا۔ سوال کرنے سے اور مانگنے سے ہمیشہ منع فرماتے۔ ہمیشہ بیکاروں کو کام کرنے پر آمادہ کرتے۔ آپ کی وساطت سے بہت سے بیروزگار باروزگار ہوگئے۔ بہت سے لوگوں کو دکانیں کھلوادیں۔ بیسیوں کو ملازمتیں دلوادیں۔ کئی بیکار لوگ آپ کی تلقین سے مزدوری کرنے لگے۔ فرمایا کرتے کہ آدمی خواہ کوئی کسب یا کام کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اُس کی یاد کو پیشِ نظر رکھے تو اُس کا سارا کام خدا کی عبادت ہی عبادت ہے۔ اس صادق مصدوق نبی آخر الزمان ﷺ فداہ روحی کے ارشادات جو گداگری اور سوال سے نفرت دلانے کے متعلق ہیں۔ بیکار لوگوں کو سنا سنا کر کام پر آمادہ کرتے۔ کبھی بیان کرتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص لکڑی کا گٹھا پیٹھ پر لادلائے اور بیچ کر اپنی آبرو بچائے تو اُس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے۔ پھر فرماتے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک انصاری آئے اور کچھ سوال کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا: تمہارے پاس کچھ

ہے؟انصاری بولے ایک بچھونا ہے اور ایک پانی پینے کا پیالہ ہے۔ آپ ﷺ نے دونوں چیزیں منگوا کر فروخت کر ڈالیں اور دو درم انصاری کو دے دیئے اور حکم دیا کہ ایک کا کھانا خرید کر گھر میں دے آؤ اور دوسرے سے رسی خریدو اور جنگل سے لکڑیاں لا کر شہر میں بیچو۔ پندرہ دِن کے بعد وُہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ خدمت اقدس میں آئے تو دس درم اُن کے پاس جمع ہو گئے تھے۔اس سے کچھ کپڑا خریدا اور کچھ غلہ مُول لیا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یہ اچھا ہے یا یہ کہ قیامت میں چہرہ پر گدائی کا داغ لگا کر جائے۔عوام الناس اور غرباء سے آپ صدقات اور ہدایا اور نذرات لینے سے انکار کرتے بلکہ اُلٹے اپنے ہاں سے انہیں دیتے لیکن اپنے مخصوص احباب اور دوستوں سے پوشیدہ طور پر قبول فرما لیتے تھے۔جو لوگ پوشیدہ پوشیدہ آپ کے گھر ہدایا اور تحفے اور چیزیں بھیجتے اور آپ کو معلوم ہو جاتا آپ اُن کو اس کا صلہ بھی ضرور عطا فرماتے تھے۔ وظائف، اور اد و مشاغل میں تشدد سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ ہر کام میں توسط اور اعتدال کو مدِ نظر رکھتے۔ ہمیشہ زبان فیض ترجمان پر یہ حدیث جاری رہتی تھی: خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا دین اور دنیا دونوں کے حقوق کی نگرانی پر زور دیتے۔ترکِ دنیا پر آپ نے کبھی زور نہیں دیا۔صرف اتنا ارشاد فرماتے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھو۔مداحی اور تعریف کو ناپسند فرماتے تھے۔بعض لوگ کہا کرتے حضور ہم آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہیں تو زیارت کے لفظ پر آپ سخت غصہ میں آجاتے۔فرماتے مَیں خُدا کا ایک ناچیز بندہ ہوں۔کہاں اس قابل ہوں کہ تم لوگ میری زیارت کو آؤ۔اگر کوئی شخص آپ کے رُوبرُو جھکتا یا سجدہ تعظیمی کا ارادہ کرتا تو مارے غصہ کے آپ کی آنکھیں سُرخ ہو جاتیں اور بعض اوقات تو ایسے لوگوں کو اپنی مجلس سے نکال دیتے۔تعظیم کے لیے اٹھنے کو بھی ناپسند کرتے تھے۔سامانِ آرائش سے آپ کو طبعاً نفرت تھی۔ ہر کام میں سادگی پسند فرماتے۔مسجد تُوت والی بنوائی (جو مسجد میاں صاحب والی کے نام سے مشہور ہے)۔اس کی ایک ایک اینٹ سادگی پر گواہ ہے۔اپنے مکان سے متصل ایک دومنزلہ مکان بنوایا جو

درحقیقت مہمان خانہ ہے۔ اس میں اس قدر سادگی بَرتی ہے جس کی نظیر نہیں ملے گی۔ مشیروں نے اگرچہ سخت اصرار کیا مگر کوئی کھڑکی نہیں رکھی۔

عبادات، اعمال، معاملات، لباس غرضیکہ ہر امر میں نمائش کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی میں سوائے دو معمولی مکانوں کے جن کی مہمانوں کے لیے اشد ضرورت تھی اپنے لیے کچھ نہیں بنایا۔ جو کچھ آیا خُدا کی راہ میں لٹا دیا۔ اگر آپ کو کچھ بھی اندوختنی وجمع کردنی کا خیال ہوتا تو لاکھوں کروڑوں کی جائیداد بنا لیتے۔ جس طرح آپ خود سادگی کو پسند فرماتے تھے۔ اسی طرح آپ یہ بھی چاہتے تھے کہ باقی ساری دنیا بھی سادہ زندگی بسر کرے اور تکلف وتنعم سے پاک رہے۔ یہی وجہ تھی کہ موجودہ انگریزی تمدن و معاشرت کی حد سے زیادہ مخالفت کرتے تھے اور پرانے رسم ورواج اور تمدن قدیم کے سخت حامی وپیروکار تھے۔ انگریزی لباس، جدید مصنوعات اور یورپین فیشن کے سرے سے مخالف تھے۔ فرمایا کرتے: ہم سے تو بنگالی اچھے ہیں جنہوں نے ابھی تک اپنی وضع قطع نہیں بدلی۔ انگریزی قمیضوں، سُرخ رنگ کی ٹوپیوں اور انگریزی جوتوں سے خاص طور پر روکتے تھے۔ لوہے کے کنوؤں، آٹے کی مشینوں کے بھی مخالف تھے۔ الغرض آپ قدامت پسند اور انگریزی تمدن کی ہر چیز کو بُرا کہتے۔ فرماتے کہ اس تمدن اور معاشرت نے ہم کو تباہ کر دیا ہے۔ اس تمدن کا اثر ہماری ہر رگ اور ریشے میں سرایت کر گیا ہے۔ اس تمدن نے نہ ہم کو دین کا چھوڑا نہ دنیا کا۔ جب سے یہ تمدن ہم پر چھایا ہے۔ ہم پر خیر وبرکت کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔ ہماری دعائیں بارگاہِ الٰہی میں نہیں پہنچتیں۔ راستے ہی میں رُک جاتی ہیں۔ کیونکہ ہماری دعاؤں کے پَر اور بازو ٹوٹ گئے ہیں۔ آج مسلمان صرف نام ہی کے مسلمان ہیں۔ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صرف زبانی زبانی ہی پڑھتے ہیں۔ حقیقت میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ انگریز رسولُ اللّٰہ کا کلمہ ان کے ہر رگ وریشے میں جاری

ہے۔ فرماتے: آج ہم خدا کی پرستش نہیں کررہے بلکہ بتوں والے پیسوں کی پرستش کرتے ہیں۔ فرماتے: چھاپے خانوں کی کثرت نے دینی کتب کی قدر و عظمت کو ہمارے دلوں سے محو کردیا ہے۔ آپ نے ساری عمر کوئی امتیازی لباس نہیں پہنا۔ آپ کے لیے کوئی مخصوص مسند نہ تھی۔ جہاں عام لوگ بیٹھتے وہیں آپ بیٹھتے۔ بعض نو وارد آپ کو پہچان نہیں سکتے تھے اور آپ کی بجائے آپ کے خادموں کو ہی (میاں صاحب) سمجھ بیٹھتے تھے۔ مہمان بیمار ہوجاتے تو اُن کی تیمارداری خود کرتے۔ ان کے پاخانے اپنے ہاتھ سے اٹھاتے۔ دوا پلاتے اور مُٹھی چاپی کرتے۔ اوائل عمر میں آپ تن تنہا اور یکہ تھے۔ کوئی آپ کا آشنا نہ تھا نہ آپ کا شناسا۔ آپ نفس کُشی کے لیے کئی کئی روز تک بھوکے رہتے۔ کھانا روکھا سوکھا کھاتے۔ اس شدید مجاہدہ اور ریاضت نے آپ کی صحت پر نہایت ناگوار اثر کیا۔ اسی ابتدائی عمر کے مجاہدہ اور ریاضت کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ آخر عمر میں بالکل صاحب فراش ہوگئے۔ بدنی طاقتوں اور جسمانی قویٰ نے جواب دے دیا۔ ابتدائی اور متوسط عمر میں ویسے بھی تنگدست رہتے تھے۔ مگر آخر عمر میں جبکہ ایک دنیا کے قلوب آپ کے زیرِ نگیں ہوگئے تھے۔ آپ کے فقط لب کی جنبش پر فدا کاران دولت کے انبار نثار کرنے پر تیار تھے۔ آپ نے اپنی ذات کے لیے اس حالت میں کبھی اچھے کھانے استعمال نہیں کیے بلکہ اگر سالن وغیرہ اچھا ہوتا تو اس میں پانی ملا لیتے تاکہ بے ذائقہ ہوجائے اور نفس کو لذت حاصل نہ ہو۔ بلند اور پختہ مکانات سے ہمیشہ روکتے اور مذمت بیان کرتے۔ ہندو سکھ اور عیسائی بھی آپ سے ملاقات کے لیے آتے۔ آپ نہایت حُسنِ خلق سے پیش آتے۔ اُن سے بڑی دیر تک توحید اور دیگر مسائل پر گفتگو کرتے۔ آپ کے محلہ میں دو تین ہندو رہتے تھے۔ اُن سے آپ کو حد درجہ کا پیار اور محبت تھی۔ ان کی تالیفِ قلوب میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ ہمیشہ تلقین کرتے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو باہمی آویزشوں اور خانہ جنگیوں سے باز رہنا چاہیے۔ انگریز تو چاہتے

ہیں کہ ہندو اور مسلمان آپس میں لڑیں اور ہماری سلطنت کی بنیادیں اور مضبوط ہو جائیں لیکن ہندوؤں اور مسلمانوں کو چاہیے کہ اس نکتہ کو سمجھیں۔

الغرض آپ نے حُسنِ خلق کا سکہ ایک دنیا کے دِل پر بٹھایا ہے اور اس معاملہ میں کوئی آپ کی نظیر نہیں رکھتا۔ علماء اور گدی نشین جب آپ سے ملاقات کے لیے آتے تو انہیں تلقین و ہدایت بھی کرتے مگر ساتھ ہی ان کی حد سے زیادہ عزت و توقیر کرتے۔ ان کو رخصت کرتے وقت اُن کی خدمت میں ہدایا پیش کرتے اور مشایعت کے لیے کتنی دُور تک اُن کے ساتھ جاتے۔ بڑے بڑے جلیل القدر علماء ہم زبان ہو کر کہہ دیتے کہ اُن کے قلوب کے علل اور ارواح کی بیماریوں کو اگر شفا نصیب ہوئی تو صرف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں ہُوئی ہے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ساری عمر کوئی دربان اور حاجب نہیں رکھا مگر آخیر عمر میں جبکہ آپ کی طبیعت نہایت ناساز رہتی تھی اور ویسے بھی نہایت ضعیف و نحیف ہو گئے تھے۔ آپ نے مولوی دین محمد صاحب فیض پوری کو دربان مقرر کیا۔ مولوی دین محمد صاحب کے ذمہ یہ کام تھا کہ جو شخص ملاقات کے لیے آئے اُس کی اطلاع میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کر دیں۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگر کسی کام میں مشغول ہوتے یا بوجہ علالت و ضعف آپ کی طبیعت تاب نہ لا سکتی تو انتظار کے لیے ارشاد فرما دیتے نہیں تو بلا لیتے۔ بعض لوگ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس عمل پر معترض ہیں لیکن جو لوگ آپ کے حقیقتِ حال سے واقف ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کیا تھا بوجہ انتہائی مجبوری و معذوری کیا تھا۔ آپ کے اعضائے رئیسہ یہاں تک آپ کو جواب دے چکے تھے کہ خطبہ جمعہ یا وعظ کے بعد جب تک دو تین روز تک کامل سکون و راحت نہ فرماتے۔ آپ کا گفتگو کرنا اور اٹھنا بیٹھنا محال ہو جاتا۔ ان حالات میں اگر کوئی حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرے یا مولوی دین محمد صاحب کی درشتی طبع کی شکایت کرے تو بالکل بے جا ہے۔

لُئُو لُئُو وَ الْمَرْجَانُ

یعنی آپ کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے

انمول موتی

حصہ نظم

حضرت میاں صاحب خُود شاعر نہ تھے لیکن بیخودانہ اور سرخوش حالت اور عالمِ وجد میں آپ کی زبان سے اس قسم کے اشعار وغزلیات اور قصائدور باعیات نکلتے تھے جن پرغور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ محبتِ الٰہی اور عشقِ محمدی ﷺ میں پاؤں سے سرتک ڈوبے ہوئے ہیں۔ جو کچھ آپ کہتے تھے وہ بالکل آپ کے دل کا آئینہ ہوتا تھا۔ اس میں کچھ بناوٹ یا تکلف کو دخل نہ ہوتا اور سننے والوں پر آپ کے ان برمحل اور برجستہ اشعار کا اثر اس قدر پڑتا کہ وہ کبھی زائل نہ ہوتا۔ بعض اوقات عالمِ محو اور بے خودی میں ایسے ایسے برجستہ اور پُر از بلاغت وفصاحت قصائد پڑھتے کہ سامعین حیران وششدر رہ جاتے۔ آپ کو اپنی طبیعت کے مناسب اور حسب حال فارسی، اردو اور عربی کے شعرائے عالی کا اس قدر کلام یاد تھا کہ اگر سب کو درج کیا جائے تو ایک الگ دفتر بن جائے گا لیکن مَیں بنظرِ اختصار آپ کے کلام کا انتخاب پیش کرتا ہوں۔ امید ہے ناظرین میرے اس کام کی قدر کریں گے۔

سرورِ کونین ﷺ کی شان و مدح میں

همه انبیاء در پناهِ تو اند — مقیم درِ بارگاهِ تو اند

تو مهرِ منیری همه اختر اند — تو سلطانِ ملکی همه چاکر اند

خُدا، کس کو کہتے تھے کیا جانتے تھے
تیرے منہ سے ذکرِ خدا ہے محمدؐ

جسے کہتے ہیں سب کلامِ الٰہی
وُہ تیری زباں سے سنا ہے محمدؐ

تیرا وصل جنت تیرا ہجر دوزخ
تیری دید، دیدِ خدا ہے محمدؐ

خدایا بدہ شوق ذاتِ رسولؐ
بدر دِ محمدؐ مرا کُن قبول

شب و روز در عشق حضرتؐ بدار
ہمہ عمر در وصلِ احمدؐ گزار

چُوں بلبل بر آں گل فدائم کُنم
چو پروانہ جلوہ نمائم کُنم

حیاتی مماتی ہمہ وقتِ ما
عطا کُن وصالِ مرا مصطفٰےؐ

حمد محمودے کہ دَر جُملہ صوَر
شُد با نوارِ محمدؐ جلوہ گر

زانکہ از نورش محمدؐ شُد عیاں
گشت از نُورِ محمدؐ دو جہاں

در لباسِ احمدی نُورِ احد
واسطہ شُد خَلق را ہبر رشد

امرِ صَلُّوا بہرِ ایں فرمودہ حق
مومناں را بلکہ خود دارد سبق

قدرِ حُب خود درُود بر رسولؐ
بلغ اے غفار از عاجز خمول

بعد حمدِ ذات بے چُوں و چگوں
پس درود مظہر ایں جُملہ چوں

اے دل بگو بیاں زکمالِ محمدیؐ
سِرِّ خُدا عیاں زکمالِ محمدیؐ

آں جلوہ کہ طور بہ موسیٰ کلیم تافت
شعلہ یکے نشان ز جمالِ محمدیؐ

یُوسف کہ نیک سیرت وصورت کمال داشت
شد محو بے گماں ز خیالِ محمدیؐ

شمس و قمر کواکبِ اہلِ ضیاء ہمہ
پر نور نور شاں ز ہلالِ محمدیؐ

صدیق یارِ غار و عمر صاحبِ وقار
یک خلق دیگراں ز جلالِ محمدیؐ

عثمان با حیا ز حیائے عظیم شان
رمزے علی جوان ز مجالِ محمدیؐ

اظہر حسن رضا رضائے محمدیؐ
وَے کشتہ دشمناں ز نہالِ محمدیؐ

وآں غوث نامدار کہ گیلان زارِ شاں حرفے جلی بیاں زمقالِ محمدیؐ
یارب عطا کنی تو بعادل گدائے خویش یک جامِ ارغواں ز زلالِ محمدیؐ

رَسُوْلُ اللّٰهِ مَبْعُوثٌ اِلَى الْكُلِّ اِلٰى جِنٍّ وَّاِنْسٍ مَا سِوَاهُ

لِكُلِّ نَبِيٍّ فِي الْاَنَامِ فَضِيْلَةٌ وَجُمْلَتُهَا مَجْمُوْعَةٌ لِمُحَمَّدٍ

حُسنِ یوسفؑ دمِ عیسےٰؑ یدِ بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

دل و جانم فدایت یا محمدؐ سرِ من خاکپائیت یا محمدؐ

زمہجوری برآمد جانِ عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمتہ للعالمینی زمحروماں چرا فارغ نشینی

عرش است کمیں پایۂ زایوانِ محمدؐ جبریل امین خادمِ دربانِ محمدؐ
آں ذاتِ خداوند کہ مخفی و نہاں بود پیدا و نہاں گشتہ بچشمانِ محمدؐ
گر نہ بودے ذاتِ پاکت راوجود کُن نہ گفتے خالقِ ارض و سما

منم خاکِ سرِ کوئے محمدؐ اسیرِ حلقۂ زموئے محمدؐ
نمازِ عشق ہر دم میگزارم بہ پیشِ قبلۂ روئے محمدؐ
سجودِ عشق بازان است ہر دم بمحرابِ دو ابروئے محمدؐ

اگر چشم بہر روئے است مائل
بود روئے دلم سوئے محمدؐ

جہانِ در خیالِ لیلۃ القدر
حسن در بندِ گیسوئے محمدؐ

توحید و معرفت میں

تصور دل میں رکھے ذات حق کا
بہر وقت و بہر حال و بہر جا

زباں خاموش ہو پر دل میں جاری
رہے ہر وقت ذکرِ ذاتِ باری

نہ بھولا ہوں نہ بھولوں گا حشر تک میں کبھی دل سے
مزے جو جو رہے قاتل تری تلوار میں آئے

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا
سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

صد کتاب و صد ورق در نار کُن
جان و دل را جانبِ دلدار کُن

اے درونِ جان و جاں از تو بے خبر
از تو جہان پُر است جہان تو بیخبر

ترک کر دنیا کا غم بے باک ہو
چھوڑ دے اسکی نجاست پاک ہو

خاک ہو جائے گا جب آخر کو تو
خاک کے ہونے سے پہلے خاک ہو

خدایا خودی سے بچالو مجھے فقط اپنا بندہ بنالو مجھے

تُو توحید کا عاشق ہو کر غیر از خُدا کو دیکھ رہا ہے
گویا تُو کعبۂ اللہ کا متلاشی ہے مگر بتخانہ تعمیر کر رہا ہے

ہفت دریا گر بنوشم تر نگردو کام من شربت دیدار باید تشنہ دیدار را

قلم بشکن سیاہی ریز و کاغذ سوز دم درکش ایں قصہ عشق است کہ در دفتر نمیگنجد

خُدا دیدن کسے را نیست دُشوار خُدا خواہی وجودے خویش بگذا

تانیفتد بر تو مردے را نظر از وجودِ خویش کے یابی خبر

آگ تھے ابتدائے عشق میں اب ہوئے خاک انتہا ہے یہ

دیکھیں اسے ہے وہ اس سے لقا سے بھی وَرا وہ جلوہ نما ہے اس ادا سے بھی وَرا
جو دِید میں، وہم میں گمان میں آوے وہ اس سے وَرا ابل وَرا سے بھی وَرا

ہو فنا ذات میں کہ تُو نہ رہے تیری ہستی کی رنگ و بُو نہ رہے
اس قدر ڈوب اسمیں اے صابر کہ بجز ھُو کے غیر ھُو نہ رہے

وہی قلب سلیم اے جان ہے آہ جسے مارِ محبت نے ڈسا ہو

چین اس کو ہو بیٹھے اور نہ لیٹے
رگ و ریشہ میں زہر اسکا بھرا ہو

کیا کروں گا میں تیرے ہجر میں جی کرا یجان
جان تُو ہے مری سو جان ہیں تجھ پر صدقے

ما در دو جہاں غیرِ خُدا یار نداریم
جُز یادِ خُدا ہیچ دِگر کار نداریم

درویش فقیریم دریں گوشۂ دُنیا
با نیک و بد و خلق جہاں کار نداریم

ما مست صبوحیم ز میخانہ توحید
حاجت بہ بادہ خمار نداریم

با جامہ صد پارہ و با خرقہ پشمیں
بر خاک نشستیم و ازیں عار نداریم

گر یارو وفادار نداریم عجب نیست
ما یار بجز حضرتِ جبّار نداریم

ما شاخِ درختیم پُر از میوہ توحید
ہر رہگذر سنگ زند زید عار نداریم

ماتم زدگانیم دریں گوشۂ دُنیا
چُوں زاغ گذر بر سرِ مُردار نداریم

بنگر تو دلِ خستہ شمس الحق تبریز
ما جز ہوس دیدۂ دیدار نداریم

ظاہر و باطن ہو برائے خدا
چاہو خدا سے نہ سوائے خدا

دم بدم اُسی کی ہی رہے جستجو
اور نہ کچھ مطلق رہے آرزو

اے کہ بودی در حریم لامکان
چوں جدا گشتی بگو راز نہاں

پاک بُودی در حریم کبریا
از چہ پیدا شد ترا حرص و ہوا

خوش خرامیدی تو از کتمِ عدم
خوش نہادی بر سرِ ہستی قدم

گاہ در دوزخ روی سازی مقام
گاہِ در جنت روی اے خوشخرام

گاہِ کنی جلوہ در اقلیمِ فنا
گاہِ روی در عالمِ مُلکِ بقا

جانِ من با من بگو اسرارِ خویش
چشم دل روشن کن از دیدارِ خویش

ہر چہ آید در نظر از خیر و شر
جُملہ ذاتِ حق بود اے بے خبر

اوست در ارض و سما و لامکاں
اوست در ہر ذرہ پیدا و نہاں

پاس در نفاس اے اہلِ خرد
تُرا ایں قافلہ منزل برد

اوست پیدا و نہاں و آشکار
جلوہ ہا کر دست در ہر شے نگار

ہوش در دم دار اے مردِ خدا
یک نفس یکدم مباش از حق جُدا

نفی گرداں از دلِ خود ماسوا
تا نہ گنجد دَر دِلت غیر از خدا

زِنگ دِل از صیقلِ لَا پاک کُن
سِینہ با تیغ محبت چاک کن

اسمِ ذات او چو بر دل نقش است
سکہ ضرب محبت خوش نشست

گشت چوں ثبت بر نقش دل نقشِ الہ
غیر نقش اللہ را اے دِل مخواہ

چوں شوی فانی تُو از ذِکرِ خدا
راہ یابی در حریم کبریا

چوں بمانی با خدا یابی وصال
خویش را گم ساز اے صاحب کمال

ہر کہ شد در بحرِ عرفاں آشنا
ذرہ ذرہ قطرہ داندا از خدا

عشق آں شعلہ است چوں بر فروخت
ہر چہ جُز محبوب باقی جملہ سوخت

تیغ لا در قتل غیرِ حق براند
در نگر زاں پس کہ بعدِ لاَ چہ ماند

ماند اِلاَّ اللہ باقی جملہ رفت
شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

گر گزندت رسد ز خلق مرنج
کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج

از خدا داں خلاف دشمن و دوست
کہ دل ہر دو در تصرف اوست

گر چہ تیر از کماں ہے گزرد
از کماں دار بیند اہلِ خرد

اَمَا تَرٰی کَیْفَ مُبِیْتُ لَنَا الْجَدِیْدَانِ
وَنَحْنُ نَلْعَبُ فِیْ سِرِّوَّاعِلَانِ

تو دیکھے کس طرح گزرے ہے دن رات
ہمیں بس کھیلتے سب پر عیاں ہے

لَاتَرْکَنَنَّ اِلَی الدُّنْیَا وَنِعْمَتِھَا فَاِنَّ اَوْتَفَالَیْسَتْ بِاَوْطَانٍ

نہ جھک دنیا کی جھوٹی نعمتوں پر یہ دنیا بے وفا کس کا مکاں ہے

وَاعْمَلْ لِنَفْسِکَ مِنْ قَبْلِ الْمَمَاتِ فَلَا تَغْرُرْکَ کَثْرَۃُ اَصْحَابٍ وَّ اِخْوَانٍ

جو کرنا ہے سو کر لے زندگی میں نہ کھا دھوکا کہ میرا سب جہاں ہے

اُٹھ فریدا کوک تُوں جیوں کررا کھاجوار جب تک ٹانڈا نہ گرے تب تک حال پُکار

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید کیمیا ہچو صبرِ آدم کس ندید

ذرہ ذرہ آسماں اندر ہوا پُر شدہ از پرتوِ نُورِ خُدا

دلم با من ہمیگوید منم شاہباز لاہوتی بہ سیرِ عالمِ قُدسی پریدن آرزُو دارم

دریں وحشت سرائے مَن چرا باشم چرا باشم کہ من در گلشنِ وحدت چمیدن آرزو دارم

اُٹھ فریدا کوک تُوں جوں کررا کھاجوار جب تک ٹانڈا نہ گرے تب تک حال پُکار

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید کیمیا ہچو صبرِ آدم کس ندید

ذرّہ ذرّہ آسماں اندر ہوا پُر شُدہ از پرتوِ نُورِ خُدا

دلم با من ہمیگوید منم شاہباز لاہوتی بہ سیرِ عالمِ قُدسی پریدن آرزو دارم

دریں وحشت سرائے مَن چرا باشم چرا باشم کہ من در گلشنِ وحدت چمیدن آرزو دارم

نشاں نشاں کیا دکھائے تُو نے یارب بے نشاں ہو کر عیاں کیا کیا کچھ تُو نے اے خالق نہاں ہو کر

ہاں مشو مغرور بر حلمِ خُدا
دیر گیرد سخت گیرد مرتُرا

زباں سے کہتے ہیں سب لا الہ الا اللہ
مگر عمل اسپر نہیں معاذ اللہ
جو پوچھو دین کی حمیت وہ نہیں ہم میں
جو پوچھو دین کی حرارت وہ نہیں ہم میں
اسی لئے ہیں ہم میں خرابیاں پیدا
خُدا کے قہر کی ہیں نشانیاں پیدا

وَفِیْ کُلِّ شیئٍ لَہٗ شَاھِدٌ
یَدِلُّ عَلیٰ اَنَّہٗ وَاحِدٌ

بہر جا بنگری غیر از خُدا نیست
ولیکن دیدۂ ادراک وا نیست
یکے جویا کہ یارِ من کجا نیست
یکے گویا کہ یارِ من کجا نیست

حسنِ تُو ز صد پردہ عیاں است عیاں نیست
چوں در آئینہ نہاں است و نہاں نیست
وصفت بکنم چونکہ چساں است چساں نیست
ہر لحظہ بمنیم بزبان است زباں نیست

دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
مپندار سعدیؔ کہ راہِ صفا
تواں رفت جز بر پئے مصطفٰے

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی سرِّ حق بر من بہ خند

پیشوائے ماست صدر المرسلین
اُمتانِ دوست اوست بدر المومنین
ہست از پیغمبراں از خوب تر (در شان سید المرسلین) امت او از ہمہ محبوب تر

در مناجات ودعا

بندگی دکھانے کو مت کیجئے متقی کہلانے کو مت کیجئے

جو کہ عمل ہو برائے خُدا سب میں ملحوظ ہو رضائے خُدا

دم بدم اس کی ہی رہے جستجو اور نہ مطلق رہے کچھ آرزو

یاد میں اس کی سب بھلا دیجئے رنگ محبت کا دکھلا دیجئے

ظاہر و باطن ہو برائے خُدا چاہیں خُدا سے نہ سوائے خُدا

دیدۂ بینا ہو ہر اک موئے تن محو تجلّے رہے روح و بدن

اے مرے مولا میرے والی ولی کر عطا مجھکو بہ طفیل نبیؐ

جو کہ ہیں مسلمان بھائی میرے فضل سے سب کو یہ رتبہ تو دے

مائیم پُر گناہ تو دریائے رحمتی جائے کہ فضل تست چہ باشد گناہِ ما

الٰہی عاصیم اَسْتَغْفِرُاللّٰہِ تُوئی فریادرس اَلْحَمْدُلِلّٰہِ

نداریم ہیچ توشہ اندریں راہ بَجُزْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ

کریما بہ بخشائے بر حالِ ما کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہوا

نداریم غیر از تو فریاد رس تُوئی عاصیاں را خطا بخش و بس

نگہدار مارا زراہ خطا خطا درگزار و صوابم نما

خیالِ من اگر باشد تو باشی الٰہی از غمت دل ے خراشی

خیالِ غیر از من دور گرداں — بدردِ عشق خود رنجور گرداں

خیالِ غیر از من دور داریم — بہ بخش از آں کہ بس امید داریم

حدیثِ مصطفٰے صوت دہانم — کلام اللہ باشد بر زبانم

دل پابند احکامِ شریعت — دلِ آگاہ از راہِ طریقت

یا رب از سودائے خود دِلریش دار — زندہ رامُر دہ بعشقِ خویش دار

تجلّی کر کے سب تن من جلا دے — جو دکھانا کل ہو آج ہی دکھا دے

خُداوندا مسلمانم مسلمانی نمیدانم — ولیکن چوں مسلمانم مسلماں دار یا اللہ

جز تو پیش کے برآرد بندہ دست — ہم دعا و ہم اجابت از تو ہست

شب و روز در شام و در بامداد — تو بریادی از مر چہ دارم بیاد

چو اول شب آہنگ خواب آورم — بہ تسبیح نامت شتاب آورم

چو در نیم شب سر برآرم ز خواب — ترا خوانم و ریزم از دیدہ آب

وگر بامداد ست راہم بہ تست — ہمہ روز تا شب پناہم بہ تست

چو خواہم نہ تو روز و شب داوری — مکن شرمسارم دراں داوری

چشم دل از نعیم دو عالم بستہ ایم — مقصود ما ز دنیا و عقبےٰ توئی و بس

چوں تُو پنہاں شوی از من ہمہ تاریکی و کفرم — چوں تو پیدا شوی بر من مسلمانم بجانِ تو

پند و نصائح

دین ونجائے آدمی مورکھ دنیا نال — نہ نبا ہے کسے نال اوڑک دنیا حال

دین ونجایا آدمی دنیا سندی جا — چلیا دنیا چھوڑ کے مر دیا پچھوتا

دین ونجایا دُنی تھیں دُنی نہ چلی ساتھ — دونویں تھوک ونجا کے چلیا خالی ہاتھ

دین ونجایا دُنی تھیں دُنی نہ چلی ساتھ — پیر کلہاڑا ماریا غافل اپنے ہاتھ

لاہا مول ونجائیکے دشمن آکھے لگ — روسی پچھوتاوسی جاں سَڑسی وچہ اگ

مال قارونی اوہ ہے جیہڑا دین ونجا — حق خدا اور بندیاں سبھو آپے کھا

دنیا کھیتی آخرت سیتی خود حضرت فرماوے — جیہا اسو چہ بیجے کوئی تیہا ہی پھل چاوے

اس کھیتی جیہی نہ کوئی کھیتی جیتوں بیج سواریں — سونا روپا پیدا ہووے خوشیاں کر کے کھاویں

جے توں اسنوں محنت کر کے بیجیں اج دیہاڑے — بھلکے ہوسن تیرے اوتھے بوہل اتے کھلواڑے

جے بیجن ویلے کجھ نہ بیجیں موسم پیا گواویں — اگے فصل جو پکے دیکھیں رو رو پچھوتاویں

جو کجھ بیجیں سو کجھ جمیں جیہاں واہ کمائی — توں کیوں اپنی کھیتی اندر کاہی دب جمائی

کدھرے جھونا مکی دِتے کتے کماد کپاہاں — تیری کھیتی وچہ نہ دِتے بوٹا موٹھاں ماہاں

تیتھیں اگے چنگے بھائی ہل واہ گئے اگیرے — شوق عشق دی ہل پنجالی توں بھی کھن سویرے

وحدت دیاں سیاں لائیں کھیت ایمان سواریں — کفر شرک تے بوٹے سبھے چُن چُن کے تُو ماریں

نبی صدقہ ابہتا پائیں چنگی کریں بیائی — جو کجھ بیجیں چنگا بیجیں بُرا نہ بیجیں بھائی

امر الٰہی دی حدوں ذرا باہر نہ ہوویں — چلیں حکم شریعت اُتے محکم ہو کھلوویں

ربا میری مارو کھیتی پکی اوڑک ناہاں — ہن ایہہ سبھا شکن لگی کسنوں حال سناواں

رحمت دا اک بدل بھیجیں مینہ فضل دا پائیں — موئی ہوئی نوں دُوجی واری توں ہُن فیر جوائیں

فضلاندا جو ساون آوے کا مکر کرم دی آئی — اِکو ہلہ رحمت دا واہ دی پڑو کائی

رحمت ربدی اُتے تکیہ حافظ برخورداری — برکت کلمہ پاک نبی دی ہو جاسی چھٹکارا

مواعظ وارشادات

اگر چہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ تلقین وارشاد، احیائے سنت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ہی گزرتا لیکن جمعہ کے روز اپنی مسجد میں آپ کا پُر تاثیر وعظ ہوتا۔ صرف آپ کے وعظ سننے کی خاطر اطراف و جوانب کے دیہاتوں اور دور دور کے شہروں سے جمعہ کے روز لوگ مسجد میں آتے۔ آپ کے وعظ کا رنگ سادا اور تکلف و تصنع سے خالی ہوتا۔ قرآن و حدیث کا ترجمہ اور بزرگانِ دین کے اقوال اور سیدھی سادھی مثالوں پر مشتمل ہوتا تا کہ عالم و جاہل شہری و دیہاتی برابر مستفید ہو کر راہِ راست پر آجائیں۔ عام واعظوں اور مقرروں کی طرح آپ کے وعظ میں کوئی تسلسل اور ربط نہ ہوتا تھا اور نہ ہی آپ فصاحت و بلاغت اور کلام کے قواعد کے ماتحت رہ کر وعظ فرماتے۔ یہ قواعد وضوابط اور تسلسل و ربط صرف انہیں کے لیے مخصوص ہیں جنھوں نے علومِ ظاہری کے مکاتب میں تعلیم پائی ہو۔ آپ چونکہ درس گاہ علمِ لدنی کے تربیت یافتہ تھے۔ اس لیے آپ کے طرزِ بیان اور سلیقہ کلام میں وہی رنگ ڈھنگ نظر آتا جو قدرت نے تمام مظاہر کو عطا فرمایا ہے۔ قرآن حکیم قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے۔ اس کے مضامین کی طرف غور کیجیے تو کہیں قیامت کا ذکر ہے۔ کہیں جنت اور دوزخ کا۔ کہیں بشارتیں ہیں۔ کہیں نظارتیں۔ اگر احکام و معاملات کا بیان ہے۔ تو ساتھ ہی قصص امم ماضی کا۔ غرضیکہ یہ ملحوظ نہیں رکھا گیا کہ ایک بیان ختم ہو جائے تو اس کے بعد دوسرا شروع ہو۔ باایں ہمہ آپ کا وعظ حکیمانہ انداز کا ہوتا تھا۔ آپ چونکہ اپنی قوم کے صحیح نباض تھے۔ اس لیے توحید و معرفت کے وہی نسخے بتاتے جو قلوب وارواح کی علل و بیماریوں کے لیے شفا ثابت ہوں۔ آپ عام واعظوں کی طرح قصہ گوئی سے پرہیز کرتے اور نہ ہی عام علما کی طرح جزدی اختلافات اور مذہبی تنازعات کے متعلق کچھ بیان کرتے۔ بلکہ جو کچھ بیان کرتے اس سے یہ مقصود ہوتا کہ امتِ عامہ مسلمہ کی اصلاح ہو۔ آپ کے ہر وعظ کا لب لباب یہی ہوتا:۔

(۱) قرآن وسنت پر عمل کرنا (۲) دنیا سے بے رغبت ہونا (۳) اللہ اوراس کے رسول ﷺ سے محبت پیدا کرنا (۴) توحید واتباع سنت پر قائم رہنا (۵) شکر وتوکل وتقویٰ میں کامل ہونا (۶) اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہر حال میں مقدم رکھنا (۷) اپنے فیصلے شریعت کے مطابق کرنا اور کچہریوں میں نہ لے جانا (۸) ہر بستی اور گاؤں میں ایک جماعت ہو جو حق کی تبلیغ کرے، برائی سے روکے (۹) حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنا (۱۰) معاملات میں خلافِ ارشاد حضور ﷺ کے کچھ اختیار نہ کریں (۱۱) حلال کی روزی کھائیں۔ سودخوری، رشوت، خوری اور دوسروں کا حق کھانے سے اجتناب کریں (۱۲) یہود ونصاریٰ اور مشرکین کی پیروی نہ کرنا (۱۳) ملبوسات اور معاشرت میں اپنے بزرگوں کی روش اختیار کرنا۔ الغرض یہی باتیں آپ کے مواعظ کا خلاصہ ہیں۔ انہی مندرجہ بالا مضامین کے فروعوں اور شاخوں کو قرآن وحدیث اور سیرت النبی ﷺ وسیرت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اقوال واحوال بزرگانِ دین بالخصوص خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت فیاض بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محبوب سبحانی قطب حقانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، آئمہ اربعہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے۔

آپ نے کوئی ایسا وعظ بیان نہیں کیا جس میں آپ نے اکل حلال اور صدقِ مقال پر زور نہ دیا ہو۔ فرمایا کرتے جب تک حلال کی روزی نہ ملے اس وقت تک کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ شرقپور میں سودخوری کی کثرت ہے۔ آپ نے سودخوری کو روکنے کے لیے وعظ وپند تربیت وترغیب کے ذریعہ اتنی کوشش کی جو احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ اگرچہ سودخوری کی مرض اس وقت کثیر الوقوع ہے۔ کوئی قریہ اور کوئی بستی ایسی باقی نہیں جو اس نامراد مرض کا شکار نہ ہو۔ لیکن شرقپور خاص نے اس مرض کی مرکزی حیثیت اختیار کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی دیکھ کر آپ بڑا سخت کڑھتے۔ وعظ میں رو

رو کر اللہ تعالیٰ کے احکام بیان کرتے۔ سودخوری سے باز رکھنے کے متعلق قرآن حکیم کی آیات اور احادیث نبویہ ﷺ بیان فرماتے۔ لیکن افسوس صد افسوس شرقپور خاص کے لوگوں نے اس بارے میں آپ کی پاک تعلیم پر کان نہیں دھرا اور باوجود آپ کی انتہائی کوشش کے معدودے چند افراد کے سوا آپ کی اس آواز پر کسی نے لبیک نہ کہی۔ بلکہ سودخوری میں آئے دن ترقی ہی ہوتی گئی۔ آخر خدا کے یہ ہادی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح زبان حال سے یہ پڑھتے ہوئے "رَبِّ اِنِّی دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآئِیْ اِلَّا فِرَارًا" (نوح ۷۱:۴۔۵)۔ عالم آخرت کو سدھار گئے۔ آج کل کے رسمی اور نام نہاد مسلمانوں کے متعلق آپ کا یہ قول کہ مسلمان کے مسلمان اور بے ایمان کے بے ایمان کس قدر صادق آتا ہے۔ سلوک و تصوف اور توحید و معرفت کے بہت سے راز ہائے اشاروں میں بیان کر جاتے۔ جو نکتہ شناس ہوتے ان پر وجد طاری ہو جاتا۔

آج آپ کے انہی مواعظ اور ارشادات کا یہ اثر ہے کہ ایک دنیا کی کایا پلٹ گئی ہے۔ لیکن پھر بھی اشقیا ازلی خدا کی اس نعمت سے محروم رہ گئے ہیں۔ تبرکاً ذیل میں آپ کے چند ارشادات جو کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں درج کیے جاتے ہیں۔ امید ہے ناظرین کرام ان کو اپنا دستور العمل بنا کر خوشنودی روح کے باعث ہوں گے۔

ارشادات

۱۔ دنیا دریا ہے۔ آخرت کنارہ۔ کشتی تقویٰ۔ بغیر اس کے پار ہونا محال ہے۔ آدمی سب مسافر ہیں۔

۲۔ خوبی اسلام ہے چھوڑنا بے فائدہ باتوں کا۔

۳۔ تمام خلقت تین صفت کی ہے (ا) فرشتے یہ عقل رکھتے ہیں اور خواہش اور غضب نہیں رکھتے (ب) حیوان یہ خواہش اور غضب رکھتے ہیں اور عقل نہیں رکھتے (ج) انسان

خواہش، غضب اور عقل تینوں رکھتا ہے۔ اگر انسان خواہش اور غضب کو تابع عقل کر لے تو فرشتہ کا اعلیٰ رتبہ پاوے اور جو عقل کو مطیع خواہش اور غضب کے کر ڈالے۔ حیوان سے حقیر ہو جائے کیونکہ ان کی عادت ہے اور اس کا کسب۔ آدمی لذت حیوانی اور خواہش نفسانی کی طلب کرتے ہیں۔ ان کے ہمراہ بھی ملاپ اتنا ہی چاہیے جیسے ضرورت گرم مصالحہ کی طعام میں۔

۴۔ زندگی کو بہتر نہ جان۔ جب تک تجھ سے کوئی کام بہتر نہ ہو۔

۵۔ کم بخت وہ ہے جس کو آخرت کی فکر نہیں ہے اور دنیا کی لذتوں میں پڑا ہے۔

۶۔ اس دولت کو جمع کر جس کو ساتھ لے جا سکے۔ یہ سب مال متاع جسم کے ساتھ رہ جائیں گے۔

۷۔ جب مردے کو دیکھے اپنی موت یاد کرے۔

۸۔ شریر وہ ہے جو کہ شرارت کرے اور غریبوں کو ستاوے۔

۹۔ جس کو طعام سے سیری ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ بھوکا رہتا ہے۔ جس کو مال سے تونگری ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ درویش ہے۔ جو لوگوں سے حاجت چاہتا ہے محروم رہتا ہے۔

۱۰۔ جو اپنے کام میں خدا سے یاری نہیں چاہتا خوار ہوتا ہے۔

۱۱۔ جو آدمی جوانی میں خدا تعالیٰ کے فرمان کو ضائع کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو بڑھاپے میں خوار کرتے ہیں۔

۱۲۔ جو شخص ایک دن صدق سے خدمت کرتا ہے اس ایک دن کی برکت اس کے تمام زمانہ کو پہنچتی ہے۔ پس اس کا کیا حال ہوگا جو ساری عمر خدمت میں رہتا ہے۔

۱۳۔ چھ آدمی چھ چیزوں کے سبب دوزخ میں جائیں گے (۱) عرب کے لوگ تعصب اور عداوت کی وجہ سے (۲) گاؤں کے رئیس تکبر کی وجہ سے (۳) سوداگر دغا بازی کی وجہ سے (۴) عوام بخل کے سبب (۵) حاکم ظلم کی وجہ سے (۶) عالم حسد کی وجہ سے۔ حسد نیکیوں کو جلا دیتا ہے حاسد کا کوئی مددگار نہیں (ارشاد نبی ﷺ)

۱۴۔ظاہر کی پاکی باطن کی پاکی کے موافق ہو یعنی جب ہاتھ دھوئے تو چاہیے کہ دل کو دُنیا کی دوستی سے دھوڈالے۔ جب استنجا کرے تو چاہیے۔ جس طرح ظاہر کی پلیدی سے نجات پائی اسی طرح باطن یعنی غیر کی دوستی سے نجات چاہے۔

۱۵۔حماقت یہ ہے کہ اعتقاد رکھے اور عمل نہ کرے۔ کفر پنہانی یہ ہے کہ خیال کرے یہ بات ایسی نہیں کسی اور وجہ پر ہوگی۔

۱۶۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ اسد اللہ غالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) مطلوب کل مطالب مظہر العجائب والغرائب کرم اللہ وجہہٗ نے ایسی حکمت آموز باتیں بیان کیں۔ جن کی طرف کسی کا ذہن نہیں دوڑا۔

جس کی بات میں نرمی ہوگی، اس کے دل میں محبت کا مادہ ضرور ہوگا۔ جس بندہ نے اپنے نفس کی قدر پہچانی، وہ کبھی ہلاک نہ ہوا تو جس سے چاہے مانگے۔ مگر اس بات کا یقین کرلے تو اس کا قیدی ہو چکا۔ تو جس کو چاہے دے۔ اس کا حاکم و امیر ہوگا۔ تو جس سے چاہے استغنا اور بے پروائی برت۔ انجام کار اسی جیسا ہوئے گا۔

۱۷۔جس شخص کی ایمان کی بنا ان چار اصولوں پر ہو۔ اس کا ایمان محکم اور مضبوط ہوجاتا ہے۔ مسلمان خالص ہوکر بارگاہِ صمدانی اور درگاہ یزدانی کا خاص مقرب ہو جاتا ہے۔ چار اصول یہ ہیں:۔

(۱) دل کی تصدیق (۲) زبان کا اقرار (۳) تن کا عمل (۴) سنت کی متابعت۔ جو شخص ان چاروں اصولوں سے محروم ہے وہ کافر ہے۔ جو زبان سے اقرار کرے۔ دل سے تصدیق نہیں کرتا وہ منافق ہے اور منافق کا حال کافر سے بُرا ہے۔ جو شخص دل سے تصدیق کرتا ہے اور زبان سے بھی اقرار کرتا ہے جو اس پر عمل نہیں کرتا۔ وہ فاسق ہے۔ فاسق قصور کے اندازہ پر دوزخ میں جاوے گا۔ کم سے کم ایک ساعت یا زیادہ سے زیادہ ستر برس۔ جو شخص دل کی تصدیق اور زبانی بھی اقرار کرتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ مگر سنت نبوی ﷺ کی متابعت

میں تھوڑا سا تغافل برتتا ہے۔ وہ تبع ہے یعنی بدعتی اور بدعتی دوزخ کے کتے ہوں گے۔

۱۸۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسلمان کو کفر سے اجتناب کرنے کے بعد چاہیے کہ اپنی آنکھ، کان، پیٹ، شرم گاہ اور ہاتھ پاؤں، دل زبان کو صغیرہ کبیرہ گناہوں سے روک رکھے۔

فرماتے ایک بُری عادت چھوڑنی سو برس کی عبادت سے افضل ہے۔

۱۹۔ اگر تم میں تین عادتیں ہوں۔ تو خداوند کریم تم سے آسانی سے حساب کتاب لیں گے اور جنت میں داخل کریں گے۔

(ا) جو تم کو نہ دے۔ تم اس کو دو۔ محروم نہ رکھو۔

(ب) جو تم پر ظلم کرے۔ اس کو معاف کر دو۔

(ج) جو رشتہ دار تجھ سے قطع تعلق کرے۔ تم اس سے ملو۔ تم قطع تعلق نہ کرو۔

۲۰۔ فرمایا نبی کریم ﷺ نے عنقریب ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف نشان باقی رہ جائے گا۔ مسلمانوں کی مسجدیں آباد ہوں گی۔ مگر درحقیقت وہ ہدایت سے خالی ہوں گی۔ اس زمانے کے علما روئے زمین کے آدمیوں میں سب زیادہ شریر ہوں گے۔ انہیں کی طرف سے فتنہ فساد شروع ہوگا اور انہیں پر ختم ہوگا۔ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ پیٹ کے دھندوں میں گرفتار ہوں گے۔ ان کی بڑائی دنیا کی دولت کے لحاظ سے ہوگی۔ ان کا قبلہ عورتیں ہوں گی۔ ان کا مطلوب سیم وزر ہوگا۔ یہ لوگ خدا کے بندوں میں سب سے زیادہ بُرے ہوں گے۔ اور خداوند کریم کے نزدیک ان کی کچھ وقعت نہ ہوگی۔

لوگوں پر عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ دین کو مٹا دیں گے۔ اور بدعتیں ایجاد کریں گے۔ اس وقت جو کوئی میری سنت پر عمل کرے گا غریب تنہا رہ جائے گا۔ اور جو بدعت کی پیروی کرے گا۔ پچاس ساٹھ سے زیادہ اس کے مصاحب بن جائیں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! کیا ہمارے بعد کوئی ہم سے

افضل ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں''۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ! کیا ان پر وحی اترے گی؟ پھر اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ یہ لوگ کس طرح رہیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ اسی طرح ان کے دل گھلا کریں گے''۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کس طرح زندگی بسر کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس طرح سرکہ کے کیڑے سرکہ میں بسر کرتے ہیں''۔ پھر صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ دین کی حفاظت کس طرح کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس طرح تم انگیٹھی کی آگ کی حفاظت کرتے ہو۔ چھوؤ تو بجھ جائے۔ ہاتھ لگاؤ تو جل جائے۔

۲۱۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر تم نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح جھک جاؤ اور روزہ رکھتے رکھتے تیر کی طرح دبلے ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے یہ اعمال قبول نہ کرے گا۔ جب تک حرام سے نہ بچو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں حرام ہوتا ہے۔ سہل تشتری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی ایمان کی تہ کو نہیں پہنچتا جب تک اس میں چار خصلتیں نہ ہوں۔ (۱) فرائض کا ادا کرنا بمع سنتوں کے (۲) حلال کھانا پرہیز کے ساتھ (۳) ظاہر باطن منع کی گئی چیز سے بچنا (۴) ان باتوں پر موت تک جما رہنا۔ جو آدمی چالیس دن تک شبہ کا مال کھاتا ہے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ یہی معنی اس آیت کے ہیں۔ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شبہ کا ایک درم واپس پھیر دینا میرے نزدیک ایک سے چھ لاکھ تک خیرات کرنے سے بہتر ہے اور کہتے ہیں آدمی ایک لقمہ حرام کا کھاتا ہے اس سے اس کا دل چمڑے کی طرح سخت ہو جاتا ہے۔

مرض الموت اور وفات

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ج

دنیا میں جس نے قدم رکھا ہے اُسے ایک نہ ایک روز موت کا تلخ اور ہلاکت آفرین ساغر ضرور منہ سے لگانا پڑے گا۔ اس دنیا کی ساری چیزیں ایک دن صفحہ ہستی سے مٹ جانے والی ہیں۔ ہر انسان کو معلوم ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے یا آئندہ کرے گا اس کا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔ دنیا کا ایک ایک ذرہ اس کی ناپائیداری اور بے ثباتی پر گواہ ہے۔ بڑے بڑے خدا کے پیارے اور برگزیدہ بندے دنیا میں آئے۔ مگر بالآخر چند روز مسافرانہ زندگی بسر کر کے انہیں اپنے اصلی مرکز کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ بڑے بڑے عظیم الشان بادشاہ اور مشہور و نامور تاجدار جن کی سطوت و جبروت کے پُر شوکت و شاندار جھنڈے دنیا کے چاروں کونوں میں گڑے نظر آتے تھے۔ موت نے انہیں ایسا گمنام کیا کہ آج ان کا نام ونشان بھی نہیں ملتا۔

بہت سے شہنشاہ باعز وشان ہوئے اس جگہ سب کے سب بے نشاں
اگر قبر کھلوا کے دیکھو کبھی جو ہڈی گدا کی تھی اور شاہ کی
تو کچھ فرق معلوم دے گا نہ آشنا کہ تھا کون اس میں گدا کون شاہ
تمنا میں دنیا کے ہرگز نہ پھنس کہ چاندنی چار دن کی ہے بس

اگرچہ دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا المناک اور دل بجھا دینے والا خیال برقی قوت بن کر تمام جہان میں دوڑ رہا ہے اور زمانہ اپنے حیرتناک انقلابات کے نمونے مشاہدہ کرا کے یہ سبق پڑھا رہا ہے کہ دنیا ایک بے حقیقت چیز ہے۔ اور جینا مرنا ایک معمولی بات ہے۔ اس پر خوش ہونے اور اس پر رنج کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

لیکن صاحبو! جب کوئی خدا و خلق کا محبوب دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو پتھر کا دل بھی آنسو بہائے بغیر نہیں رہتا۔ حقیقت میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال کوئی معمولی انتقال نہیں۔ جس جس کے کان میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی جاں گزا خبر پہنچی اور معلوم ہوا کہ آپ دنیا سے منہ موڑ کر خداوندی رحمت اور اس کی جنت میں انتقال کر گئے ہیں۔ وہ ایسے قلق و اضطراب میں گرفتار ہوا جو جگر کو پاش پاش کیے دیتا ہے۔ آپ کی شریف و مقدس ذات سے تمام پنجاب کو عموماً اور شرقپور شریف کو خصوصاً فخر و ناز حاصل تھا۔ یہی ایک فرید عصر اور یگانہ روزگار تھے۔ جن کی بدولت شرقپور کو شرقپور شریف کا لقب میسر آیا اور یہاں کے باشندے جس جگہ بھی جائیں۔ نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ حیف صد حیف اے دنیائے دوں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط (البقرہ ۲:۱۵۶)

اسبابِ مرض

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت اوائل عمر کی ریاضت و زہد اور نفس کشی و مجاہدہ کی وجہ سے دیر سے نہایت کمزور ہو چکی تھی۔ لیکن گذشتہ دو تین سال سے آپ کے اعضا پر ضعف کا نہایت نمایاں اثر ہو گیا تھا۔ جب تک بدن میں طاقت رہی آپ پانچوں نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کرتے رہے لیکن گذشتہ دو تین سال سے صرف جمعہ کی نماز پڑھاتے۔ وفات سے دو تین ماہ پہلے یہ حالت ہو گئی کہ نماز جمعہ سے بھی رہ گئے۔ ضعف و نقاہت یہاں تک بڑھ گیا کہ اندر سے باہر اور باہر سے اندر جانا آپ کے لیے ایک مصیبت کا سامنا ہو گیا۔ جب متواتر تین جمعے مسجد میں نہ گئے تو احباب میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ خود زار و قطار روتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرے جینے سے موت بہتر ہے۔ لوگ دور دور سے جمعہ کی نماز میں شرکت کے لیے مسجد میں آتے ہیں اور میں بے حس و حرکت یہاں گھر میں پڑا ہوں۔ اطبا اور ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ آپ تبدیلی آب و ہوا کے لیے کشمیر جائیں۔ چنانچہ

آپ نے شرقپور کے دُکانداروں کے لین دین کا تمام حساب بے باق کر دیا۔

سفرِ کشمیر

اپنے مندرجہ ذیل خدام خاص کے ہمراہ سرینگر تشریف لے گئے:۔

(۱) مولوی دین محمد فیض پوری (۲) سید نور حسن شاہ صاحب (۳) مولوی خدا بخش صاحب لاہوری (۴) مولوی سراج الدین صاحب (۵) مستری کرم دین صاحب۔

سرینگر میں جناب شیخ محمد حسین المعروف ہری صاحب کے ہوٹل میں صرف چار یوم تک قیام کیا۔ جناب شیخ محمد حسین المعروف ہری صاحب ایک نومسلم انگریز ہیں اور میاں صاحب قدس سرہٗ کے قدیمی عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ میاں صاحبؒ قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے متعدد بار شرقپور تشریف لا چکے ہیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس حالت میں دیکھ کر ان پر رقت طاری ہو گئی اور اسی وقت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بلائیں لینی شروع کر دیں۔ جب تک میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں رہے آپ کی اور آپ ہمراہیوں کی اس قدر خدمت کی جو احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ چار روز کے بعد آپ کی طبیعت اکتا گئی۔ ہلکا سا بخار بھی ہو گیا۔ آخر واپس لاہور تشریف لے آئے۔ تین روز تک سر میاں محمد شفیع کی کوٹھی واقع مزنگ روڈ میں ٹھہرے رہے۔

علاج

لاہور کے چوٹی کے حکیم اور ڈاکٹر آپ کے معالج رہے۔ جب کچھ افاقہ نہ ہوا اور مرض بخار نے اشتداد پکڑا تو شرقپور واپس آ گئے۔ جناب حکیم سید علی احمد صاحب نیر واسطی، پروفیسر طبیہ کالج، لاہور، جناب حاذق الملک سید ظفریاب صاحب مستند دہلی مقیم لاہور، حکیم احمد علی صاحب قصوری، حکیم محمد یوسف صاحب لاہوری، ڈاکٹر محمد یوسف صاحب،

اسسٹنٹ سول سرجن، ڈاکٹر حاکم دین صاحب، اسسٹنٹ سول سرجن، میو ہسپتال، لاہور نے متفقہ اپنے یونانی وانگریزی طریقہ کے مطابق ٹائیفائیڈ فیور (تپ محرقہ بطنی) تشخیص کر کے شاہانہ نسخہ جات استعمال کروائے مگر سب بے سود ثابت ہوئے۔

ہذیان و غشی

آپ پر غشی کے دورے بکثرت طاری ہونے شروع ہو گئے۔ کیا غشی کے عالم میں اور کیا افاقہ میں سوائے قرآن مجید کی تلاوت اور درود شریف کے اور کوئی لفظ آپ کی زبان پر نہ آتا۔ اگرچہ باتوں کے وقت آپ کی زبان لڑکھڑاتی تھی مگر الحمد شریف اور سورہ اخلاص نہایت صحیح پڑھتے۔ اس حالت میں بھی فریضہ دعوت و تبلیغ کو نہیں بھولے۔ نماز کی نہایت شدت سے تاکید فرماتے۔ کبھی ہذیان کے عالم میں وعظ کرتے۔ موت سے کوئی پندرہ سولہ روز پہلے آپ نے بجائے پنجابی کے اردو بولنا شروع کر دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے آپ کو کبھی کسی نے اردو بولتے نہیں سنا۔ کیا بیہوشی اور کیا ہوش کے عالم میں اردو زبان میں گفتگو کرتے۔ اس بیہوشی کے عالم میں اشاروں سے نماز ادا کر لیتے۔

وصایا

وفات سے چند روز پیشتر میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (اپنے چھوٹے بھائی) کو بلایا اور سید نورالحسن شاہ صاحب اور بابا عبداللہ فیروز پوری کے روبرو یہ وصیت کی۔ "گھبرانا نہیں۔ مہمانوں کی خدمت میں کوتاہی نہ کرنا۔ جمعہ کی نماز خود پڑھانا اور باقی نمازیں اور مسجد کا اہتمام میاں ابراہیم صاحب اور حاجی عبدالرحمٰن صاحب کے سپرد کر دینا۔ جمعہ کی نماز کے علاوہ اور بھی وقتاً فوقتاً مسجد میں جا کر نمازیں پڑھانا"۔ اس کے ساتھ تلقین وارشاد کی اجازت بھی مرحمت فرما دی"۔ ایک بار عصا ٹیک کر زنانخانہ خانہ میں

گئے اور سب کو الوداعی پیار دیا۔ فرمایا کہ اب میں گورستان ڈاہراں والے جانا چاہتا ہوں۔ دوشنبہ کے روز ۳ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ بمطابق ۱۲۸ اگست ۱۹۲۸ء کو جیسے جیسے دن چڑھتا تھا آپ پر بار بار غشی طاری ہوتی تھی۔ آپ نے فرما بھی دیا کہ آج میں رخصت ہو جاؤں گا۔ ہچکی اور سینہ کی گھر گھراہٹ شروع ہو گئی۔ اس عالم بھی سورہ اخلاص کی تلاوت سننے والے آپ کے لبوں کی جنبش سے سنتے تھے۔

وفات

آخر رات کے گیارہ بجے آپ کی روح پاک قفسِ عنصری سے پرواز کر کے عالمِ قدس میں پہنچ گئی۔ اور یہ آفتابِ حقانی اپنی عمر کے پینسٹھ مرحلے طے کرنے کے بعد روپوش ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ط (البقرۃ156)

انتقال کے وقت مندرجہ اصحاب آپ کی چارپائی کے گرد بیٹھے ہوئے زار و قطار رو رو کر تسبیح وتہلیل کر رہے تھے۔ (۱) حاجی عبدالرحمٰن صاحب مقیم مسجد میاں صاحبؒ (۲) میاں محمد ابراہیم صاحب قاری امام مسجد میاں صاحبؒ (۳) حافظ واحد بخش صاحب لائل پوری (۴) مولوی غلام اللہ صاحب برادرِ حقیقی میاں صاحبؒ (۵) مولوی دین محمد صاحب خادم خاص (۶) مولوی اشراف الدین صاحب، لائل پوری؛ (۷) مستری کرم الدین صاحب۔ (۸) میاں فضل احمد صاحب (۹) محمد صدیق ولد نور الدین شیر فروش (۱۰) میاں محمد ابراہیم صاحب صوفی قصوری (۱۱) میاں فتح اللہ صاحب بی۔ اے (کینٹب) لائل پوری (۱۲) جناب حکیم محمد یوسف صاحب (۱۳) ملک کرم الدین از پھریانوالہ۔

رات کے اڑھائی بجے تک تجہیز و تکفین کا کام مذکورہ بالا اصحاب نے سرانجام دیا۔ تکفین کے وقت یہ سیاہ کار راقم الحروف بندہ حسن علی عفی عنہٗ آپ کے جمال اقدس کی زیارت سے شرف اندوز ہوا۔ اس وقت جو کیفیت طاری ہوئی وہ قیامت تک بھولنے کی نہیں۔ آپ کے محبِ صادق میاں فتح اللہ صاحب موصوف تو آپ کے فراق میں دیوانے

اور مجنون سے ہو گئے۔ گویا انہیں حضور کی وفات کا یقین نہیں آتا تھا۔ آپ کے جنازے کو برابر پنکھا کرتے رہے کہ مبادا شدّتِ گرما سے آپ کو تکلیف پہنچے۔ راتوں رات اکثر شہروں اور دیہاتوں میں اطلاع کر دی گئی۔ صبح تک آپ کے جانثاروں کا جمِ غفیر مختلف دیہاتوں اور شہروں سے حاضر ہو گیا۔ شرقپور کے ہندوؤں اور مسلمانوں نے مکمل ہڑتال کر دی۔ آپ کے مکان کے سامنے حفاظ نے قرآن شریف ختم کیے۔ شنبہ کے روز دن کے دس بجے آپ کا جنازہ ڈاہراں والا قبرستان کی طرف لے جایا گیا۔ جب جنازہ چلا تو لوگ ان بانسوں سے جن سے آپ کا جنازہ بندھا ہوا تھا ہاتھ لگاتے اور تبرک حاصل کرتے۔ عورتیں گھروں کی چھتوں پر آپ کے جنازے کی زیارت کرکے آپ کے حق میں دعا و ثنا کرتی تھیں۔ جب آپ کا جنازہ جنازگاہ میں پہنچا تو اچانک ایک طرف سے ٹھنڈی ہوا چلی۔ بادل اٹھا۔ آپ کے جنازہ پر موسلا دھار مینہ برسا۔ سب لوگوں نے اسے رحمتِ خداوندی کا نزول سمجھا اور آپ کی کرامت تصور کیا کیونکہ اس سے پیشتر مطلع بالکل صاف تھا۔ کئی ماہ تک بادل کا نام تک بھی آسمان پر نظر نہیں آتا تھا۔ انسان، حیوان اور پرند مارے شدت گرما کے نیم جان ہو چکے تھے۔

نمازِ جنازہ

سہ پہر کے وقت چار بجے کے قریب حضرت میاں مظہر قیوم سجادہ نشین رتڑ چھتڑ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ خلقت کا اژدھام اس قدر تھا کہ صف بندی بھی مشکل ہو گئی۔ شرقپور جیسے معمولی قصبہ میں آپ کا جنازہ ایک تاریخی یادگار ہے۔ کئی ہزار لوگ جنازہ میں شریک تھے۔

آپ کی زیارت کے لیے ہندو، سکھ اور دیگر غیر مسلم کثیر تعداد میں آ جمع ہوئے۔ نمازِ جنازہ سے پہلے اور بعد میں سب لوگ آپ کے جمالِ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔ آپ کا چہرہ مبارک یہ خبر دیتا تھا گویا کہ حسن و سپیدی میں مصحف کا کوئی ورق ہے۔

تدفین

شام کے قریب قبرستان ڈاہراں والا میں آپ کو سپردِ زمین کیا گیا۔ آپ نے اس قطعہ زمین کو اپنی زندگی ہی میں اپنی قبر کے لیے پسند فرمایا تھا اور جیسا کہ میاں فتح اللہ صاحب، لائلپوری اور صوفی ابراہیم صاحب قصوری کی زبانی معلوم ہوا ہے۔ آپ نے وصیت بھی فرمائی تھی کہ مجھے اسی جگہ دفن کرنا۔ نیز یہ بھی آپ کی وصیت تھی کہ میری قبر کچی بنانا۔

اندوہِ دِل

ہائے ہماری بستی تباہ و برباد ہوگئی۔ ہمارا گھر لٹ گیا۔ آج ہمارے سر سے تاج اتر گیا یعنی آفتابِ ولایت روپوش ہوگیا۔ اب غریبوں اور ضعیفوں کی خبر گیری کون کرے گا۔ یتیموں اور بیواؤں کا حال پُرساں کون ہوگا۔ آپ رحیم تھے۔ شفیق تھے۔ صرف انسانوں سے نہیں بلکہ حیوانوں سے بھی۔ اے خدا کے برگزیدہ ولی تیرا وجود شرقپور کے لیے ایک ڈھال تھا۔ تُو نے ٹوٹے ہوؤں کو جوڑا۔ بگڑے ہوؤں کو بنایا۔ روٹھے ہوؤں کو منایا۔ لڑتے ہوؤں کو شیر و شکر کیا۔ اے مصیبت میں غیروں کے کام آنے والے۔ خطا کاروں سے درگزر کرنے والے۔ ہم سیاہ کاروں سے کیوں روٹھ گیا۔ کیا تیرے سوہنے مکھڑے کی زیارت سے اب ہم ہمیشہ کے لیے محروم رہیں گے؟ وہ آپ کا مسجد میں وعظ کرنا۔ مسجد کی درو دیوار کو اپنے وعظ پر گواہ ٹھہرانا۔ تیری کن کن باتوں کو یاد کر کے ہم نہ روئیں گے۔ تیرے انعامات اور فیوض سے ایک دنیا مالا مال ہے۔

اے بادِ مشکبو بگذر سُوئے آں نگار
بکشا گرہ ز زلفش دبوئے بمن بیار

اے شرقپور کے لوگو ذرا گوشِ ہوش سے سنو! حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی وفات سے یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ مر گئے ہیں۔ وہ پہلے بھی زندہ تھے اور اب بھی زندہ ہیں۔ بلکہ آپ کی موجودہ زندگی سابقہ زندگی سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اب آپ اپنے محبوبِ حقیقی سے جا ملے ہیں اور توحید کے اس بحرِ ناپیدا کنار میں غوطے لگا رہے ہیں جو آپ کی زندگی کا اصلی اور حقیقی منشا تھا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالَم دوام ما

نہ باشد مورد ہرگز انبیا را نہ ہر یک اصفیا و اتقیا را

زدارے تابدارے نقل باشد شغلِ کاردنیا عزل باشد

اولیاء اللہ کو جو زندگی مرنے کے بعد نصیب ہوتی ہے اس کے آگے دنیا کی بادشاہت ہونے کی کچھ وقعت نہیں۔ یہ بات میرے دل کی بنائی ہوئی نہیں۔ قرآن حکیم اس پر گواہ اور ناطق ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ط (البقرۃ 154) ترجمہ: اور نہ کہو جو کوئی مارا جائے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ط (البقرۃ 156)

بزرگوں کے لیے موت بمنزلہ ایک دروازہ کے ہے۔ جس سے گزر کر وہ خدا تعالیٰ کی ایسی وسیع سلطنت کے وارث جا بنتے ہیں۔ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ط (الدھر ۷۶: ۲۰) ترجمہ۔ اور جب تُو دیکھے وہاں تو دیکھے نعمت اور سلطنت بڑی۔

میرے ہم وطن بھائیو! تمہارا اس ذات ستودہ صفات سے اظہارِ عقیدت ومحبت بناوٹی ومصنوعی نہ ہو۔ اگر تمہاری محبت صادق ہے اور تم چاہتے ہو کہ آپ کی پاک روح تم سے راضی وخوش رہے اور اس عالمِ مثال اور برزخ میں خدا کی جناب اور بارگاہ میں تمہاری دعاؤں کا باعث ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی برکتیں تم پر نازل ہوں تو اس کی واحد صورت یہی ہے کہ تم آپ کی پاک تعلیم پر عمل کرو اور آپ کے پاک اسوہ کو اپنے لیے راہِ عمل بناؤ۔ تم نے سب

کچھ اپنے کانوں سے سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا ہے۔ مَیں نے اس تالیف میں آپ کی تعلیمات کا لب لباب جمع کر دیا ہے۔ یاد رکھو کہ آپ جن امور کو اپنی حیاتِ طیبہ میں ناپسند رکھتے تھے اب بھی بدستور رکھتے ہیں۔ آپ کے وجود سے مُردوں سا برتاؤ نہ کرو بلکہ زندوں کا سا۔

اے خدا کے برگزیدہ بزرگ! میری روح تیری محبت میں گداز ہے۔ میرا دل تیری عزت وعظمت میں لبریز ہے۔ میرے جسم کے ہر رونگٹے اور میرے بدن کے ہر ذرے سے تیری مدح وثنا کا اک شور بپا ہے۔ میری طرف سے لاتعداد سلام وصلوٰۃ تیری روح پر۔ اس سیاہ کار اور ادنیٰ خادم کو اے خدا کے برگزیدہ ولی میدانِ محشر میں نہ بھول جانا۔

افسوس جب آپ کا آفتاب نور وعرفان پوری تابانی سے چمک رہا تھا تو غفلتوں اور تاریکیوں نے دروازہ نہ کھلنے دیا اور جب کہ طلب نے آنکھیں کھولیں اور غفلت نے کروٹ لی تو راہ دور اور نشانِ منزل گم۔ وقت جا چکا اور اب پس ماندگانِ غفلت کی خاطر کب لوٹ سکتا ہے۔

احب الصالحین ولست منہم
لعل اللہ یرجعنی صلاحا

حضرت میاں صاحب کی اولاد اور پسماندگان

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں یعنی کل چھ اولادیں ہوئیں۔ دونوں صاحبزادے اور دو چھوٹی صاحبزادیاں چھوٹی عمر ہی انتقال کر گئے۔ آپ کی بڑی عصمت مآب صاحبزادی کا نام حضرت غلام فاطمہ مرحومہ تھا۔ حضرت غلام فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا تقویٰ اور دینداری میں اپنی نظیر نہیں رکھتی تھیں۔ شب بیدار اور پابند صوم وصلوٰۃ تھیں۔ دینی مسائل سے پوری واقفیت رکھتی تھیں۔ حضرت

میاں صاحب کے گھر جو عورتیں آتیں انہیں ہدایت کرتیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے حد درجہ محبت تھی۔ بعض سخت مجبوریوں کی بنا پر نکاح ہو جانے کے بعد اپنے والد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہی عمر بسر کرنی پڑی۔ حضرت میاں صاحب کی والدہ مرحومہ مغفورہ کا جب ۱۳۴۰ھ میں انتقال ہو گیا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کھانے پینے یعنی لنگر خانے کا سارا انتظام ان کے سپرد کر دیا۔ آپ کی یہ محبوب ترین آخری اولاد اپنے باپ کو تن تنہا چھوڑ کر ۱۳۴۳ھ میں عالمِ آخرت کو سدھار گئیں۔ کہتے ہیں کہ جب انتقال کا وقت قریب آیا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور آپ سے معرفت کی بہت سی باتیں کیں۔ حضرت غلام فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کی وفات کا آپ کو سخت صدمہ ہوا لیکن طبیعت بوجہ ضبط وقابو ہونے کے اس کا اظہار عوام الناس سے نہیں کرتے تھے۔ ہاں! البتہ خواص سے کبھی کبھی فرما دیتے کہ اب میں اکیلا رہ گیا ہوں اور میری باری بھی آ گئی ہے۔

الغرض حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صلب سے کوئی اولاد بوقت رخصت نہیں چھوڑی۔ آپ کی محسوس یادگار آپ کے برادرِ خورد میاں غلام اللہ صاحب مدظلہ اور دو مہربان بہنیں رہ گئی ہیں۔ اب اللہ کریم ان پسماندگان کو مدت دراز تک سلامت رکھے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رحلت سے چند روز پیشتر سید نور الحسن شاہ صاحب سکنہ حضرت کیلیانوالہ اور میاں بابا عبداللہ صاحب کے روبرو تلقین وارشاد کی ہدایت مرحمت فرما کر میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ چنانچہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ میاں غلام اللہ صاحب میرے قدیمی احباب میں سے ہیں۔ میرے دل میں ان کی بڑی قدر و وقعت ہے۔ شروع شروع میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ان کی طبیعت دنیوی مشاغل مثلاً ملازمت، طبابت اور زمینداری کی طرف راغب رہتی تھی اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دور رس نظر جس کام کے لیے انہیں تیار کرنا چاہتی

تھی۔ اس سے قدرے گریزاں تھے۔ لیکن بالآخر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ہی برق نظر نے ان کے سارے حجابات دور کر کے انہیں اپنا ایسا گرویدہ بنایا کہ سوائے اس خاص کام کے سب کاموں سے چھڑوا دیا۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
مے برد آنجا کہ خاطر خواہ اوست

حلیہ مبارک حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ میانہ قد اور نحیف الجسم تھے۔ رنگ گندمی تھا۔ پیشانی چوڑی۔ ابرو پیوستہ اور داڑھی گھنی تھی۔ داڑھی کے اکثر بال سیاہ اور کچھ سفید تھے۔ چہرہ ہلکا تھا اور اس سے انوارِ حقانی واضح ولائح تھے۔ بینی مبارک درازی مائل تھی اور آنکھوں میں سرمہ لگایا کرتے تھے۔ چونکہ بوجہ گریہ مِنْ خَشْیَتِ اللّٰہ بینائی میں دھندواقع ہو گئی تھی۔ اس لیے بوقتِ وعظ و مطالعہ کتب چشمہ لگا لیتے۔ بالوں میں نیز بدن پر روغن لگا لیتے تھے۔ رفتار بہت تیز تھی۔ چلتے تھے تو یہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ گئے وہ گئے۔ آپ تفکر میں زیادہ رہتے اور ہنستے بہت کم۔ کبھی کبھی ظرافت کی باتیں بھی فرماتے۔

لباس سفید رنگ کا استعمال فرماتے۔ عام لباس، رومال، پگڑی، کرتہ اور تہمد ہوتا تھا اور پگڑی کے نیچے سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی ہوتی تھی۔

زرد رنگ کا بند گلے کا کوٹ بھی جمعہ کے روز پہنتے تھے۔ جوتا دیسی زرد رنگ کا جھلمی طرز کا اکثر استعمال کرتے تھے۔ جمعہ کے روز خوشبو بھی لگاتے تھے۔ آپ نے سوائے ایک دفعہ کے کبھی پاجامہ استعمال نہیں فرمایا۔ موسمِ سرما میں چرمی موزے استعمال فرماتے تھے۔ طبیعت میں حد درجہ کی نظافت تھی۔ ہاتھوں کی انگلیاں ریشم کی طرح ملائم تھیں۔ نسوار بھی لیا کرتے تھے۔

کرامات و مکشوفات

ملک حسن علی کشف و کرامات کے بارے میں لکھتے ہیں: ''مقصودِ بالذات ذوق و شوق اور محبتِ الٰہی ہے۔ کشف و کرامات ثمراتِ زائیدہ ہیں۔ ہُوئے ہُوئے۔ نہ ہُوئے نہ ہُوئے۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کشف و کرامات کو نہایت ادنیٰ درجہ کی چیز سمجھتے تھے اور آپ نے ظاہر کرنے کی کبھی رغبت و خواہش نہیں کی۔ لیکن باینہمہ آپ کے راسخ الاعتقاد احباب سینکڑوں کرامتیں بیان کرتے ہیں۔ کرامت یا خرقِ عادت درحقیقت خُدا کا فعل ہوتا ہے۔ جسے وہ اپنے بندہ کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے۔ مَیں مشتے نمونہ از خروارے ان میں سے چندایک کا ذکر کرتا ہوں:

1۔ ایک شخص کی بھینس کے تھنوں سے بجائے دودھ کے خون نکلتا تھا۔ جب ہر جگہ سے وہ شخص لاچار ہوگیا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر ماجرا بیان کیا۔ آپ نے اپنے دسترخوان سے اُسے ایک روٹی عنایت کی اور فرمایا: اسے بھینس کو کھلا دو۔ چنانچہ اُس نے ویسا ہی کیا تو خُدا کے فضل سے اُس کے تھنوں سے دودھ جاری ہوگیا۔

2۔ اکثر دیہاتی لوگوں کی گائیں، بھینسیں وغیرہ وقت پر دودھ نہ دیتیں یا اُنہیں نظر بد لگ جاتی تو آپ کی خدمت میں آتے۔ آپ کسی کو یہ فرماتے کہ اس گائے یا بھینس کو جا کر یہ کہہ دو یا الحمد شریف پڑھ دو۔ کسی کو آپ یہ فرماتے کہ اس گائے یا بھینس کو جا کر کہہ دو کہ کیا وجہ ہے؟ ہم تمہیں چارہ اور گھاس ڈالتے ہیں تو تُو دودھ کیوں نہیں دیتی؟ آپ کے ان ارشاد کے عمل کرنے سے اس قسم کی کوئی شکایت باقی نہ رہتی۔

3۔ آپ کی دعا سے مختلف لاعلاج بیماریوں کے کئی مایُوس مریض اچھے ہوئے۔ بے اولاد، صاحب اولاد ہوگئے۔

4۔ کئی چور اور ڈاکو آپ کی برکت سے تائب ہوکر راہِ راست پر آ گئے۔

5۔ شرقپور شریف چاہ طجیانوالہ پر ایک آم کا درخت قطعاً پھل نہ دیتا تھا۔ میاں اللہ بخش کاشتکار چاہ مذکور نے جبکہ ایک بار آپ کا چاہ مذکور کی طرف گزر ہوا۔ آپ سے اس کے متعلق گذارش کی۔ آپ نے دعا کی اس وقت سے برابر ہر سال پھل دیتا ہے۔

6۔ موضع پھریانوالہ میں ایک شخص محمد علی ولد رمضان نامی بہشتی رہتا تھا۔ وہ اپنی زبان سے قصہ یوں بیان کرتا ہے کہ وہ اپنے والد سے لڑ جھگڑ کر گھر سے بھاگ گیا۔ اُس کے والد نے اُسے بہت تلاش کیا مگر وہ کہیں نہ اُسے ملا۔ آخر اُن کے والد صاحب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے دعا کے لیے درخواست کی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جاؤ اور اطمینان سے بیٹھ رہو۔ اگر خُدا کو منظور ہوا تو تمہارا بیٹا آ جائے گا۔ وہ رات کے وقت کسی مسجد میں سو رہتا تھا۔ وہ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ رات کے وقت اُس کے خواب میں ارشاد فرما رہے ہیں کہ بیٹا اپنے وطن باپ کے پاس چلے جاؤ۔ دوسری رات بھی یہی واقعہ ہوا۔ آخر تیسری رات جب اُس نے یہ ماجرا دیکھا تو صبح اٹھتے ہی اپنے گاؤں پہنچ کر دم لیا۔

7۔ کئی ملزموں کو پھانسی کی سزا ہو جاتی۔ اُن کے ورثا آپ کی خدمت میں آتے۔ آپ کی دعا سے ٹل جاتی۔

اولیاء راہست قدرت از اِلٰہ
تیر جستہ باز گر دانند ز راہ

8۔ کئی مقروض اور تنگدست آپ کی خدمت میں آتے۔ آپ کی دعا و برکت سے ان کے رزق میں فراخی ہوتی اور قرض کے بار سے سبکدوش ہو جاتے۔

9۔ آپ کے لنگر خانہ کے طعام میں ایسی برکت ہوتی تھی کہ اگرچہ معلوم ہوتا تھا کہ کھانا مہمانوں کی نسبت تھوڑا ہے لیکن سارے مہمان اور فقراء سیر ہو کر کھا لیتے۔ پھر بھی کھانا بچ

رہتا یا برابر ہو جاتا تھا۔

10۔ میاں غلام اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ایک وقت ایسا تھا کہ دنیا مجھے تھالی کیطرح معلوم ہوتی تھی۔ ایک بار یہ بھی فرمایا: مَیں شاہی مسجد لاہور میں گیا۔ وہاں ایسا معلوم ہُوا کہ خانہ کعبہ میرے پاس آگیا ہے اور مَیں نے اس کا طواف کیا ہے۔

11۔ اس نوع کے بہت سے واقعات حاجی صاحب بیان کرتے ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو خانہ کعبہ کا حج کرتے ہُوئے دیکھا ہے۔ (آپ نے ظاہراً حج نہیں کیا)

12۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بعض اوقات صاحبِ سلوک اور اہلِ باطن آتے تو حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور وہ ایک دوسرے کی طرف دو زانو ہو کر مراقبہ کی صورت میں بیٹھ جاتے۔ اسی خاموشی کے عالم میں ہی سارے مطالب حل ہو جاتے اور وہ رُخصت ہو جاتے۔ بعض لوگوں کی صرف پنڈلی یا زانو دبانے ہی سے مطلب براری ہو جاتی۔

13۔ ہندوستان کے اکثر اولیاء اللہ قدس سرّہم کے مزارات پر آپ تشریف لے جاتے اور عالمِ مراقبہ میں اُن کے ارواحِ پُرفتوح سے آپ کی ملاقات ہوتی اور وہ ارواح آپ پر توجہ فرماتے۔

تاریخِ وفات زبدۃ العارفین حضرت میاں شیر محمد صاحب قدس سرہٗ نور اللہ مرقدہٗ

(از جناب مولوی محمد الدین صاحب ثاقب سیالکوٹی ماسٹر ہائی سکول شرقپور)

محرمِ راز و آشنا نہ رہا | اب تو جینے کا بھی مزا نہ رہا
حُسن دلکش فروغ پاتا تھا | جس کے دم سے وہ دلربا نہ رہا
نورِ حق کی نمود تھی جس سے | مظہرِ ذاتِ کبریا نہ رہا
سیدھا رستہ دکھائے گا اب کون | جب چراغِ راہِ ھدیٰ نہ رہا
کیوں نہ روئیں زمانہ روتا ہے | شیرِ دربارِ مصطفٰے نہ رہا

کیوں نہ روئیں کہ روزِ محشر تک ان سے ملنے کا آسرا نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ دل تڑپتا ہے جس کی خاطر وہ مدعا نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ پاس اپنے جب کوئی غم خواہ جز بکاء نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ رونا آتا ہے جب اثر تجھ میں اے دعا نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ بھولے بھٹکوں کا راہ سیدھی کا رہنما نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ شرقپور میں جب ایک تھا مردِ باخدا نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ بیکسوں کا بھی کوئی والی بے ریا نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ جب زمانہ میں ایک تھا منبع سخا نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ یادِ احمد میں ذکرِ واللیل والضحٰی نہ رہا
کیوں نہ روئیں پھنسے ہیں طوفان میں اور کشتی کا ناخدا نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ بھاگ نکلی موت ہم کو جینے کا جب مزا نہ رہا
بین کم بھی کریں تو اے ثاقب مظہرِ شانِ کبریا نہ رہا

ایضاً

اپنا جلوہ دکھا دیا مجھ کو غیر سے بھی ہٹا دیا مجھ کو
کیوں نہ قربان جان تک کر دوں راہِ مولےٰ خدا دیا مجھ کو
ڈوبا جاتا تھا بحرِ عصیاں میں اور غم تھا یہی سدا مجھ کو
شہر و دریا میں باغ و صحرا میں نہ ملا مردِ باخدا مجھ کو
فضلِ ربّی ہوا جو شاملِ حال تیرے در کا کیا گدا مجھ کو
جان تھی اک وبال فرقت میں خاکِ در تھی تو کیمیا مجھ کو
میرے ہادی نے میرے رہبر نے سیدھا رستہ دکھا دیا مجھ کو

کارِ دنیا کہ کام دیں کا ہو — حق نے بخشا تھا رہنما مجھ کو
دل کیا میرا آشنائے درد — دردِ دل کی دی پھر دوا مجھ کو
اس کی بخشش کو جانتا ہے دِل — غیر کیا جانے کیا دیا مجھ کو
رازِ اُلفت کو غیر کیا جانے — بس سُنا مَیں نے جو کہا مجھ کو
میرے جُرموں کا کچھ حساب نہیں — یاد آتا ہے بَس خُدا مجھ کو
روزِ محشر پہ وعدہ وصل کا ہے — غم نے کھویا رہا سَہا مجھ کو
کیوں نہ دامانِ صبر چاک کروں — درد پہنچا ہے بے دوا مجھ کو
زندگی اب گراں ہے تاقب پر — ساتھ لے جاؤ اے پیا مجھ کو
بہرِ تاریخِ فخر جنت دے — بَس یہ ہاتف نے دی نِدا مجھ کو

از علامہ حکیم سید علی احمد نیرؔ واسطی پروفیسر طبیہ کلاسز لاہور

لوگ کہتے ہیں ہوا شیر محمد کا وصال — اُٹھ گئے گویا ابوذر ہو گئے رخصت بلال
اب یہ شکلیں پھر نہ دکھلائیگی دنیا دیکھ لو — مصطفٰے کے عاشقوں کی شکل زیبا دیکھ لو
ملتِ مرحوم کے ماتم میں اب رویگا کون — دامنوں سے داغہائے معصیت دھوئیگا کون
اے زمینِ شرقپور! شیر الٰہی کی کچھار — دفن ہوتا ہے تیری مٹی میں شیرِ کردگار

ہے دُعا نیرؔ کی برسے تجھ پہ بدلی نُور کی
ہو ہمیشہ تجھ پہ نُور افشاں تجلی نُور کی

مجھے اپنے عجز و ہیچ میرزی کا پورا پورا احساس ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ یہ کام میری ہمت سے بہت بلند ہے لیکن اس محبت اور عقیدت نے جو مجھے حضرت میاں صاحب کی ذات سے تھی جرأت دلائی۔ ناظرین سے استدعا ہے کہ وہ میرے قصورِ فہم اور کمی علم کی لغزشوں سے مطلع کر کے اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر کے طالب ہوں۔

۲۵/ دسمبر ۱۹۲۸ء — حسن علی بی۔اے (جامعی)

شرقپور۔ محلہ ملک الیاس

التماس

معزز ناظرین! ہمارا ارادہ ہو کہ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت میاں شیر محمد صاحب قدس سرہ کی یادگار میں ایک ماہوار رسالہ "پیغام رسول" کے نام سے جاری کریں جس کے مقاصد یہ ہوں:۔

(۱) قرآن وسنت یعنی پیغام الٰہی اور پیغام رسول ﷺ کی نشر واشاعت۔

(۲) مصلحین امت محمدیہ ﷺ اور علماء وصلحا کی سیرتوں کا پیش کرنا۔

(۳) دورِ حاضرہ کی بہترین علمی اور حیرت انگیز معلومات کا ذخیرہ فراہم کرنا اسکی تعلیم حقیقی شریعت طریقت کے مطابق ہوگی۔ اسکے مضامین صحیح جذبات انسانی کے متعلق ہوں گے اور اس کا لٹریچر نہایت سلیس اور پراز متانت ہوگا لیکن اس کام کا شروع کرنا آپ لوگوں کی خواہش سرپرستی اور معاونت پر مبنی ہے۔

جملہ خط وکتابت بنام مولوی محمد عاشق امام مسجد جامع شرقپور ضلع شیخوپورہ (پنجاب)

فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ

تجلّیاتِ شیرِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

(حصہ دوم)

بحوالہ حیاتِ جاوید

یعنی

اعلیٰ حضرت شیرِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و

تعلیمات پر ہونے والی تحریری کاوشوں کا مجموعہ

کاوش: ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری

نظرِ ثانی: ابوالبقاء قدر آفاقی

فِیْ قَصَصِہِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ

حیاتِ جاوید

سوانح حیات حضرت میاں شیر محمد شرقپوری

قدس سرہٗ العزیز

مؤلفہ

ملک حسن علی صاحب بی اے (جامعی) شرقپوری

سابق مدیر جریدہ صوفی و مؤلف ذکرِ محبوب، مشاہدات التوحید،

تعلیماتِ مجددیہ وغیرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

دِیباچہ

حکایت از قدآں یارِ دل نواز کُنِیم
بایں فسانہ مگر عُمرِ خود دراز کُنِیم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ وَفَّقَ فِیۡ دِیۡنِہٖ مَنِ اجۡتَبَا ط وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتِمِ رُسُوۡلِہٖ وَجَمِیۡعُ اَنۡبِیَا وَعَلٰے عِبَادِہِ الصّٰلِحَا ط وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ وَلَا عُدۡوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ o

مذاہبِ عالَم کا اس پر اتفاق ہے کہ اس ظاہری اور مادی عالَم کے علاوہ ایک اور عالَم بھی ہے۔ حکمائے اسلام نے اس عالَم کا نام عالَمِ مثال، عالَمِ برزخ یا عالَمِ ارواح رکھا ہے۔ عالَمِ کائنات کی ہر شے اپنے ظاہری مظاہر اور صور کے علاوہ اپنے اندر باطن بھی رکھتی ہے۔ جس طرح اس عالَمِ ظاہری کے نظام کو قائم رکھنے کے لیے خُداوندِ عالَم نے رنگا رنگ اور طرح طرح کے عجائبات بنائے اور پھر انہیں قوانینِ قدرت کے ماتحت کر دیا۔ اس سے کہیں بڑھ کر عالَمِ مثال یعنی عالَمِ روحانیت کے نظام اور سلسلہ کو قائم رکھنے کا انتظام کیا ہے۔ ہوائیں آتی ہیں۔ موسم بدلتے ہیں۔ درخت اپنے موسم پر پھل لاتے ہیں۔ نظامِ شمسی و قمری قائم ہے۔ مادی حکومتیں لِمَنِ الۡمُلۡکُ الۡیَوۡمَ کا ڈنکا بجا رہی ہیں۔ ٹھیک جس طرح اس عالَمِ ظاہر کا ایک آفتابِ جہان تاب ہے۔ عالَمِ روحانی کا بھی ہے اور اس آفتاب کے غروب ہونے پر جس طرح چاند اور سیارے دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کا کام سر انجام دیتے ہیں۔ عالَمِ روحانی کے بھی ثوابت و سیارے ہیں جو شمسی نبوت کی تبعیت

میں جہان کی رہنمائی کا کام کرتے ہیں۔ جب عالمِ ظاہری کے حقائق و کیفیات معلوم کرنے کے لیے قسم قسم کے علوم وفنون سے فیضیاب ہونا اور طرح طرح کی تکلیفوں اور مشقتوں کا برداشت کرنا لوازمات سے ہے تو کیسے ہوسکتا ہے کہ عالمِ روحانی کے مشاہدات اور جمالِ خداوندی کا دیدار محنت اور کاوش کے بغیر ہی میسّر آجائے۔ مشتاقانِ جمالِ الٰہی، شاہدِ مقصود سے ہمکنار ہونے کے لیے کٹھن سے کٹھن منازل کو طے کرتے ہیں۔ سنگلاخ چٹانوں کی راہ نوردی میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ ہیبت ناک اور مرعوب کُن آزمائشوں اور امتحانوں میں جان جوکھوں میں ڈالتے ہیں۔

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَدُوْنَهَا\
قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خُيُوْفُ

لیکن اس وادئ پُرخار کی راہروی ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند\
میلِ اُو اندر دلش انداختند

نظامِ شمسی کی طرح نظامِ انسانی کا بھی مرکز و محور ہے۔ ہر عہد و دور میں چند برگزیدہ ہستیاں ہوتی ہیں جن کا وجود ستاروں کے مرکزِ شمسی کی طرح تمام انسانوں کا مرکزِ محبت و کعبۂ انجذاب ہوتا ہے اور جس طرح نظامِ شمسی کا ہر متحرک ستارہ صرف اسی لیے ہوتا ہے کہ کعبۂ شمس کا طواف کرے۔ اسی طرح آبادیوں کے ہجوم اور انسانوں کے گروہ صرف اس لیے ہوتے ہیں کہ اس مرکزِ انسانیت اور کعبۂ ہدایت کا طواف کریں۔ گو ظاہری اور مادی حکومت اُن کے ہاتھ میں نہیں ہوتی لیکن مخلوق کے دِلوں کے وہی حاکم ہوتے ہیں۔ اُن کی حکومت ظاہری حکومت سے زیادہ دیرپا اور اُن کے محکوم زیادہ وفادار ہوتے ہیں۔ نہ انہیں اپنے شہرستانِ صدق وصفا کے تاج وتخت کے چھن جانے کا خطرہ۔ نہ اقلیمِ عشقِ الٰہی کی سروری و شاہی پر کسی دشمن کے تاخت و یلغار کا خوف۔ سلاطینِ زمن اور اربابِ حکومت

ان کے سامنے پرِ پشہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

مبیں حقیر گدایانِ عشق راکیں قوم

شہانِ بے کمر و خسروانِ بے کُلہ اند

قرونِ اُولیٰ وؤسطےٰ میں اس قِسم کے خاصانِ خُدا اور اہلِ اللہ بکثرت موجود تھے لیکن آہ! اب وہ نفوسِ قدسیہ اور ارواحِ طیّبہ ہماری ظاہر بیں نظروں سے پوشیدہ ہیں اور محوِ خوابِ استراحت موجودہ زمانہ قحط الرّجال کا زمانہ ہے۔ ایک مجموعہ صفات بزرگ کی رحلت کے بعد کوئی اس جیسا جانشین نظر نہیں آتا۔

اس وقت دنیا میں کُفر والحاد کا دَور دَورہ ہے۔ شیطنت اور ابلیسیت کی حکُومت ہے۔ مادہ پرستی نے روحانیت سے کنارہ کشی کرلی ہے۔ ہر قسم کے علمی و عملی مفاسد اپنے کمال بلوغ کو پہنچ گئے ہیں۔ صحیح علمی درسگاہیں ٹوٹ گئی ہیں۔ قرآنِ حکیم کی تعلیمات کے حقیقی معارف تھے اور جن مقاصدِ عظمیٰ کے لیے اس کا نزول ہوا تھا وہ بھلا دیے گئے ہیں۔ باہمی تعصب وتفرقہ کی آگ یہاں تک بھڑکنی شروع ہوگئی ہے کہ جن چھوٹے چھوٹے اختلافات کو پہلے عوام نے کبھی جگہ نہ دی تھی۔ اب خواص وفقہاء انہی کو معیارِ اسلام قرار دے کر ایک دوسرے کی تضلیل وتکفیر کے دَرپے ہوگئے ہیں۔ بدعات ورسوم کا فتنہ اپنی پوری قوت و احاطہ تک پہنچ گیا ہے۔ صحیح تصوف وسلوک کے جوہر پاک کا جہل، فسق کی کثافتوں سے ممتزج ہوگیا ہے۔

اس قسم کے زمانہ کی ہدایت کے لیے اگر کوئی چیز مشعلِ راہ ہوسکتی ہے تو وہ قرآن وحدیث ہے اور قرآن وحدیث کے بعد اربابِ دل سب سے زیادہ جس چیز سے محظوظ وتسکیف ہوتے ہیں وہ خُدا کے نیک بندوں کا تذکرہ ہے۔ جس سے دِل کشا، فضاؤں کی لطیف ہوائیں دماغ کو تروتازہ کرتی ہیں۔ جس طرح مرغزاروں اور گلزاروں کی عنبریں نکہتیں قوّتِ شامہ کو سرمست ووارفتہ بناتی ہیں۔ جس طرح اربابِ عمل کی داستان

سُن کر دست و بازو میں جُنبش ہونے لگتی ہے اور جس طرح بہادروں کے کارنامے پڑھ کر رگوں میں خُون کھولنے لگتا ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ کے حالات پڑھنے اور سننے سے انسان کی روحانی دنیا میں انقلاب وتلاطم برپا ہوجاتا ہے۔ جب اُن کے زُہد و ورع اور طہارت و تقویٰ کا حال معلوم کرتے ہیں تو اُن کی صداقت ہماری روح پر اثر ڈالتی ہے۔ دنیا کی لذتیں ہم کو بے ثبات اور راحتیں رُوبفنا نظر آتی ہیں اور ایمان کا نُور مشتعل ہونے لگتا ہے۔

وہ عنایتِ الٰہی جس نے حفظِ دینِ محمدی کا بیڑہ اٹھایا ہے بموجب ارشادِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، امتِ مرحُومہ کی اصلاح اور ہدایتِ خلق اللہ کے لئے وقتاً فوقتاً ''مُصلحین اُمت'' پیدا کرتی رہتی ہے تاکہ وُہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ہدایات خلقت تک پہنچا کر، اِس کی حجت کو خلقت پر قائم کردیں۔ گو نبوت ہمارے حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو چکی ہے۔ لیکن مطابق اس فرمان آنحضرت ﷺ کے عُلماء امتی کانبیاءِ بنی اسرائیل سلسلۂ ہدایت حسبِ قاعدۂ قدیم بذریعہ نائبانِ ختم المرسلین ﷺ قیامت تک جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور عنایتوں نے اس زمانہ میں ہماری اصلاح ودعوت اور رہنمائی و ہدایت کی خلعت سند الکاملین، امام العارفین قُدوۃ الاولیاء حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری قدس سرہٗ کو پہنائی اور احیائے سنت ودعوت وتذکیر کا منصب خاص آپ کے سپرد کیا۔ اس ملک میں، اس نیلگوں آسمان کے نیچے آپ کا نظیر نہ کسی نے دیکھا اور نہ ڈھونڈنے سے ملے گا۔ بالخصوص آپ جیسے بزرگ کو اس بستی کی گود میں پرورش پانا آج تک نصیب نہ ہوا۔ آپ کے سلطانِ سلطنت طریقت اور سالکِ مسلکِ شریعت ہونے کا اعتراف صرف آپ کے حلقہ بگوشان اور مریدین ومتوسلین ہی کو نہیں، بلکہ علمائے ظاہر جنہوں نے ایک دفعہ بھی آپ کو دیکھا اور آپ کی صحبت ومجلس میں بیٹھے، بیساختہ پکار اٹھے کہ آپ کی مثیل اس زمانہ میں موجود نہیں۔ آپ نے اظہارِ حق اور فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی میں جس طرح ثابت قدمی دکھائی، اس کی نظیر آپ ہی ہیں۔ بڑے

بڑے دنیادار لوگ، حکومتِ وقت کے عمال، آپ کی مجلس میں بال مگس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے۔ آپ ساری زندگی میں کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوئے۔ آپ نے اپنے فضل و کمال سے نہ صرف اپنے خاندان کے گزشتہ ممبروں کو پنجاب اور ہندوستان میں روشناس کرایا، بلکہ اپنے خاندان کے مستقبل کے لئے ایسا بیج بویا جس کی کونپلیں انشاء اللہ اس قدر پھلیں پھولیں گی کہ آسمان کی چوٹی سے باتیں کرنے لگ جائیں گی۔ آپ ایک ایسے مشہور خاندانِ علم وفضیلت سے تعلق رکھتے ہیں جو خاص فضائل کے لحاظ سے اس خطہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقدس خاندان کے سارے کمالات اس مقدس ہستی میں جمع کردئے اور صرف یہیں تک بس نہیں کی بلکہ اپنی طرف سے اس قدر اور اضافہ کیا جس کا احصار ناممکن ہے۔

قیس سا پھر نہ اٹھا کوئی بنی عامر میں
فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

معزز ناظرین! مَیں اس وقت جو کچھ کہہ رہا ہوں، صرف فرطِ عقیدت سے نہیں بلکہ مَیں میزانِ تواریخ اور محدثین کے قائم کردہ اصُولِ روایت کے مطابق آپ کی مبارک زندگی کے واقعات وحالات آپ کے پیش کرتا ہوں جن کے مطالعہ کے بعد آپ کو واقعی میرے الفاظ پُر از صداقت معلوم ہوں گے۔ آپ کے حالات و واقعات اس گئے گزرے زمانہ میں ہماری ڈگمگاتی ہوئی کشتی کے لئے پشتیبان اور ناخدا ہیں۔ اس گئے گزرے زمانہ میں جب کہ احکامِ شرع کے اجراء اور قیام کا کوئی ذمہ دار نہیں رہا تھا۔ علمائے حقانی بہت کم تھے اور علمائے دنیا ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ دنیا طلبی اور مکرُ وہ زور کی گرم بازاری تھی۔ جاہل صوفیاء کی بدعات ومنکرات نے ایک عالم کو گمراہ کر رکھا تھا۔ آپ نے کس طرح مردانہ وار احیائے شریعت اور قیام امر بالمعروف کا غلغلہ بلند کیا اور احکامِ شریعت کے قیام کی راہ میں اپنی جان تک لڑادی۔ عشق کی صداقت اور قلب کی طہارت نے آپ کی

دعوت و تذکیر میں ایسی تاثیر بخشی کہ تھوڑے عرصہ میں ہزاروں آدمی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ آپ کا طور و طریق کچھ عجیب عاشقانہ و والہانہ تھا اور ایسا تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خصائص ایمانی کی یاد تازہ کرتا تھا۔

اس سے پیشتر اس سیاہ کار اور ذرّہ بے مقدار نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ایک مختصر سی تالیف ''ذکرِ محبوب'' کے نام سے شائع کی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین و متوسلین نے میری اس ناچیز تالیف کی کس حد تک قدر افزائی کی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ کتاب شائع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک گئی اور ایک ہزار میں سے صرف دو چار کاپیاں اپنی ذاتی ضرورت کے لیے باقی رہ گئی ہیں۔ اچھے اچھے قابل اور علم دوست احباب نے میری تالیف کو پسند کر کے نہایت اعلیٰ ریمارک دیے۔

احباب کی حوصلہ افزائی ''ذکرِ محبوب'' کی مقبولیت، حضرت خواجہ مظہر قیوم مدّ ظلہٗ العالی، سجادہ نشین مکان شریف کے ایمائے خاص اور حضرت میاں غلام اللہ صاحب دام سلمہٗ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ نے مجھے آمادہ کیا ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی زندگی پر مزید روشنی ڈالوں اور تمام وہ باتیں جو وقت کی قلّت کی وجہ سے ''ذکرِ محبوب'' میں اجمال سے لکھنی پڑی تھیں اُن کی تفصیل کر دُوں اور جو فروگذاشتیں بعض واقعات کی صحت کے متعلق رہ گئی تھیں اُن کی بھی اصلاح کر دُوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وُہ مجھے میرے مقصد پر کامیاب کرے اور توفیق دے کہ اس کام کو نباہ سکوں۔

ملک حسن علی بی۔ اے (جامعی)
شرقپور شریف، ضلع شیخوپورہ

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجدادِ عظّام کا ذِکر

آپ کے واجبُ الاحترام اجداد کے متعلق جس قدر استناد و وثوق اور حالات کی تطبیق سے معلوم ہوا ہے وُہ یہ ہے کہ آپ کے اجدادِ عظّام کا اصل وطن افغانستان تھا۔ جب اسلامی فتوحات نے معراج ترقی پر قدم رکھا تو افغانستان کے بہت سے شریف گھرانے پنجاب و ہندوستان میں آبسے۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد پہلے دیپالپور میں مقیم ہوئے۔ پھر زمانہ کے انقلاب نے اس خاندان کے چند بزرگوں کو شہر قصور میں پناہ لینے پر مجبور کیا۔ چونکہ سر برآوردہ علم وعمل تھے۔ اس لیے شہر قصور کے رؤسا اور پٹھانوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے اپنا حلقہ بگوش بنالیا۔ وُہ سب کے سب آپ کے اجداد کو مخدُوم کہہ کر پکارتے تھے۔ علُومِ دینیہ کی درس وتدریس اُن کا بہترین مشغلہ تھا۔ قلمی قرآن مجید لکھا کرتے تھے۔ حفظِ قرآن کی نعمت اس خاندان میں ورثۃً چلی آتی تھی۔ دُور دراز سے لوگ آکر اُن کی صحبت سے فیضیاب ہوتے تھے۔

اِن بزرگوں میں سے سوائے دواصحاب کے باقی واپس دیپال پور تشریف لے گئے۔ دونوں میں سے ایک تو کوٹ پکہ قلعہ قصور میں اور دوسرے کوٹ پیراں قصور میں مقیم ہوگئے۔ کوٹ پکہ قلعہ والے صاحب کی تیسری پُشت میں سے ایک صاحب مسمّی حافظ صالح محمد ہُوئے۔ مَیں اس مقام پر ناظرین کے لیے آپ کے خاندان کے معزز حضرات کا شجرہ نسب لکھتا ہُوں۔

شجرہ نویں صفحہ پر ملاحظ فرمائیں

شجرۂ خاندان

حافظ ہاشم

حافظ محمد

حافظ محمد صالحؒ

حافظ محمد عمرؒ — میاں غلام رسولؒ — غلام محمد — مسماۃ مریم زوجہ میاں قطب دینؒ

مسماۃ آمنہ — لاولد — چراغ دین

بدر الدینؒ — حافظ محمد حسینؒ — قمر دین — مسماۃ حافظ

نیک بی بی — لاولد

شہاب دین — میاں عزیز الدینؒ — حافظ حمید الدینؒ — میاں نظام الدینؒ — مسماۃ عزیز بیگم

مائی عائشہ صاحبہؒ (والدہ حضرت میاں صاحبؒ) — رحیم اللہ — (لاولد)

غلام کبریاء

حضرت میاں شیر محمد — میاں غلام اللہ صاحبؒ

حافظ محمد صالح صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جَدِّ اعلیٰ قرآن مجید کی کتابت کیا کرتے تھے اور اس فن میں یکتائے روزگار تھے۔ حافظ محمد عُمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے باپ کے جَدِّ بزرگوار ہیں جو علاوہ فنِ خوشنویسی کے، فنِ طبابت میں بھی مہارت رکھتے تھے۔

حضرت مولوی غُلام رسُول رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولوی غلام رسُول رحمۃ اللہ علیہ ایک نہایت ہی بزرگ اور فقیر طبیعت حافظ، عالم و عابد شخص تھے۔ آپ کے انتہا سے زیادہ بڑھے ہوئے زہد و عبادت کا چرچا گھر گھر پھیلا ہوا تھا اور ضمیری و روحانی جوہروں اور ریاضت و مجاہدات کے کرشموں کے ڈنکے ایک عالم میں بج گئے تھے۔ شہر قصور میں آپ کا مکان کوٹ حاجی رانجھے خاں متصل مسجد حاجی رانجھے خاں تھا۔ شہر قصور کو اُس وقت جو عروج اور ترقی حاصل تھی وہ شاید آج بھی اُسے نصیب نہ ہو۔ یہاں کے باشندے نہایت خوشحال اور دولت مند تھے۔ ہر قسم کے باکمال اور اہلِ ہنر کا وجود پایا جاتا تھا۔ شہر تجارت اور فلاحت کا بھی مرکز تھا لیکن بدقسمتی سے نواب نظام الدین خاں حاکمِ قصور سے ۱۸۵۹ء میں رنجیت سنگھ کا بگاڑ ہوگیا۔ رنجیت سنگھ نے شہر قصور پر یورش کردی اور شہر قصور کو ویران کردیا۔ اس کے دو تین سال بعد نواب قطب الدین خاں حاکم قصور کے عہد میں رنجیت سنگھ نے دوبارہ فوج کشی کی۔ رنجیت سنگھ کا ارادہ درحقیقت ریاست کو چھیننے کا تھا۔ اگرچہ پٹھانوں نے یکدل و جان ہوکر اپنی قیام گاہ، عزت و آبرو کے واسطے اس بارسخت جنگ کی لیکن دو ماہ کے محاصرہ کے بعد جس قدر غلہ شہر میں تھا۔ لشکر اور رعیت نے کھالیا اور لوگوں نے مویشی اور سواری کے گھوڑے مار کھائے۔ جب شہر کی خلقت تنگ آئی تو جس طرح ہوسکا۔ لوگ شہر سے نکل کر بھاگ گئے۔ حضرت میاں غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی ایام میں تن تنہا نکل کر حجرہ شاہ محمد مقیم چلے گئے۔ حجرہ شاہ محمد مقیم جس وقت پہنچے تو وہاں مسجد میں دو صاحبزادے تختیوں پر مشق کررہے تھے۔ حضرت میاں غلام

رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے خوشنویس اور نامی گرامی کاتب تھے۔ انہوں نے صاحبزادوں سے تختی لے کر دو حروف اپنے قلم سے ڈال دیے۔ صاحبزادوں نے وہ حروف اپنے والد حضرت قطب علی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ حجرہ شاہ محمد مقیم کو جا کر دکھائے۔ چنانچہ اس طرح حضرت قطب علی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین کو حضرت میاں غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کا علم ہوگیا۔ اُنہوں نے حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی عزت و تکریم کی۔

رنجیت سنگھ نے قصور کے بعد اطراف و جوانب کے علاقوں کو بھی غارت کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ صاحب سنگھ بیدی جو گورونانک کی اولاد سے تھا نے حجرہ شاہ محمد مقیم پر یورش کر دی۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے نکلے اور شرقپور آ کر پناہ لی۔ مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حجرہ شاہ محمد مقیم سے شرقپور کے زرگروں کے بزرگ پیر بخش، نادر بخش، خدا بخش وغیرہ بھی شرقپور آ گئے۔ یہاں کے لوگوں نے آپ سے اس قدر ہمدردی و غمخواری کی کہ آپ یہیں مقیم ہو گئے۔ جس جگہ اب مسجد میاں صاحب واقع ہے۔ اس جگہ اس زمانے میں شہر کا کوڑا کرکٹ ہوتا تھا۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ شرقپور کے زمینداروں کی مدد سے جگہ کو پاک صاف کر کے مسجد کی بنا رکھ دی اور اس جگہ کو اپنے درس و تدریس اور افتاء کا مرکز بنا لیا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دامن میں حق و صداقت کا تخم رکھتے ہیں۔ وہ جس سرزمین پر جا نکلتے ہیں۔ وہیں اپنی فصل خود تیار کر لیتے ہیں۔

حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اولادِ نرینہ نہ تھی۔ صرف ایک ہی صاحبزادی تھی۔ جن کا نام بی بی آمنہ تھا۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت میاں محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا۔ حضرت میاں محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب دو تین واسطوں سے حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ بوجہ نہ ہونے اولادِ نرینہ کے حضرت میاں غلام

رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کو یہیں شرقپور منگوالیا۔

شرقپور کے بڑے بڑے آدمی مثلاً راقم الحروف کے دادا ملک الیاس رحمۃ اللہ علیہ، حکیم شیر علی، حافظ احمد یار وغیرہ سب حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ شاگردی میں آ گئے۔ آپ کی برکت سے شرقپور کے گھر گھر علم و ہدایت کا چرچا ہو گیا۔ آخر بروز سہ شنبہ ۲۴ شہر رجب ۱۲۸۰ھ ۵ جنوری ۱۸۶۴ء بمطابق ۲۳ پوہ ۱۹۲۰ بکرمی آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی تاریخ وفات لفظ غَفَرَ سے ۱۲۸۰ نکلتی ہے۔ آپ کے بعد آپ کی جگہ حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلقِ خدا کی خدمت کرتے رہے۔ حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قصور میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تین بیٹے تھے۔ سب سے چھوٹے میاں نظام الدین تو لاولد ہی فوت ہو گئے تھے اور سب سے بڑے بیٹے حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد تھے۔ بڑے متقی اور پرہیز گار تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند، خوفِ خدا، شب بیدار۔ غرضیکہ ہمہ صفت موصوف۔ محکمہ ویکسی نیشن میں ملازمت اختیار کر لی۔ مدتِ دراز تک ملازم رہے۔ آخر دورانِ ملازمت بمقام قصبہ بھوانی ضلع حصار میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کو وفات پائے قریباً تیس سال گزر چکے ہیں۔ آپ کے ایک خادم جو آپ کے ہمراہ کچھ مدت رہے ہیں۔ اس وقت شرقپور میں موجود ہیں اور وہ رو رو کر آپ کے حالات بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے نوکروں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اپنے کپڑے بھی دھوتے تھے اور اپنے نوکروں کو بھی دھو کر دیتے تھے۔ رشوت کی ایک کوڑی تک کسی سے ساری عمر نہیں لی۔ حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے بھائی حضرت میاں حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ عالم اور قرآن کے حافظ تھے۔ حضرت میاں محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مسجد کا انتظام آپ ہی کے سپرد رہا۔ اس وقت شرقپور میں بہت حفاظ آپ کے شاگرد موجود ہیں۔ آپ بہت سے کمالات اور خوبیوں کے جامع تھے۔ ۹۔ جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ بمطابق ۲۴۔ اپریل ۱۹۱۵ء بروز ہفتہ وفات پائی۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اور طفولیت

مبشرات قبل از ولادت:

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعہ کشف معلوم ہوا کہ شرقپور شریف میں ایک اولیاء اللہ پیدا ہوگا۔ اسی کشف کی بنا پر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سالانہ آمدورفت شروع کردی تاکہ اپنے سلسلہ نقشبندیہ کی کمند اس مرغِ لاہوتی پر ڈالیں۔ اکثر اولیاء اللہ کی ولادت سے قبل مبشرات کا ہونا اس کثرت سے ثقہ اور معتبر روایات سے ثابت ہے کہ ایک سلیم الفطرت آدمی کے لئے سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہیں۔ بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کی ولادت سے قبل مبشرات کا ظہور، کوئی ایسا امر نہیں جس سے انکار ہو سکے۔ مثلاً حضرت جناب پیرانِ پیر صاحب قدس سرہٗ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش سے قبل ایک فقیر صاحب شرقپور تشریف لائے تھے اور اکثر آپ کے محلّہ میں پھرتے اور لمبے لمبے سانس لیتے جیسے کوئی خوشبو لے رہا ہے۔ دریافت کرنے پر فقیر صاحب نے جواب دیا کہ اس کوچہ میں خُدا کے ایک مقبول بندے کی رُوح آنے والی ہے۔ مَیں اُس کی تاک میں ہُوں۔ الغرض! اس قسم کی اور بہت سی روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مادرزاد ولی تھے۔

ولادت باسعادت:

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ باوجود کوشش کے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح تاریخ دستیاب نہیں ہوسکی۔ صرف اس قدر معلوم ہوا کہ آپ کی ولادت ۱۸۶۳ء بمطابق ۱۲۷۹ ہجری میں ہوئی۔ دیگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا سنِ ولادت بالکل صحیح ہے۔ آپ اپنے انتقال سے چند ماہ پیشتر فرمایا کرتے تھے کہ "نبی ﷺ کی

عمر ۶۳ سال کی تھی اور میری عمر نبی ﷺ کی عُمر سے دوسال زیادہ ہوگئی ہے"۔

لہٰذا آپ کی عمر رحلت کے وقت بلا ریب پینسٹھ سال کی تھی۔ اس لیے حساب لگانے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۶۳ء بمطابق ۱۲۷۹ ہجری آپ کی ولادت کا سال ہے۔ والدہ ماجدہ کا نام مائی عائشہ رحمۃ اللہ علیہا تھا جو میاں بدرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصوری کی عصمت مآب اور محترمہ صاحبزادی تھیں۔ ولادت کے ساتویں روز آپ کا اسم گرامی شیر محمد رکھا گیا۔

میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بچپن کا زمانہ کچھ ایسا حیرت افزاء اور نرالا تھا جس کی نظیر دُنیا کے بچوں میں پائی جانے کی ہرگز اُمید نہیں۔ آپ کی بھولی بھالی صورت میں فطرت نے وہ مجنونانہ ادائیں کوٹ کوٹ کر بھر دی تھیں جنہوں نے آپ کے والد حضرت میاں عزیز الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہی نہیں بلکہ آپ کے والد کے نانا حضرت میاں غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ جیسے مستغنی مزاج کو آپ کا فریفتہ وشیدا بنا دیا۔ حضرت میاں غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ اس بلند اقبال اور ہونہار بچے سے بیحد محبت رکھتے تھے۔ جُوں جُوں آپ بڑے ہوتے گئے، سارے گھرانے کی توجہ آپ کی طرف ہوتی گئی۔ مولوی غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اُس وقت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو جن کی عمر تقریباً ایک برس کی تھی، اپنے سینہ سے لگا کر روحانی فیضان سے مالا مال کر دیا۔ مسکینی، غریبی، کم گوئی تفکر، آہستگی سے بات کرنا۔ غرضیکہ بہت سی خصلتیں جو بچوں میں کم دیکھی جاتی ہیں، آپ میں موجود تھیں۔ بچپن سے اپنے نفسِ امارہ کو احکامِ خداوندی کا پورا پورا مطیع بنا دیا۔ تقویٰ و پرہیزگاری، اطاعتِ الٰہی، خلق، بے مثل تواضع، نیک نیتی، وفا شعاری، خدا ترسی۔ غرضیکہ یہ باتیں بوجہ احسن آپ میں پیدا ہوگئی تھیں۔ حیا اور شرم کی یہ حد تھی کہ آپ جب کوچہ میں گزرتے تو سر پر چادر اوڑھ لیتے۔ مبادا کسی غیر محرم کی طرف نظر جا پڑے۔ محلّہ کی

عورتیں کہا کرتی تھیں کہ یہ ہمارے محلہ میں لڑکی پیدا ہو گئی ہے جو چہرہ پر نقاب لے کر چلتی ہے۔ آپ کی پیشانی اس وقت سے ہی اس جاہ و جلال کا صاف پتہ دے رہی تھی جو آئندہ زمانہ میں آپ کو نصیب ہونے والا تھا"۔

بالائے سرش ز ہوشمندی

مے تافت ستارۂ بلندی

تعلیم و تربیت:

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بعد ختم قرآنِ مجید، مڈل سکول شرقپور میں بٹھایا گیا۔ مدرسہ کی تعلیم میں آپ کی طبیعت بالکل نہ لگتی تھی۔ اپنے والد حضرت میاں عزیزالدین رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر صرف پانچویں جماعت تک ہی تعلیم پائی۔ مدرسہ سے جب چھٹی ملتی تو دوسرے بچے کھیل کود میں مشغول ہو جاتے۔ آپ مسجد میں گوشہ تنہائی اختیار کرتے اور اللہ کا ذکر کرتے۔ جب مدرسہ کی تعلیم چھوڑ دی تو حضرت میاں عزیزالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تعلیم و تربیت اپنے چھوٹے بھائی حضرت حافظ حمیدالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کی۔ حضرت میاں حمیدالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی کی چند کتب آپ کو پڑھائیں۔ کچھ دنوں حکیم شیر علی صاحب مرحوم سے بھی پڑھتے رہے۔ بس یہی آپ کا منتہائے تعلیم ظاہری ہے۔ تعلیم کی نسبت آپ کو خوشنویسی سے زیادہ لگاؤ رہا ہے۔ مدرسہ میں بھی آپ کی خوش خطی مشہور تھی۔ مدرسہ چھوڑنے کے بعد آپ نے اس فن اور نقاشی میں اس قدر مشق کی کہ بڑے بڑے کاتب اور خوش نویس اور نقاش آپ کے قطعات، مکتوبات اور بیاضیں دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔ کئی قلمی قرآن مجیدوں کو جن کے اوّل اور آخری حصص بوسیدہ ہو گئے تھے۔ آپ نے اُن کو اپنے قلم سے مکمل کیا۔ اس عمر میں آپ کو گھوڑے کی سواری کا بھی بہت شوق تھا۔ خواہ کیسی ہی چالاک اور بدخو گھوڑی ہوتی آپ کے مطیع ہو جاتی۔

اگرچہ علمائے ظاہر ہمیشہ آپ پر کم علمی کا طعن رکھتے رہے لیکن وہ اس حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں کہ ان ظاہری اکتسابی علوم کے علاوہ ایک اور علم بھی ہے جسے اصطلاح قرآن مجید میں علمِ لدنی کہتے ہیں اور جس سینہ کو اللہ تعالیٰ علمِ لدنی سے نوازتے ہیں اُسے علمِ ظاہری کی منطقیانہ بھول بھلیوں سے پاک وصاف رکھتے ہیں۔ یہ وہ مدرسہ ہے جس کا معلم خود خالقِ ارض وسما ہوتا ہے۔ تمام اُولعزم انبیاء ورسل اور اکثر صدقاء، شہداء اسی مدرسہ وہبی سے ہی سے فیض پاکر دنیا میں آئے اور دنیا کی کایا کو پلٹ دیا۔ مدرسہ وہبی کے تعلیم یافتوں کا رنگ ڈھنگ بالکل سادہ ہوتا ہے۔ ان کی باتوں میں سیدھی سادھی مثالیں ہوتی ہیں لیکن ان مثالوں کا ایسا زبردست اثر ہوتا ہے کہ بڑے بڑے سخت دل آدمیوں کا روتے روتے کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔ اوران بڑے فاسقوں کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ ان کے کلام کا ہر ایک لفظ ان کے دلوں کو چھید کر آرسے پار ہوجاتا ہے۔ بڑے بڑے عالموں کی گردنیں ان کے سامنے جھک جاتی ہیں اور علم کو ان کے علم کے مقابلہ میں مثل افسانہ کے سمجھتے ہیں۔ امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مصلحین امت کی ایک جماعت ایسی ہوئی ہے جو صرف اسی مکتب الٰہی کی تربیت یافتہ تھی۔ چونکہ اس وقت تفصیل کا مقام نہیں ورنہ اس موضوع پر کچھ اور روشنی ڈالتا۔ اس خاکسار (مؤلف) کی نظر میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علم بھی اسی قبیل سے تھا اور اسی فیضان الٰہی کا نتیجہ تھا کہ آپ فارسی اور اردو زبان کی کتابیں بلا روک ٹوک پڑھ لیتے تھے۔ البتہ عربی زبان میں چونکہ پوری قدرت حاصل نہ تھی۔ اس لیے عربی کتابوں کے تراجم منگوالیا کرتے تھے۔ آپ کے کتب خانہ میں عربی، فارسی اور اردو زبان میں ہزارہا کی تعداد میں کتابیں موجود ہیں۔ اس وقت تک ہندوستان میں قرآن حکیم کی تفسیر اور صاحب قرآن یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت وحیاتِ طیبہ کے متعلق اردو زبان میں جتنی کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ سب کی سب آپ کے کتب خانہ میں موجود ہیں اور ان

میں سے کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جسے آپ نے دو دفعہ مطالعہ نہ فرمایا ہو۔ اگرچہ آپ کے کتب خانہ میں تصوف وسلوک اور فقہ ومسائل کا بھی ایک کافی ذخیرہ ہے اور آپ کو ان سے بہت شغف رہا ہے لیکن آخر عمر میں آپ کی توجہ صرف قرآن اور سیرت طیبہ نبویہ کے مطالعہ کی طرف مبذول ہوگئی تھی۔ اور آپ اپنے جملہ تعلیم یافتہ احباب کو بھی یہی وصیت کرتے تھے کہ قرآن مجید پڑھو اور سیرت طیبہ کا مطالعہ کرو۔ یہ بات منجملہ آپ کے خصائصِ مقامات ولایت سے ہے اور حقیقت یہ کہ قرآن اور صاحبِ قرآن کی سیرت وحیات مقدس کے مطالعہ سے بڑھ کر نوعِ انسانی کے تمام امراضِ قلوب وعلل ارواح کا اور کوئی علاج نہیں اور یہی نسخہ شفا موجودہ زمانے کے شک وریب کے سارے دکھوں کا علاج ہے۔

اسلام کا دائمی معجزہ اور ہمیشگی کی حجۃ اللہ البالغہ قرآن کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو صاحبِ قرآن کی سیرت ہے اور دراصل قرآن وحیات نبوت معناً ایک ہی ہیں۔ قرآن متن ہے اور سیرت اس کی شرح۔ قرآن علم ہے اور سیرت اس کا عمل۔ قرآن صفحات وقراطیس میں ہے اور محمد ﷺ ایک مجسم ومثل قرآن تھے۔ جو یثرب کی سرزمین پر چلتے پھرتے نظر آتے تھے اور یہی تفسیر ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول کی جسے "وکان خلقه القرآن"۔ سے واضح تر کیا گیا ہے۔

مادو جانے آمدہ در یک بدن   من کیم؟ لیلیٰ ولیلیٰ کیست؟ من!

اگرچہ مذکورہ بالا باتیں بلا قصد زبانِ قلم پر آگئی ہیں اور نہ ہی ان کا موقع تھا لیکن زیادہ تر یہ خیال باعث ہوا کہ شاید بعض اصحاب کے لیے سودمند علم وعمل ہو۔

فتشبّهوا اِن لم تكونوا مثلهم
اِنّ التشبه بالكرام كرام

بچپن سے سنِ رُشد تک کے عام حالات

آپ کی طبیعت نوافل و ذکر و افکار کی طرف راغب تھی۔ ساری ساری رات یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ آبادی سے آپ ویرانوں قبرستانوں میں چلے جاتے۔ کئی کئی روز تک فاقہ کشی کر کے سنتِ نبویہ سے مشرف ہوتے تا آنکہ آپ پر عالمِ مثال کے اسرار و عجائب مکشوف ہونے شروع ہو گئے۔ آپ کے معاصرین جنہوں نے آپ کی اس حالت کو دیکھا ہے، ابھی بہت سے زندہ ہیں۔ آپ کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ ادنیٰ سی آواز پر بھی وجد طاری ہو جاتا۔ آپ کئی کئی گھنٹوں تک ہوش میں نہ آتے۔ کنوئیں کی چرخی آپ کو بے قابو کر ڈالتی۔ آپ کی نظر میں ایک بجلی کا اثر تھا۔ جس شخص کی طرف آپ توجہ سے دیکھتے اسے بے قابو کر دیتے۔ اس زمانہ میں شرابِ عشقِ الٰہی صہبائے خمیر آنجناب میں اس قدر غلیان تھی کہ بڑے بڑے مستقل مزاجوں کو آپ کی توجہ کے وقت آہ و نالہ اور گریہ و بکا امکان میں نہ رہتا۔

آپ کی مسجد میں ایک عرب آیا۔ اس نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو کہا "هٰذَا مَجْنُوْنٌ" (یہ تو کوئی مجنون ہے) لیکن آپ مجنون نہ تھے۔ جنون تو عشقِ الٰہی کا تھا۔ آپ نے اس پر جو ایک ہی نظر کی تو اس پر وجد کی سخت حالت طاری ہو گئی"۔

آپ کے والد محکمہ ویکسی نیشن میں چالیس روپیہ مشاہرہ پر ملازم تھے۔ آپ کے ذاتی اخراجات کے لیے دس روپیہ ماہوار بھیجتے تھے لیکن آپ کی شاہ خرچی کا یہ حال تھا جو کچھ ہاتھ میں آتا درویشوں، مسافروں اور غرباء میں لٹا دیتے۔ اگر کوئی پگڑی مانگتا تو اپنی پگڑی اتار کر دے دیتے۔ اگر کرتا مانگتا تو کرتا اتار کر دے دیتے۔ کھانا کبھی اکیلے نہ کھاتے بلکہ چند احباب کو ساتھ ملا کر کھاتے۔ یہ رقم آپ کے لیے بالکل ناکافی ہوتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بازار میں آپ ہمیشہ مقروض رہتے۔ جب آپ کے والد صاحب چھٹیوں میں گھر آتے تو میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا سارا قرض اتار دیتے۔ حضرت میاں عزیز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے

صاحبزادہ کی یہ حالت ہرگز گوارہ نہ تھی۔ انہیں یہ شبہ ہوگیا کہ میرا بیٹا دیوانہ اور باؤلا ہوگیا ہے۔ آپ کے چچا حضرت حافظ حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کو باؤلا کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ کی والدہ مرحومہ مغفورہ بھی آپ کی اس روش کو ناپسند کرتی تھیں۔ کیونکہ آپ گھر میں جو چیز دیکھتے۔ خُدا کی راہ میں لُٹا دیتے۔ جود و سخاوت میں تو آپ کے مقابلے میں حاتم طائی کے قصے بھی افسانوں سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔ ایک بار والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ناراضگی کے باعث لاہور اس ارادہ سے تشریف لے گئے کہ خوشنویسوں میں کہیں ملازمت کرلیں۔ جب مسجد طلائی کے نیچے پہنچے تو ہاتفِ غیبی نے آواز دی **اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ** بھول گیا۔ اسی جگہ سے آپ واپس آگئے۔

آخر ایک روز حضرت میاں عزیز الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کو جبکہ آپ اپنے صاحبزادہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی حالت پر پشیمان ہو رہے تھے۔ علاقہ حصار کے ایک صاحبِ کشف فقیر نے بشارت دی کہ گھبراؤ مت۔ تمہارا یہ بیٹا مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہے۔ ایک دن بڑا با اقبال ہوگا اور جب اس کی عمر چالیس سال کی ہوگی تو اس کا عروج دیکھو گے! حضرت میاں عزیز الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس بشارت سے، اطمینان ہوگیا۔ اس کے بعد آپ کا دل اپنے بیٹے کی طرف سے کبھی مکدر نہ ہوا اور پھر حتی الوسع ان کی خواہشات کے راستے میں کبھی رکاوٹ نہ بنے۔

بیعت

اب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی ہادی و مرشد کی تلاش میں تھے۔ جس کی وساطت سے آپ اس مقامِ تک پہنچ جائیں جو آپ کے پیشِ نظر تھا اور چونکہ اس مقام تک بدوں توسل مرشد کامل کے سخت دشوار بلکہ غیر ممکن ہے۔ اس لیے آپ ہمیشہ ٹوہ اور تلاش میں رہتے۔ آپ کے خاندان کے جملہ بزرگان کا تعلق آپ سے پیشتر حجرہ شاہ محمد مقیم سے تھا۔ آپ نے بھی حضرت پیر سعادت علی رحمۃ اللہ علیہ، سجادہ نشین حجرہ شاہ محمد مقیم کی خدمت میں مرید ہونے کے لیے درخواست کی۔ حضرت پیر سعادت علی رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمایا: "ہم میں بہت سی بدعات پیدا ہو گئی ہیں۔ آپ کسی ایسے صاحبِ باطن سے تعلق پیدا کریں جس کا مسلک 'علیٰ منہاج النبوت ہو'۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو حضرت میاں امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ جیسے پیر کامل و اکمل مل گئے۔ جن کی برکت، صحبت اور انوارِ ہدایت سے آپ نے اشغال طریقہ نقشبندیہ میں تھوڑی ہی مدت کے اندر کمال پیدا کر لیا۔ اس زمانہ میں کئی سجادہ نشین حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے حلقہ بیعت میں لینے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ان رسمی اور دُکاندار سجادہ نشینوں سے مطمئن نہ ہونے والی تھی۔ آخر اطمینانِ قلب نصیب ہوا تو اپنے پیشوا حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن کوٹلہ شریف (پنجو بیگ) کی صحبت بابرکت میں ہی رہنے سے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنی بیعت کا ذکر یوں فرمایا کہ:۔

"حضرت امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ شرقپور میں آتے تو ہماری مسجد میں تشریف لا کر جدِ امجد کے پاس ٹھہرتے اور چلے جاتے اور پھر آ جاتے۔ کچھ عرصہ کے بعد مجھے حلقہء بیعت میں لینے کی ترغیب دینی شروع کی۔ شروع شروع میں میرا دل نہیں مانتا تھا۔ لیکن آخر اُن کے روحانی تصرف نے مجھے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر مجبور کر دیا"۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ "مَیں مراد بھی ہوں یعنی چاہنے والا بھی اور چاہا گیا بھی"۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے حلقہء میں داخل کر کے سلسلہ نقشبندیہ کی کمند آپ پر ڈالیں۔

جذبات جوش وخروش اور حالاتِ سکر

طالب ومطلوب میں رابطہ اتحاد

بیعت کرنے کے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حد درجہ کی محبت پیدا ہو گئی۔ ایک بار شرقپور تشریف لائے۔ برسات کا موسم تھا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خاطر آپ کی فہمائش پر چائے پکانے لگے۔

لکڑی وغیرہ ہاتھ نہ آئی تو اپنی دستار مبارک سے ہی سے ایندھن کا کام لیا۔ آپ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اور خلوص نے دل میں جگہ کر لی۔ ایک بار حضرت بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ شرقپور تشریف لائے تھے۔ جب شرقپو ۔سے عازم کوٹلہ شریف ہوئے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ رخصت کرنے کے لیے ساتھ ہو لیے۔ شرقپور کے باہر ترکھانوں کی دُکان پر آپ کو کسی ضرورت کے لیے ٹھہرنا پڑا۔ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ دُکان والوں کی درخواست پر چار پائی پر بیٹھ گئے لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بوجہ ادب زمین پر ہی دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ اگر چہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کپڑے سب کے سب خراب ہو گئے۔ مگر کچھ پرواہ نہ کی۔ بعض اوقات حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کوٹلہ شریف تشریف لے جاتے۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اونٹنی پر سوار ہوتے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمراہ پیدل روڑتے ہوئے جاتے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف میں اپنے پیشوا کی خدمت میں کئی روز تک رہتے۔ وہاں چکی پیستے اور لکڑیوں کی گٹھڑیاں لاتے۔ ایک دن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا: ''آپ آئندہ لکڑیوں کی گٹھڑیاں نہ لایا کریں''۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو حضرت میاں کو سخت وجد کی حالت طاری ہوتی۔ کوٹلہ شریف کے باہر چھپڑ میں حضرت بابا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ غسل کرنے کے لئے داخل ہوئے۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کتے کے بھونکنے کی آواز پر پانی ہی میں وجد طاری ہو گیا۔ وجد ایسا سخت تھا کہ آدمی کے قد کے برابر پانی کی سطح سے اوپر اٹھتے اور تہ آب تک جا گرتے۔ حضرت بابا صاحب رحمہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پکڑو پکڑو۔ لیکن حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مچھلی کی طرح اِدھر اُدھر نکل جاتے اور کسی کے قابو میں نہ آتے۔

دن میں کئی ایک مرتبہ حالتِ بیخودی میں تڑپتے لوٹتے اور گریبان چاک کرتے۔ عالمِ بیقراری میں مسجدوں کے دروازوں پر جا کھڑے ہوتے اور اللہ کریم کو آوازیں دے دے کر پکارتے۔ کبھی جنگل کی طرف بھاگ جاتے۔ راستے میں کوئی شخص مل جاتا تو اس سے خداوند کریم کا پتہ پوچھتے کہ میرا خدا کہاں ہے؟ کیا کہیں تمہیں ملا ہے یا نہیں ملا؟ کانٹے دار جھاڑیوں میں گھس جاتے۔ مغیل (کیکر) کی خاردار شاخوں پر اپنے کو پھینک دیتے اور اس عالمِ سکر میں بے ساختہ آپ کی زبان سے قسم قسم کے کلمات نکلتے۔ کبھی قبرستان کی طرف دوڑ جاتے۔ اگر کوئی ٹوٹی پھوٹی قبر مل جاتی تو اُس میں گھس جاتے۔ ایک روز سکر کی حالت میں آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا ''ہُن مَیں ہوگیا کوئی ہور، مینوں کون پچھانے گا'' تین مرتبہ ایسا ہی کہا، پھر صحو میں آگئے اور تین دفعہ **لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ** پڑھا۔

ایک دفعہ گندم ایک کٹے ہوئے کھیت ''وَڈھ'' میں وجد ہوگیا۔ ایک دفعہ کنکروں کا ڈھیر دیکھ کر یہ کیفیت ہوگئی اور دیر تک زمین پر لوٹ پوٹ ہوتے رہے۔

ایک دفعہ آپ عید کے روز میلے کچیلے کپڑے پہنے نمازِ عید پڑھانے کے لئے مسجد میں آئے۔ چہرہ پر بیقراری کا عالم نمایاں تھا۔ لوگ حیران تھے کہ آپ نے کپڑے کیوں نہیں پہنے؟ جب آپ خطبے کے لئے کھڑے ہوئے فرمایا:

''میاں عید تو تب عید ہے جب دل خدا کی طرف عود کرے ورنہ عید کیسی''۔

ایک دفعہ خود ارشاد فرمایا کہ میں حالتِ بیقراری میں شہر سے باہر نکل گیا۔ قبرستان کی طرف سے سماع کی آواز آئی۔ ایک شخص سے دریافت کیا کہ سرود کہاں ہو رہا

ہے؟ اس نے کہا یہاں سرود کیسا؟ چونکہ مجھے آواز آرہی تھی اس آواز پر آگے گیا اور میاں محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کی مزار پر پہنچا، تو معلوم ہوا کہ یہ آواز مزار سے آرہی ہے۔ مَیں نے صاحب مزار کو کہا کہ ابھی سرود ہی میں پڑے ہو۔ وہاں سے بھاگ کر حضرت شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچا۔ جا کر کھڑا ہی ہوا تھا کہ وجد کی حالت طاری ہوگئی۔ جب ہوش میں آیا تو صاحبِ مزار کو کہا کہ تم گرانا ہی جانتے ہو۔ پھر چاروں طرف سے خوشبو آنے لگی۔ مَیں نے کہا یہ کچھ بات ہے۔ وہ خوشبو فیضانِ الٰہی تھا۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک روز جذب کی حالت میں بیٹھے بیٹھے آگ کے سلگتے انگاروں کو پکڑ پکڑ کر منہ میں ڈالتے اور فرماتے کیسے محبوبصورت ہیں۔ ہاتھ اور منہ پر کوئی اثر نہ ہوتا۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ مجھے زمین پر چلنا پھرنا اور پیشاب پاخانہ کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ ہر جگہ اسم ذات روشن و نورانی نظر آتا ہے۔

عطائے خلافت

حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں صاحب کے حد سے بڑھے ہوئے خلوص، حُسن عقیدت اور رابطہ اتحاد کو دیکھ کر فرما دیا: ”جو میرے اور شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان فرق سمجھے گا وہ بے ایمان ہے“۔ ایک بار پھر فرمایا: ”شیر محمد تم مجھ سے بڑھ گئے“۔ پھر ارشاد فرمایا: ”میری جو کمی تھی وہ شیر محمد نے پوری کردی ہے“۔ ایک دفعہ زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا: ”میری اور شیر محمد کی مثال حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی سی ہے“۔ لوگوں سے فرمایا کرتے ”میاں شیر محمد کی فقیری آج کل والی نہیں۔ سلف صالحین کے طریق پر ہے“۔ حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ

علیہ کے والد حضرت میاں عزیز الدین سے بہت پیار تھا۔ شرقپور میں چند لوگوں نے بھی بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے اور تعلیم سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اشغال نقشبندیہ میں کمال حاصل کر لیا۔ لطائف شش گانہ مفتوح ہو گئے۔ سلطان الذکر کی منزل طے ہو گئی۔ نفی اور اثبات اور طریقہ یادداشت باحسن وجوہ حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں صاحب کو نقشبندی سلسلہ میں بیعت لینے کی اجازت فرمائی اور ایک اجازت نامہ لکھا جس میں نہایت مہربانی کے کلمات تحریر فرمائے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ آپ اس اجازت نامہ کو لے لیں۔ آپ نے جواب میں عرض کیا کہ مَیں خلیفہ بننے کے لیے مرید نہیں ہوا۔ مَیں تو بندہ بننے کے لیے مرید ہوا ہوں۔ غرضیکہ اڑھائی سال اسی کشمکش میں گزر رے۔ بعد اڑھائی سال کے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے فرمایا ''شیر محمد مَیں تمہارا پیشوا ہوں۔ تم پر لازم ہے کہ میرا حکم مانو''۔ آپ نے اجازت نامہ لے لیا۔ لیکن پھر بھی باوجودیکہ ہزارہا کی تعداد میں لوگ بیعت ہونے کو آپ کی خدمت میں آتے آپ قبول نہ کرتے اور یہی فرمایا کرتے کہ مَیں اپنے کو اس کا اہل نہیں پاتا۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخِ عظّام کا ذکر

حضرت خواجہ امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ امیر الدین صاحب قدس سرہ' حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد و پیشوا قصبہ دھرم کوٹ جو کہ مکان شریف سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے کے رہنے والے تھے۔ اوائل عمر میں ہی حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت سے مشرف ہو گئے تھے۔ حضرت خواجہ امام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو کمال محبت تھی۔ حسب الارشاد خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ نے محکمہ پولیس میں بعہدہ تھانیداری ملازمت اختیار کر لی۔ صرف تین سال ملازمت کی۔ پھر مستعفی ہو کر اپنے پیشوا حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دریا کے کنارے ایک وظیفہ پڑھنے کا حکم دیا اور دو آدمی ہمراہ محافظت کے لیے بھیج دیئے کہ مبادا وجد میں آ کر دریا میں نہ گر پڑیں۔ اس اثناء میں حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت بھی نصیب ہوئی اور بہت سی برکات و فیوضات کے دروازے آپ پر مفتوح ہو گئے۔ گورنمنٹ انگلشیہ نے شروع عملداری میں نو سو (۹۰۰) گھماؤں زمین مکان شریف کے نذر کی۔ جس جگہ اب کوٹلہ شریف ہے۔ حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کارندوں کو وہاں کے دیہاتی لوگ قبضہ نہ کرنے دیتے تھے۔ آخر حضرت خواجہ امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا گیا۔ آپ بفضل خدا بڑے قد آور جوان تھے۔ اپنے بازو کی ہمت سے زمین پر قبضہ کر لیا اور مخالفین کی ان کے مقابلہ میں کوئی پیش نہ گئی۔ ایک دیہاتی نے مخالفت سے آپ کو تکلیف پہنچائی۔ آخر اُس نے اپنے کیے کی سزا پائی۔ سخت بیمار ہوا اور اس کے سارے جسم میں کیڑے پڑ گئے۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بذریعہ کشف اللہ

تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا تھا کہ شرقپور میں ایک شیر مرد پیدا ہوگا۔ اس واسطے آپ نے سال بسال شرقپور تشریف لانا شروع کر دیا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے روز باری تعالیٰ مجھ سے سوال کریں گے کہ تم دنیا سے ہمارے حضور کیا تحفہ لائے تو مَیں عرض کروں گا کہ مَیں دنیا سے شیر محمد کو لایا ہوں۔

حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نہایت بلند قامت حسین و جمیل اور خضر صورت تھے۔ آپ کا رُخ سرخ، ریش سفید، پیشانی کشادہ اور بنی دراز تھی۔ خندہ رو تھے۔ عمر ایک سو سال ساڑھے تیئس سال کے قریب ہوئی تو عارضہ فالج میں مبتلا ہو گئے۔ آخر ایک سو پچیس سال کی عمر میں اسی عارضہ سے راہی ملکِ بقا ہو گئے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مزار مبارک پر اکثر جایا کرتے اور مراقبہ میں بیٹھ کر آپ کی روح سے فیضان حاصل کرتے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقشبندی سلوک میں پنجابی زبان میں ایک رسالہ "چشمہ فیض معرفت" کے نام سے لکھا جو چھپ چکا ہے۔ اس رسالہ میں آپ نے اپنے پیشوائے طریقت حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات اور اشغال طریقہ نقشبندی لکھے ہیں۔ ذیل میں شجرہ نقشبندیہ جو حضرت خواجہ امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے درج کیا جاتا ہے۔ آخر میں تکمیل سلسلہ کے لیے حضرت میاں صاحب کا نام بڑھا دیا گیا ہے۔

شجرہ نقشبندیہ

اے خدا مجھ پر عطا کر باطفیل مصطفےٰ
واسطے صدیقِ اکبر ہے وہ صادق بے ریا

واسطے سلمان فارس قاسم و جعفر ولی
باطفیل بایزید و بوالحسن اور بوعلی

واسطے ہمدان یوسف عبد خالق غجدواں
خواجہ عارف ریوگر محمود کی خاطر چناں

واسطے خواجہ علی رامتین کے اے خدا
خواجہ بابا ساسی میر کلال مصطفےٰ

واسطے خواجہ بہاؤالدین کہ ہے مشکل کشا
حضرت یعقوب چرخی کے لیے ہے التجا

واسطے خواجہ عبیداللہ کے ہے یہ میری عرض
خواجہ محمد زاہد کی خاطر خدایا ہے غرض

واسطے درویش میری عرض ہے دربارگاہ
خواجہ امکنگ خاطر میرے اوپر کر نگاہ

واسطے خواجہ محمد باقی باللہ باصفا
خواجہ احمد مجدد الف ثانی باخدا

واسطے خواجہ معصوم حضرت الف ثانی کے پسر
خواجہ عبدالاحد کی خاطر خدایا لطف کر

واسطے سعید کی خاطر صفی پارسا
واسطے شیخ محمد خواجہ زکی باخدا

واسطے خواجہ محمد حاجی احمد کر نظر
باطفیل شاہ حسین نظر رحمت فضل کر

واسطے ان قطب عالم پیر پیراں دستگیر
خواجہ حضرت امام علی شاہ روشن ضمیر

واسطے ان پیر صادق علی شاہ خلف امام
ماسوا اللہ جب دل سے دور ہو میرے تمام

واسطے ان خواجگان نقشبنداں اے خدا
بر امیر الدین نظر کر فضل سے ہر دم عطا

ہے امیر الدین فدا سب عاشقاں اللہ پر
عشق اپنی ذات کا کرنا عنایت ایس پر

واسطے شیر محمد ہادی مرشد رہنما
غیر سے مجھ کو ہٹا کر حب اپنی کر عطا

شجرۂ منورہ

(تالیف استاذی المکرم حکیم علی احمد صاحب نیرؔ واسطی)

	تاریخ وصال	مزار شریف
۱۔الٰہی بحرمت سید المرسلین رحمۃ للعالمین سیدنا وشفیعنا ووسیلتنا فی الدارین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ	۱۲۔ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ
۲۔الٰہی بحرمت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	۲۳۔جمادی الثانی ۱۳ھ	مدینہ منورہ
۳۔ الٰہی بحرمت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰۔رجب ۳۳ھ	مدائن
۴۔الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴۔جمادی الاول ۱۰۱ھ	مدائن
۵۔الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۵۔رجب ۱۴۸ھ	مدینہ منورہ
۶۔الٰہی بحرمت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۔شعبان ۲۶۱ھ	بسطام
۷۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۔محرم الحرام ۴۲۵ھ	خرقان
۸۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ	۴۔ربیع الاول ۴۷۷ھ	طوس
۹۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۔رجب ۵۳۵ھ	مرو
۱۰۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۔ربیع الاول ۵۷۵ھ	غجدوان
۱۱۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ	یکم شوال ۶۱۶ھ	ریوگر قریب بخارا
۱۲۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ	۷۱۵ھ	انجیر فغنوی
۱۳۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ راتنی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۔ذیقعدہ ۷۲۱ھ	خوارزم علاقہ بخارا

۱۴۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۔جمادی الثانی ۷۵۵ھ	سماس قریب بخارا
۱۵۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ	۸۔جمادی الاول ۷۷۲ھ	سوخار قریب بخارا
۱۶۔الٰہی بحرمت حضرت امام الطریقت والشریعت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ	۳۔ربیع الاول ۷۹۱ھ	قصرِ عارفاں
۱۷۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ	۲۰۔رجب ۸۰۲ھ	نوحفانیاں
۱۸۔الٰہی بحرمت حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ	۵۔صفر ۸۵۱ھ	ہلغور
۱۹۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۔ربیع الاول ۸۹۵ھ	سمرقند
۲۰۔الٰہی بحرمت حضرت مولانا زاہد ولی رحمۃ اللہ علیہ	یکم ربیع الاول ۹۳۹ھ	موضع وحش
۲۱۔الٰہی بحرمت حضرت مولانا محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۔محرم الحرام ۹۰۷ھ	استرار مضافات ماوراءالنہر
۲۲۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۔شعبان ۱۰۰۹ھ	موضع امکنہ نزد بخارا
۲۳۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۵۔جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ	دہلی (انڈیا)
۲۴۔الٰہی بحرمت حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۔صفر ۱۰۳۴ھ	سرہند شریف
۲۵۔الٰہی بحرمت حضرت محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۔جمادی الثانی ۱۰۷۰ھ	سرہند شریف
۲۶۔الٰہی بحرمت حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ	۹۔ربیع الاول ۱۰۷۹ھ	سرہند شریف

۲۷۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۔ ذی الحجہ ۱۱۲۶ھ	سرہند شریف
۲۸۔ الٰہی بحرمت حضرت محمد حنیف پارسا رحمۃ اللہ علیہ	یکم صفر المظفر ۱۱۳۳ھ	بامیان از توابع کابل
۲۹۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ زکی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۴۳ھ	اتنکی لاکھی
۳۰۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ	۹۔ ذی الحجہ	مکہ مکرمہ
۳۱۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ	۴۔ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ	لواری شریف سندھ ضلع بدین
۳۲۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حاجی احمد رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۲۳ھ	موضع قاضی احمد علاقہ سندھ
۳۳۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ	۷۔ صفر ۱۲۲۴ھ	رتڑ چھتر مکان شریف پنجاب
۳۴۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۳۔ شوال ۱۲۸۲ھ	رتڑ چھتر مکان شریف پنجاب
۳۵۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ میر صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	ماہ شعبان ۱۳۱۷	رتڑ چھتر مکان شریف پنجاب
۳۶۔ الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ	۹۔ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ	کوٹلہ ہجو بیگ ضلع شیخوپورہ پنجاب
۳۷۔ الٰہی بحرمت حضرت غوثِ زماں قطب دوراں سیدنا و مرشدِ نا و مولینا حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ	۳۔ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ بمطابق ۲۰۔ اگست ۱۹۲۸ء	شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ پاکستان

شجرہ منظومہ

بخش دے یارب مجھے اپنی سخا کا واسطہ رحم فرما شافعِ روزِ جزا کا واسطہ

صدق دے یارب مجھے صدیقِ اکبرؓ کیلئے فقر دے سلمانؓ محبوبِ پیمبر کے لیے

حضرت قاسمؒ کا صدقہ میری بگڑی کو بنا حضرت جعفرؒ کا صدقہ دے مرے دل کو ضیاء

رکھ مجھے باعافیت بہرِ جنابِ بایزیدؒ بوالحسنؒ کا واسطہ دے مجھ کو نصرت کی نوید

بوعلیؒ کا واسطہ کر دے مری مشکل کو حل دے مجھے علمِ طریقت اور توفیقِ عمل

بہرِ یوسفؒ قیدِ غم سے دہر میں آزاد کر عبدِ خالقؒ کے لیے غمگی میں مجھ کو شاد کر

حضرت عارفؒ کے صدقے میں مجھے عرفان دے حضرتِ محمود کا صدقہ مجھے ایمان دے

واسطہ خواجہ علیؒ کا فقرِ درویشانہ دے واسطہ بابا سماسی کا دلِ دیوانہ دے

اے خدا! بہرِ جنابِ شیرِ حق میرؒ کلال حرصِ دُنیا کو مرے بتخانۂ دِل سے نِکال

دے مجھے صبر و رضا صدقہ بہاء الدینؒ کا کر مجھے صحت عطا صدقہ علاء الدینؒ کا

دے مرے دل کو سکوں یعقوب چرخیؒ کے طفیل حضرت احرارؒ کے صدقہ میں دھو دے دل کا میل

حضرت زاہدؒ کے صدقے میں مجھے زاہد بنا حضرت درویشؒ کے صدقہ میں دے فقر و غنا

خواجہ امکنگیؒ کا صدقہ داغِ عصیاں کو مٹا حضرت باقیؒ کا صدقہ دے بقا بعد الفنا

شیخ احمدؒ کے لیے غیروں کی منت سے بچا صرف اپنا ہی مجھے محتاج رکھ اے کبریا

کھول دے دِل کی کلی بہرِ سعیدؒ نامدار تا کہ میرے گلشنِ اُمید میں آئے بہار

حضرت معصومؒ کا صدقہ دِکھا کُوئے رسُولؐ بس رہی ہے جس میں ابتک بُوئے گیسوئے رسولؐ

واسطہ عبدالاحدؒ کا مالکِ اَرض وسما کر مجھے ایمان اور توحید کی دولت عطا

اے خدا! بہرِ جنابِ خواجہ حنفیؒ پارسا وقتِ آخر نزع کی تکلیف سے مُجھ کو بچا

بخش دے شیخ محمدؒ کے لیے میری خطا واسطہ خواجہ زکیؒ کا اپنی الفت کر عطا

واسطہ خواجہ زمانؒ کا دے مجھے ذوقِ فنا بہرِ احمدؒ قبر میں ہو نورِ احمدؐ کی ضیاء

اے خدا! بہر جناب خواجہ حاجی شاہ حسینؒ دے مرے بے چین دل کو دین اور دنیا میں چین

حشر میں جب ہو ترے دربار میں میرا قیام ہاتھ میں ہو میرے دامانِ نبیؐ بہرِ امام

بہر حضرت میر صادقؒ صاحبِ صدق و صفا سُرخرو رکھ دو جہاں میں مُجھ کو اَے میرے خدا

واسطہ یارب تجھے خواجہ امیر الدینؒ کا دے مُجھے علم وحیاء، رزق وشفا، صبر وغنا

واسطہ دیتا ہوں یارب میں تجھے اس نام کا جو ہمیشہ تیری محبوبی کے گن گاتا رہا

عشق میں جس کے دِل حسرت زدہ دیوانہ ہے شرقپور اب جس کے باعث نُور کا کاشانہ ہے

اے خدا! کیا نام پیارا ہے ترے محبوب کا حضرتِ شیر محمد صاحبؒ جُود وسخا

قطب دوراں شیخ عالَمؒ ہادیٔ راہِ صفا نائبِ شمس الضحیٰ، بدرالدّجےٰ، صدر العلےٰ

اے خدا! صدقہ میاں صاحب کے نامِ پاک کا حشر میں ہم عاصیوں کو ظلِّ رحمت میں چھپا

بحرِ حضرت ثانی لاثانیؒ جناب قبلہ گاہ ہم سیہ کاروں کو اپنی رحمتوں میں دے پناہ

ثانی اثنینؓ کے صدقے میں اے ربِّ جلیل دو جہاں کی زندگی ہو زیرِ دامانِ جمیل

اے خدا! صدقے میں ان پاک ناموں کے دل کو شاد کر کُفر کو برباد کر اِسلام کو آباد کر

مکان شریف ومکان شریف والے

موضع رتر چھتر المعروف مکان شریف میں آپ کے مشائخ قطب الاقطاب (حضرت شاہ حسین) حضرت امام علی شاہ اور (حضرت صادق علی شاہ) قدس سرہٗ کے مزارات مبارک ہیں۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو مکان شریف سے اس درجہ محبت تھی کہ جس کی کیفیت بیان کرنا قلم کے امکان سے باہر ہے۔ متواتر چالیس سال سے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مکان شریف کے سالانہ عرس پر (منعقدہ 13۔ شوال) کو جاتے رہے۔ آپ کے ہمراہ سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے مخلصین جاتے۔ عرس پر کوئی اَمر خلافِ شرع وقوع میں نہ آتا۔ تلاوت قرآنِ مجید، وعظ، نعت خوانی اور ختم شریف کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لئے عرس کے موقع پر خلقت جمع ہو جاتی۔

فَطُوبیٰ لِبَابِ کَبَیْتِ الْعَتِیْق
حَوَالِیْہِ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْق

اثنائے قیام مکان شریف میں حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مشائخ کے مبارک مزارات پر وقت کا زیادہ حصہ گزارتے۔ مراقبہ میں بیٹھتے اور ارواح مقدس حضرت قطب الاقطاب حضرت شاہ حسین رحمہ اللہ تعالیٰ وقطب الاقطاب حضرت امام علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کی طرف متوجہ ہوتیں اور آپ پر توجہ فرماتیں۔ آپ پر اس وقت نہایت عجیب وغریب کیفیات وارد ہوتیں۔

روضہ شریف کا گنبد بڑا عالی شان ہے۔ گنبد کا کلس بڑے زلزلہ میں ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے نامی معمار بلوائے گئے مگر کسی کو کلس کے سیدھا کرنے کی جرات نہ

پڑی۔ حضرت میر بارک اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جو اسے سیدھا کرے گا۔ مَیں اُسے ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ آخر جب سب طرف سے مایوسی ہوگئی تو حضرت میاں رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلس سیدھا کرایا۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بالخصوص حضرت خواجہ مظہر قیوم مدظلہ کی نہایت عزت و تکریم کرتے تھے۔ وہ بھی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وجود کو باعثِ صد فخر و مباہات سمجھتے تھے۔ حضرت میاں صاحب کی رحلت کا صدمہ انہیں اس قدر ہوا کہ شاید ہی کسی اور کو ہوا ہو۔ اُنہوں نے حضرت میاں صاحب کے ہاتھ پر بیعت بھی کی تھی۔

میرا ارادہ تھا کہ خاندانِ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخ کے حالات صدر انجمن حضور سرورِ کائنات سرکارِ مدینہ محمد مصطفےٰ ﷺ سے لے کر حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک اختصار سے تحریر کروں لیکن غور کیا تو کام نہایت طویل اور محنت طلب دکھائی دیا۔ اس لیے سرِ دست اس خیال سے کہ اگر وقت نے ساتھ دیا اور توفیقِ ایزدی نے رہبری کی تو ایک مستقل کتاب مشائخ نقشبندیہ کے ذکر میں تالیف کروں گا۔ فی الحال اسے معرضِ التواء میں ڈالتا ہوں اور حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ المعروف بھوریوالے اور حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضرت صاحبزادہ مظہر قیوم مدظلہ العالی نے مکان شریف سے ایک قلمی کتاب بغرض افادہ و مطالعہ کمترین کو ارسال فرمائی تھی۔ اس کتاب میں حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک فارسی زبان میں تمام حالات قلم بند ہیں۔ ان ہر دو بزرگان کے حالات بھی اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

حضرت شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف بھوریوالے

آپ صحیح النسب سادات حاجی الحرمین شریفین اپنے زمانہ کے غوث الاغیاث شریعت اور حقیقت کے رموز کو کھولنے والے۔ قافلہ محبوباں کے سردار اور ساکنین افلاک اور زمینوں کے شیخ، حضور ﷺ کے صادق جانشین ہیں۔ آپ کی کرامات اور خوارقِ عادات اس قدر عام مشہور ہیں کہ احاطہ تحریر میں لانا مُحال ہے۔ آپ کا مَسکن و مولد مکان شریف المعروف بہ رتڑ چھتر ضلع گورداسپور ہے۔ آپ کا مزار مبارک موضع مکان شریف میں چند زینہ اُتر کر زمین کے نیچے ہے۔ اسی واسطے حضور بھوریوالے حضرت کے نام مبارک سے مشہور ہیں۔

ابتداء عمر میں آپ گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ گھوڑے خریدنے کے لیے پشاور تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر آپ کو تحصیلِ علوم کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ کچھ مدت وہاں رہ کر آپ ایسے کامل علوم وفنون میں ماہر ہوئے کہ طالب علمی کی حالت میں مشکل سے مشکل کتابوں پر حواشی تحریر فرماتے۔ علمِ دین کی تحصیل میں مصروف تھے کہ عنایت ایزدی نے آپ کے قلب میں شوق حصولِ سلوک اور علمِ باطنی کا پیدا کر دیا۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ایک دن آپ نے ایک انگریز کو پشاور میں دیکھا کہ چند اشعار پڑھتا تھا اور نہایت سوز وگداز سے روتا تھا۔ جب آپ نے اُسے دیکھا تو آپ کی حالت متغیر ہوگئی اور عشق کے جذبہ نے دل کی لگام کو سخت مضبوطی سے پکڑ لیا اور بموجب آیا کریمہ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ سلطانِ محبت حقیقی اور بادشاہ خُلت تحقیقی نے دل کے تخت پر غلبہ پا کر تمام خواہشات نفسانی اور متاع حیات ظاہری کو برباد کر دیا۔ خُداوند تعالیٰ کی طرف سے آپ کے دل میں یہ بات

ثبت ہوگئی کہ یہ سوز و گداز سوائے محبت الٰہی اور خدا کی دوستی کے محال ہے اور اس کا حاصل ہونا سوائے پیرِ کامل کی صحبت کے ناممکن ہے۔ اس لیے اُسی روز آپ سے درس و تدریس سب چھوٹ گیا اور جس جگہ سے خوشبوئے محبت الٰہی سونگھتے فوراً اُسی طرف روانہ ہو جاتے۔ اسی اثناء میں آپ پشاور کے گرد و نواح اور ولایتِ غزنی اور کابل میں جس جس جگہ بزرگانِ دین اور اولیائے کاملین کو سُنا حاضر ہوئے اور توبہ اور انابت کا ارادہ کیا۔ مگر مُلہم غیبی نے ہر جگہ اُن کو آواز دی اور ارشاد فرمایا کہ تمہاری نعمتوں کے حاصل ہونے کا یہ خزانہ نہیں ہے اور آگے چلو! حتّٰی کہ آپ ولایت سندھ میں حضرت قطبِ زماں حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی پہلی ہی نظر میں آپ کمال منزلِ مقصود پر فائز المرام ہوئے۔

مترجم کاتبُ الحروف حضرت اعلیٰ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضر سیّد شاہ حسین مخدومی رحمۃ اللہ علیہ ابھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت حاضر نہیں ہوئے تھے اور حضرت حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے حلقہ مریداں میں بیٹھے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ ایک طالب علم بڑی بلند استعداد والا پنجاب کی طرف سے آنے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی بڑی عزت اور اس پر قادر قیوم کی بڑی عنایت ہے۔ جب آپ خدمت والا میں حاضر ہوئے تو حضرت حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس طالب علم کا مَیں ذکر کیا کرتا تھا وہ یہی صاحب ہیں۔ سبحان اللہ! جب آپ حاضر ہوئے تو پیر بزرگوار نے نہایت مہربانی اور کامل توجہ سے داخل طریقہ فرما کر نسبت خواجگان نقشبندیہ القا فرمائی۔ جس کی برکت سے آپ پر جذب اور سکر غالب ہو گیا اور جذب کی حالت میں یہ غزل پڑھتے ہوئے مجذوبانہ حالت میں جنگل کی طرف نکل گئے ۔

زجامِ احمدی گر باز یک جُرعہ بکام اُفتد ہمائے اوجِ لاہوتی ہماں ساعت بدام اُفتد

منکرم ہوش من است مدہوشی زجرعہ جامِ او یارب الٰہی جرعہ جام او و یارم در بکام اُفتد

بیا اے ساقی وحدت بُجائے سرفرازم کن! مہم وصلِ محبوبم ازیں در انصرام اُفتد

زعجب سرّ یست اے یاران شدن مدہوش در عشقش ہر آنکہ مست شد زین مے بشرب مَے مدام اُفتد

صفتِ ساغرِ مستش تہم کے رسد یارب حدیثِ ذوقِ اُوازما بگفتن گے تمام اُفتد

بشرب مست وَحدتِ اُوبیا شادی کُن اے سرمست دریں عشرت مرا یارب ہمیشہ صبح و شام اُفتد

پروردِگار جل و علےٰ نے آپ کو جذب حقیقی عطا فرمایا جس سے سوائے محبت باری تعالےٰ کے کسی چیز کی خواہش باقی نہ رہی اور نہ ہی اور نہ ہی پھر پیدا ہونے کی استعداد وجود میں رہ گئی۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

الغرض جب آپ پر جذب اور سکر غالب ہوا تو آپ وجد کی حالت میں جنگل کو نکل گئے اور سمندر کے کنارے جنگلوں میں پھرتے رہے۔ جب حالت کا زیادہ غلبہ ہوتا تو آپ کپڑے پھاڑ دیتے اور زمین پر لیٹتے۔ یہاں تک کہ سال کے بعد آپ کو ہوش آتا۔ زیارت پیر بزرگوار نے کھینچ کر درِ آستانہ کی طرف متوجہ کیا۔ جب خانقاہ مبارک پیر کی طرف روانہ ہوئے تو آپ کے پیر بزرگوار نے مریدوں کو فرمایا کہ شہبازِ توحید شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آرہے ہیں۔ ایک دو دن کے بعد آپ آجاتے اور جب آپ تشریف لاتے اپنے پیر کے گاؤں کو دیکھ کر وجد ہو جاتا اور جب آپ مجلس میں تشریف لاتے تو مریدوں کی حالت نہایت عجیب ہو جاتی اور عجیب عجیب عقدے حل ہوتے۔ فَتَبَارَكَ اللّٰه۔ جب تیسری دفعہ آپ اپنے پیر خانہ سے جذب اور وجد کی حالت میں مستانہ وار نکلے تو قریباً تمام علاقہ سندھ میں ویرانوں اور آبادیوں میں آپ مستی کی حالت میں پھرتے رہے اور اس اثناء میں آپ سے اس قدر کرامات اور مکشوفات ظہور میں آئے جو سندھ میں تواتر کی حد تک مشہور و معروف ہیں اور ان میں سے اگر عشرِ عشیر بھی تحریر میں لایا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔ اسی حالت میں آپ شکار پور پہنچے اور وہاں جا کر سکر کم ہوا تو آپ نے اس جگہ بیشمار غزلیں فارسی زبان میں توحید آمیز ارشاد فرمائیں اور اپنا حال بذریعہ قال بیان فرمایا۔ ان میں سے چند اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

بہر سوئے کہ رُو آرم جمالِ یارے بنیم بہر طرزے کہ اندیشم رُخِ دلدارے بنیم

زعکسِ عارضِ شمعش چناں جلوہ نمایاں شد ہزاراں نازنین گلرو پری رخسارے بنیم

بہ چمنستانِ گُل شہنازِ حسن گلعذارِ اُو چہ سرو و لالہ و سنبل بنفشہ زارے بنیم

چہ ذوقِ اُو بدل اُفتد ہمہ عالم برقص آید چہ مرغ و مور ماہی را در و دیوارے بنیم

چشیدم جرعۂ وحدت ز نرگس چشم او زساغر چشم مخمورش جہاں خمارے بنیم

ہزاراں ہا چو مجنوں شد ز عشقِ لیلیٰ ابرویش جہاں شد مست و مدہوشی عجب اسرارے بنیم

ز برقِ آتشِ عشقش درونِ جگر مشتاقاں شد صد شعلہ ہا بالا و چوں گلنارے بنیم

زحسنِ قوس ابرویش ہلالِ عید تابان است زِ دَورِ چشمشِ آہو ہمہ سرشارے بنیم

بذوقِ دِل غزل گفتن بود کارِ تو اے سرمست زبانِ دُرفشانِ تو چہ گوہر بارے بنیم

اس دفعہ جب شکار پور سے پیر بزرگوار کے آستانہ عالیہ پر تشریف لائے تو آپ نے کمال مہربانی سے ارشاد فرمایا کہ آپ پر خدا کریم کی کمال عنایت اور بے نہایت مہربانی ہے کہ اس ذات پاک نے آپ کو بحرِ استغراق سے نکال کر اوجِ کمال تک پہنچا دیا۔ آپ کو غزل اشعار سے اجتناب کرنا چاہیے کہ مقصود تک پہنچنے میں حائل ہیں اور کمال مہربانی سے گلے لگا کر خلعت خلافت عطا فرمائی اور اپنے وطن پنجاب میں مراجعت کی اجازت فرما دی۔ آپ جب اپنے وطن میں تشریف لائے تو تھوڑی ہی مدت میں بے شمار سالکان طریقت کا ہجوم آپ کی خدمت میں حاضر رہنے لگا۔ جس پر بھی آپ کی نگاہ جذب کی حالت میں پڑی تو وہ اسی رنگ میں رنگا گیا۔ جس وقت سے آپ اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے آپ کو حضور ﷺ کی زیارت کا بے حد شوق تھا اور اکثر بار آپ سمندر کے کنارے ہو کر واپس آتے رہے۔ آپ کو وطن میں اقامت اختیار کیے ہوئے تھوڑی مدت گزری تھی کہ پھر زیارت حضور ﷺ کا شوق غالب ہوا اور بغیر کسی سامان کے روانہ ہو گئے۔ اس راستہ میں بے شمار مقاماتِ سلوک طے ہوئے اور مکہ مکرمہ میں طواف کی حالت میں آپ پر اس قدر وجد ہوتا کہ اکثر مطوفین پر رقت طاری ہو جاتی اور بہت آدمی وجد سے مغلوب ہو کر لیٹتے اور کپڑے پھاڑ دیتے۔ خصوصاً ایک

شخص مسمّی بہ مرزا سنگین بیگ ہندوستانی کہ ان دنوں مکہ معظمہ میں ملازم حرم شریف میں تھے اور حاجیوں کی حفاظت کی خدمت پر مامور تھے بہت متاثر ہوئے اور کمال ذوق سے ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ آپ جب فرائض اور ارکانِ حج مبارک سے فارغ ہوئے تو جوشوق آپ کو کشاں کشاں دیارِ محبوب میں لایا تھا اُس طرف (یعنی مدینہ منورہ کی طرف) روانہ ہوگئے۔ جب مدینہ منورہ شرفاً تعظیماً پر نظر پڑی تو آپ پر اس قدر وجد غالب ہوا کہ قافلے والے اکثر مردمان آپ کے ساتھ وابستہ ہوگئے۔ اسی قافلہ کے ساتھ مرزا صاحب موصوف سنگین بیگ بھی تھے۔ اسی حالت میں آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور مجھے طریقہ عالیہ میں داخل فرمالیا جاوے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم دیارِ سندھ میں پیر بزرگوار کی خدمت میں پہلے جاؤ اور پورا پتہ وہاں کا تحریر فرما کر دیا۔ مرزا صاحب موصوف آپ کا تحریری ارشاد لے کر سندھ میں حاضر ہوئے اور پیر بزرگوار حضرت خواجہ حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور صحبت عالیہ میں رہ کر تصوف میں درجہ اکمل تک سرفراز ہوئے۔

حضرت شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ میں روضہ مبارک حضور ﷺ پر پہنچے تو پختہ ارادہ کرلیا کہ بقیہ تمام عمر روضہ مبارک پر حاضری میں گزرے گی۔ جب کچھ مدت آپ کو گذری اور انواع اقسام فیضانِ محمدی ﷺ سے فیضیاب ہوئے تو ایک رات حضور ﷺ خواب میں تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا "اے شاہ حسین تم اپنے وطن پنجاب میں واپس جاؤ کہ تم سے لکھوکھا مخلوق فیضیاب ہوگی اور ہزار ہا تشنگانِ آبِ معرفت آپ سے سیراب ہوں گے"۔ آپ نے عرض کیا کہ یارسُول اللہ ﷺ میرا بیقرار دِل آپ ﷺ کے دربار سے دُور ہونے کو نہیں گوارا کرتا۔ میری جان اور دِل کا آرام آپ ﷺ کی حضوری ہے۔ آپ ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا کہ اس میں کمالِ حکمت پوشیدہ ہے۔ باوجود ہزار ہا مخلوق کے فیضیاب ہونے کے آپ کے عزیزوں میں سے ایک شخص آپ سے بہرہ یاب ہوکر باعثِ ہدایت عام

مخلوق ہوگا اور اولیاء اللہ میں سے اُس کا درجہ مثل سورج کے ستاروں پر فائق ہوگا۔

آپ فرماتے ہیں کہ میرے دِل میں خیال آیا کہ میرے عزیزوں میں سے کوئی شخص اس وقت مسند خلافت پر موجود نہیں۔ شاید کوئی شخص ہوگا۔ نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کامل شخص کی ملاقات کو جی چاہے تو علاقہ کھڑی کھڑیالی موضع سموال علاقہ جہلم میں ہمارے مقربوں میں ایک شخص حافظ محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں وہاں ان کی خدمت میں حاضر ہوکر شرفِ ملاقات حاصل کرو۔ چنانچہ آپ مطابق ارشادِ رسولِ پاک ﷺ کے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ میں آئے اور وہاں خانہ کعبہ وحجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم صفا ومروہ وغیرہا سے بیشمار فوائد اور عجائبات سے دوبارہ مستفید ہوکر وطن شریف میں تشریف لائے اور اپنے قبلہ کعبہ پیر بزرگوار کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر چند یوم کی ملازمت کے بعد رخصت ہوئے اور مکان شریف اپنے وطن میں رونق افروز ہوئے۔ بعد گزرنے چند یوم کے شوق ملاقت حافظ محمود رحمۃ اللہ علیہ کا غالب ہوا۔ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق دریائے جہلم کے کنارے علاقہ کھڑی کھڑیالی موضع سموال میں جاکر آپ کی زیارت سے آنکھوں کو نُور اور دِل کو سرور حاصل ہوا۔ حافظ محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُس زمانہ میں اواخر سلوک تجلیِ صَمدِی سے مشرف تھے کہ اس حالت میں سالک کھانے پینے کی حاجت سے بے پرواہ ہوجاتا ہے اور مَلکی یعنی فرشتوں کی خصلتوں سے بہرہ یاب ہوتا ہے۔ آپ نے جب یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ آپ کو حضور ﷺ کی سنّت کو ترک نہ کرنا چاہیے اور جبراً منہ کھول کر لقمہ منہ میں ڈالا اور اس طرح ہر روز ایک لقمہ بڑھاتے جاتے تھے کہ آپ کی کوشش ظاہری اور ہمت باطنی سے دوبارہ اُن میں طعام کی خواہش پیدا ہوئی اور اس مقام سے ترقی فرما کر اعلیٰ علیین میں گامزن ہوئے اور آپ فرماتے ہیں کہ سالک کے لیے اخیر مقام یہی ہے اور اکمل درجہ اہلِ ولایت کا یہاں ختم ہوتا ہے۔

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ط

ابوالبرکات حضرت خواجہ امام علی صاحب قدس سرّہ

آپ وحدانیت کے روشن چراغ علم اور دانائی کے منور آفتاب قبولیت کے آسمان کے درخشاں ستارے۔ انبیاء اور مرسلین کے حقیقی وارث حضور ﷺ کے سچے نائب حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کی کرامات مکان شریف کے گردونواح میں زبان زدِ خلائق ہیں۔ اُن کے لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں اور آپ کا قلب خداوند کریم نے ایسا منور مصقّل بنادیا تھا کہ محفل اور مجلس میں کسی کو طاقت نہ تھی کہ دِل میں کوئی خیال تک لائے اور اگر کسی کے دِل میں کوئی خیال پیدا ہوتا تو فوراً آپ اشارتاً اس کو مجلس میں ارشاد فرمادیتے اور صاحب خیال فوراً سمجھ لیتا۔ آپ خاندان شریف نقشبندیہ مجددیہ کے روشن چراغ ہیں۔ آپ کی طفیل پنجاب میں اس سلسلہ عالیہ نے فروغ پایا اور سلسلہ کے موجودہ انوار جس قدر پنجاب میں روشن ہیں۔ سب کا سلسلہ آپؒ کے ساتھ منسلک ہوتا ہے۔ آپ کی ولادت ۱۲۱۲ھ مقدس مکان شریف موضع رَتڑ چھتر میں ہوئی۔

آپ کے والد ماجد میر سید حیدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی طفولیت کے زمانہ میں ہی آپ کے سر سے سایہ پدری اٹھا کر رحلت فرما گئے۔ آپ نے اپنے والد ماجد کی سرکردگی میں بعض کتابیں فارسی مولانا فقیر اللہ دین کوٹی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور چونکہ آپ کے آباؤ اجداد فنِ طب کا شغل رکھتے تھے۔ آپ نے بھی کتب طب متداولہ حافظ محمد رضا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نُور محمد صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے مطالعہ فرمائیں اور اپنے ہم سبقوں سے ہر حالت میں سبقت لے گئے مگر درس وتدریس کے زمانہ میں بھی آپ کی طبع مبارک عشق کی طرف مائل تھی اور اسی لیے فی البدیہہ اشعار جن میں سوز وگداز بھرا ہوتا آپ فرماتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک روز اعلیٰ حضرت شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے چہرہ مبارک کو بغور ملاحظہ فرمایا اور آپ میں قابلیت اور انوارِ فیضِ رحمانی جُبہ نُورانی میں ملاحظہ فرما کر کمال مہربانی سے فرمایا ”برخوردار

کونسی کتاب پڑھتے ہو؟'' آپ نے ابھی جواب نہیں دیا تھا کہ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کتاب مثنوی شریف عمل اور اعتقاد کے لیے نیز صفائیِ قلب اورتقویتِ رُوح کے واسطے بہت مفید ہے۔ حضرت اعلیٰ کے ارشاد کے مطابق آپ نے کتاب مذکور کا مطالعہ شروع کیا۔ دوسرے روز حضرت اعلیٰ نے بُلوا کر مثنوی شریف کے تین شعروں کی تقریر فرمائی۔ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس تقریر دلپذیر نے میرے دِل پر ایسی گرفت کی کہ مجھے کامل یقین ہوگیا کہ مثنوی شریف کا پڑھانا آپ پر ہی ختم ہے۔

اُس رُوز سے مَیں نے مثنوی شریف کا سبق حضور سے پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ جس وقت تقریر فرماتے تمام حاضرین اور اہلِ مجلس بے خود ہو جاتے۔ ابھی چند ورق ہی پڑھے تھے کہ آپ حافظ محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے واسطے علاقہ جہلم کو تیار ہوگئے۔ مَیں نے آپ کے ہمراہ چلنے کی عرض کی۔ آپ نے نہایت مہربانی سے قبول فرمایا۔ راستہ میں نہایت عجیب وغریب باتیں مشاہدہ میں آئیں۔ خصوصاً جب آپ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے اور فلکِ ولایت کے دو نیرّ اعظم جمع ہوئے تو اُس وقت بے شمار عجائبات اور مکشوفات وکرامات مشاہدہ میں آئیں۔

جب عام لوگوں کو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے دیکھا تو مَیں نے رخصت کے وقت دعائے دریوزہ کے لیے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فوراً ارشاد فرمایا کہ تجھ کو خداوند تعالیٰ جلّ شانہٗ اپنے پیرِ دستگیر ہادی ومرشد کی محبت کمال دِل میں عطا فرمادے اور اعلیحضرت کی طرف اشارہ فرمایا۔ جس وقت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ارشاد فرمایا اعلیٰ حضرت کی محبت میرے دِل میں اس قدر جاگزین ہوگئی کہ بغیر آپ کے دیکھنے کے ایک ساعت آرام نہ ہوتا تھا اور جب تک آپ کی زیارت سے محروم رہتا دنیا کی کوئی چیز اچھی معلوم نہ ہوتی تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں سولہ سال کی عمر میں ایک دفعہ حضرت فریدالحق والدین رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ مبارک پر بہ ہمراہی خواجہ جان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ چشتی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو ایک منجم نے

میری طرف توجہ کر کے فرمایا کہ یہ لڑکا بڑے عظیم مرتبے کا مالک ہوگا۔ اس کو اپنے خاندان کے ایک مُسِن بزرگ سے فائدہ پہنچے گا۔ اُس وقت مجھے اپنے اقرباء میں سے کسی بزرگ کی سمجھ نہ آئی مگر اب معلوم ہوا کہ اُس منجم کا قول قریب صواب تھا۔ اب میں نے بیعت کے لیے عرض کیا تو اعلیٰ حضرت نے استخارہ کے لیے ارشاد فرمایا۔ دوسری دفعہ جب مَیں نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اَب اِستخارہ کی حاجت نہیں۔ بیعت میں داخل فرما کر رجہ اکمل تک پہنچایا۔

سید صدرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ اور سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو شغل آپ کو فرمایا اُس پر تا آخر کار بند رہے۔ آپ کو خداوند کریم نے اس قدر علوّ مرتبت عطا فرمایا تھا کہ اکثر طالبان پہلی ہی ملاقات میں اس درجہ تک پہنچ جاتے کہ کئی سالوں کے مجاہدہ اور مشقت سے اُس کا حصول مشکل تھا۔ آپ کی توجہ اکسیر احمر کا حکم رکھتی تھی۔ جس پر نظر پڑتی مِس خام سونا خالص بن جاتا۔ سبحان اللہ مگر باوجود اس عظیم مرتبہ کے آپ ہمیشہ مکان شریف سے دو میل جنوب کی طرف ایک پانی کا تالاب ہے جو ڈھولی ڈھاب کے نام سے مشہور ہے عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر وہاں تشریف لے جاتے اور علیحدگی میں دریا کے کنارے مراقبہ کی حالت میں فجر تک بیٹھے رہتے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ آپ نے اس قدر مجاہدہ کیا ہے کہ اس کا تحریر میں لانا حدِ امکان سے خارج ہے اور اس سرزمین میں آپ نے جہاں جہاں مجاہدہ کیا ہے انوار اور برکات ہویدا ہیں۔

آپ سے کثرت سے کرامات صادر ہوئی ہیں۔ اگر ان سب کو یکجا کیا جائے تو ایک الگ دفتر بن جائے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزندِ رشید حضرت میر صادق علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی مسند پر بیٹھے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذہبی تعامل اور تصوفانہ مسلک

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آج کل کے مذہبی خانہ برانداز جھگڑوں میں بالکل نہ پڑتے بلکہ اس قسم کے علماؤں اور واعظوں کو جزوی مسائل پر جھگڑنے اور ایک دوسرے کی تلعین وتکفیر کرنے کو نہایت بُرا سمجھتے۔ آپ کا مسلک صلح کل تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس وقت سارے ملک میں صرف آپ ہی کی ایک ایسی ہستی ہے جسے تمام اسلامی فرقوں کے پیر یکساں بزرگ سمجھتے ہیں۔ شیعہ، بریلوی، دیوبندی، اہلِ حدیث، اہلِ قرآن سب کے سب آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعاؤں کے طالب ہوتے ہیں۔

باایں ہمہ آپ پکے حنفی مذہب تھے۔ فرمایا کرتے ہم تین اعظموں کے درمیان ہیں۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پر براہِ راست آنحضرت ﷺ کے سینہ سے انوار وتجلیات کا فیضان ہوتا تھا۔

آپ اپنے سارے دوستوں کو حنفی مذہب کی پابندی کی تلقین کرتے۔ جس کا مسلک آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے باہر ہوتا اسے راہِ راست پر خیال نہ کرتے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تصوفانہ مسلک بالکل حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے منہاج پر تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس قدر محبت تھی کہ وعظ وتقریر کے وقت صاف معلوم ہوتا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ سے علوم وعرفان اور انوار وتجلیات کی بارش براہِ راست حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ پر ہو رہی ہے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذہبی تعامل اور تصوفانہ طریقہ سرِ مُو بھی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف نہ تھا۔ آپ کا رنگ ڈھنگ ہر امر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ پر تھا۔ میں اس کے لیے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اقتباسات پیش کرتا ہوں اور اپنے جملہ احباب سے تمنا رکھتا ہوں کہ وہ

مکتوبات کے ہر سہ دفتر اپنے پاس ضرور رکھیں اور انہی کو شریعت و طریقت کا دستور العمل بنائیں۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دستور العمل بھی یہی مکتوبات تھے۔

خصوصیات وفضائل طریقہ نقشبندیہ

همه شیرانِ جہان بستہ ایں سِلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سِلسلہ را

اگرچہ تمام طریقے مُوصل الیٰ اللہ ہیں اور ان میں بڑے بڑے اکابرِ دین گذرے ہیں مگر طریقہ نقشبندیہ میں ایسے خصائل وفضائل ہیں جن کو دیکھ کر بے اختیار زبان سے نکلتا ہے۔ یہ طریق حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے منسُوب ہے اور وُہ اس کے سرِ حلقہ ہیں اور چونکہ وُہ افضل البشر بعد انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اس لیے اُن کی نسبت بھی تمام نسبتوں سے بلند وبالا ہے۔

امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب نمبر ۲۱ دفتر اول میں طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف میں یُوں رطبُ اللّسان ہیں:۔

"پس ان بزرگوں کا کمال تمام کمالات سے بڑھ کر ہے اور نسبت سے مراد حضور ﷺ ذات دائمی ہے اور ان سب باتوں سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ان کاملوں کے طریقہ میں نہایت ابتداء سے درج ہے اور یہ بزرگوار اس امر میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پیرو ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نبی کریم ﷺ کی پہلی ہی صحبت وہ کچھ حاصل ہو جاتا تھا جو دوسروں کو انتہا میں بھی بمشکل حاصل ہو سکے۔ پس جس طرح ولایت محمدیہ ﷺ تمام پیغمبروں اور انبیا علیہم السلام کی ولایتوں سے بڑھ کر ہے۔ اسی طرح ان بزرگواروں کی ولایت بھی تمام اولیاء قدس سرّہم کی ولایتوں سے بڑھ کر ہے اور کس طرح بڑھ کر نہ ہو جبکہ ان کی ولایت حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی طرف منسوب ہے"۔

مکتوب ۵۸ جلد اول میں فرماتے ہیں:۔

''طریق عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس سرّہم نے برخلاف دوسرے سلسلوں کے مشائخ کے اس سیر کی ابتداء عالمِ امر سے اختیار کی ہے اور عالمِ خلق بھی اسی سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں۔ اسی واسطے طریقہ نقشبندیہ سب طریقوں سے اقرب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت اس کی ابتداء میں درج ہے

قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا،

ان بزرگواروں کا طریقہ بعینہٖ اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریق ہے۔ کیونکہ اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضرت سید البشر ﷺ کی پہلی ہی صحبت میں انتہا کے ابتداء میں درج ہونے کے طریق پر وہ کچھ حاصل ہو جاتا تھا جو اُمت کے کامل اولیاء کو انتہا میں بھی حاصل ہونا مشکل ہے''۔

مکتوب نمبر ۱۳۱ دفتر اول میں فرماتے ہیں:۔

''جان لیں کہ حضرات خواجگان قدس سرّہم کا طریقہ خُدا کی طرف لے جانے والے سب راستوں سے زیادہ قریب رستہ ہے اور دوسروں کا انتہا ان بزرگواروں کے ابتداء میں درج ہے اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔

اس کا باعث یہ ہے کہ اس طریق میں سنت کو لازم پکڑتے ہیں اور بدعت سے بچتے ہیں اور حتی المقدور رخصت پر عمل جائز نہیں کرتے۔ اگر بظاہر باطن میں فائدہ دینے والا ہو اور عزیمت کو نہیں چھوڑتے اگرچہ بظاہر طور پر باطن کی طرف لے جائیں''۔

اپنے کو عین مولا جاننا زندقہ ہے،

''پس بندہ جب تک اس طرح اپنے آپ کو زمین پر نہ ڈالے اور کام یہاں تک نہ لے جائے اپنے اللہ جل شانہٗ سے کمال بے نصیب ہے۔ پس اس کا کیا حال ہوگا جو اپنے آپ کو عین مولا جانے اور اپنی صفات کو اس ذات پاک کی صفات خیال کرے۔ تعالٰی

اللّٰہ مِنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ یہ اسما اور صفات میں زندقہ ہے۔ اس عقیدہ والے لوگ اس گروہ میں شامل ہیں جن کے حق میں یہ آیت آئی ہے۔ وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اَسْمَآئِہٖ"۔ (اقتباس از مکتوب ۹ دفتر اول)

مناقب حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عیسٰی روح اللہ کی مثال حضرت امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی مثال ہے۔ جنہوں نے ورع اور تقویٰ کی برکت اور سنّت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد اور استنباط سے وہ درجہ بلند حاصل کیا ہے جس کو دوسرے لوگ سمجھ نہیں سکتے اور اس کے اجتہادات کو دقّتِ معانی کے باعث کتاب و سنّت کے مخالف جانتے ہیں اور ان کو اور ان کے اصحاب کو اصحابِ رائے خیال کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ ان کی حقیقت و درایت تک نہ پہنچنے اور ان کے فہم و فراست پر اطلاع نہ پانے کا نتیجہ ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہ جس نے ان کی فقاہت کی باریکی سے تھوڑا سا حصہ حاصل کیا ہے۔ فرمایا کہ اَلْفُقَہَاءُ کُلُّھُمْ عِیَالُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ (فقہا سب ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے عیال یعنی بال بچے ہیں) ان کم ہمتوں کی جرات پر افسوس کہ اپنا قصور دوسروں کے ذمہ لگاتے ہیں"۔ (اقتباس دفتر دوم از مکتوب نمبر ۵۵)

اتباع سیّد المرسلین و خلفائے راشدین

"یہ سب کچھ بلکہ روح اور سرّ اور خفی اور اخفیٰ کے تمام کمالات حضرت سیّد المرسلین کی تابعداری پر وابستہ ہیں۔ بس آپ کو چاہیے کہ نبی ﷺ کی متابعت اور اُن کے خُلفائے راشدینِ مُہدیّین رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی متابعت کو لازم پکڑیں"۔ (اقتباس مکتوب ۲۵ دفتر دوم)

سجدہ تعظیمی ناجائز ہے

"اور نیز معتبر آدمیوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کو ان کے مرید سجدہ

کرتے ہیں اور زمین بوسی پر بھی کفائت نہیں کرتے۔ اس فعل کی برائی آفتاب سے زیادہ ظاہر ہے۔ ان کو منع کریں اور بڑی تاکید کریں کہ اس قسم کے فعلوں سے بچنا ہر ایک آدمی کے لیے ضروری ہے۔ خاص کر اس شخص کے لیے جو خلقت کا پیشوا اور مقتدا بنا ہوا ہو"۔

علمائے بد اور علمائے حقانی کا امتیاز

"تعلیم دینا اور فتوے لکھنا اس وقت فائدہ مند ہے جبکہ خالص اللہ ہی کے لیے ہو اور حُبِّ جاہ ریاست اور مال بندی کی آمیزش سے خالی ہو اور اس خالی ہونے کی علامت یہ کہ دنیا سے زاہد ہو اور دنیا و مافیہا سے بے رغبت ہو۔ وہ علماء جو اس بلا میں مبتلا ہیں اور اس کمینی دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں وہ دنیا کے عالموں سے ہیں اور بُرے عالم اور لوگوں سے بدتر اور دین کے چور یہی عالم ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ اپنے آپ کو دین کا پیشوا جانتے ہیں اور مخلوقات میں سے اپنے کو بہتر خیال کرتے ہیں۔ کسی عزیز نے شیطان لعین کو دیکھا کہ فارغ بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور بہکانے سے خاطر جمع کیا ہوا ہے۔ اس عزیز نے اس امر کا بھید پوچھا۔ لعین نے جواب دیا کہ اس وقت کے بُرے عالم میرے ساتھ اس کام میں میرے مددگار ہیں اور مجھ کو اس ضروری کام سے فارغ کر دیا ہے اور واقعی اس زمانہ میں جو سستی اور غفلت امور شرعی میں واقع ہوئی ہے اور جو فتور مذہب و دین کے رواج دینے میں ظاہر ہوا ہے۔ سب کچھ ان بُرے عالموں کی کم بختی اور ان کی نیتوں کے بگڑ جانے کے باعث ہے۔ ہاں وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور جاہ و ریاست اور مال و بلندی کی محبت سے آزاد علمائے آخرت سے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور مخلوقات میں سے بہتر یہی علماء ہیں کہ کل قیامت کے روز ان کے قلموں کی سیاہی فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ تولی جائے گی اور ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہوگا"۔ (اقتباس از مکتوب ۳۳ دفتر اول)

طریقت اور حقیقت شریعت کے خادم ہیں

"پس شریعت دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے اور کوئی ایسا مطلب

اور باقی نہیں جس کے حاصل کرنے کے لیے شریعت کے سوا کسی اور چیز کی طرف حاجت پڑے۔ طریقت اور حقیقت جن سے صوفیاء ممتاز ہیں۔ تیسری جزو یعنی اخلاص کے کام کرنے میں شریعت کی خادم ہیں۔ پس ان دونوں کی تکمیل سے مقصود شریعت کی تکمیل ہے نہ کوئی اور امر شریعت کے سوا"۔ (اقتباس از مکتوب نمبر ۳۶ دفتر اول)

کشف اور شریعت کا تعلق

"چند روز ہوئے اشیا میں سیر واقع ہوا اور طالبوں اور مریدوں نے پھر ہجوم کیا ان کا کام شروع کیا گیا ہے لیکن ابھی اپنے آپ کو اس مقام کے قابل نہیں پاتا۔ لیکن لوگوں کے اصرار سے مروّت وحیا کے باعث کچھ نہیں کہتا اور مسئلہ توحید میں جو پہلے متردد تھا جیسے کہ کئی دفعہ عرض کیا گیا تھا اور افعال وصفات کو اصل سے جانتا تھا۔ جب اصل حقیقت معلوم ہوئی وہ تردّد دُور ہو گیا اور ہمہ از اُوست والا پلہ ہمہ اُوست کے مقولہ سے غالب معلوم کیا اور اُس میں کمال زیادہ دیکھا اور افعال وصفات کو بھی اور ہی رنگ میں معلوم کیا۔ سب کو ایک ایک کر کے دکھایا اور اوپر گزر کرایا اور شک وشبہ بالکل دُور ہو گیا اور تمام کشفی علوم ظاہر شریعت کے مطابق ہو گئے اور ظاہر شریعت سے سرِ مُو مخالفت نہ دیکھی اور یہ جو بعض صوفیا کشفوں کو ظاہر شریعت کے مخالف بیان کرتے ہیں یا سہو سے ہے یا سکر کی وجہ سے باطن ظاہر کے کچھ مخالف نہیں ہے۔ اثناء راہ میں سالک کو مخالفت نظر آتی ہے اور توجیہ اور جمع کی طرف محتاج ہوتا ہے لیکن منتہی حقیقی باطن کو ظاہر شریعت کے موافق معلوم کرتا ہے۔

علماء اور ان بزرگواروں کے درمیان اسی قدر فرق ہے کہ علماء از روئے دلیل اور علم کے جان لیتے ہیں اور یہ بزرگ از روئے کشف اور ذوق کے پا لیتے ہیں اور ان کے صحتِ حال پر اس مطابقت سے بڑھ کر مدلّل دلیل اور کونسی ہے"۔ (اقتباس مکتوب ۸۲ صفحہ ۱۵۸ دفتر دوم)

فرائض کے مقابلہ میں نوافل کا درجہ

"اے میرے عزیز اور باتمیز فرزند دنیا کی بیہودہ زیب وزینت کی طرف راغب نہ ہونا اور اس فانی سج دھج کی طرف فریفتہ نہ ہونا بلکہ کوشش کرنا کہ تمام حرکات وسکنات میں

شریعت روشن کے موافق عمل کیا جائے اور ملتِ نُورانی کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔ اول اپنے اعتقاد کو اہلِ سنّت و جماعت کے عقائد کے مطابق درست کرنا چاہیے۔ پھر احکامِ فقہیہ کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ خاص کر ادائے فرائض میں بڑی کوشش کرنی چاہیے اور علّت و حرمت میں بڑی احتیاط بجالانی چاہیے اور عباداتِ نافلہ کو عباداتِ فرائض کے مقابلہ مُں راستے میں پھینکی ہوئی کوڑی کی طرح بے اعتبار جاننا چاہیے۔ اکثر اس زمانے کے لوگ نفلوں کو رواج دیتے ہیں اور فرائض کو خراب کرتے ہیں۔ نوافل کے ادا کرنے میں بڑی کوشش کرتے ہیں اور فرائض کو خوار و بے اعتبار جانتے ہیں۔ روپیہ سب کا سب وقت بے وقت مستحق اور غیر مستحق کو دیتے ہیں۔ لیکن ایک چیتل زکوٰۃ کے طور پر خرچ نہیں کر سکتے۔ یہ نہیں جانتے کہ ایک چیتل زکوٰۃ کے طور پر مصرف میں دینا صدہا صدقہ نافلہ سے بہتر ہے۔ کیونکہ ادائے زکوٰۃ میں حق تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے اور صدقہ نافلہ میں اکثر ہوئے نفس کی تابعداری۔ اسی واسطے فرض میں ریا کی گنجائش نہیں اور نفل میں ریا کا دخل ہے۔ یہی سبب ہے کہ زکوٰۃ کو ظاہر کر کے دینا بہتر ہے تاکہ تُہمت دُور ہو جائے اور صدقہ نافلہ کو چھپا کر دینا بہتر رہے۔ جو نفلوں کے لیے بہتر ہے"۔ (مکتوب ۷۸ صفحہ ۲۶۲ دفتر دوم)

اتباعِ سُنّت اور اجتناب از بدعت

"سب سے پہلے اعلیٰ نصیحت جو دوستانِ سعادت مند کے لیے لائق ہے۔ وہ یہ ہے کہ سُنّتِ سَنیہ علٰے صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام والتحیّہ کی متابعت کریں اور بدعت ناپسندیدہ سے بچیں۔ جو شخص سُنّتوں میں کسی سُنّت کو متروک العمل ہو چکی ہو زندہ کرے تو اُس کے لیے سو شہید کا ثواب ہے تو پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جو کوئی فرض یا واجب کو زندہ کرے گا اس کو اس قدر ثواب ملے گا۔ نماز میں ارکان کا برابر کرنا جو اکثر علماء حنفیہ کے نزدیک واجب اور امام ابُو یُوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض ہے اور بعض علماء حنفیہ کے نزدیک سُنّت۔ اکثر لوگوں نے اس عمل کو ترک کر دیا ہوا ہے۔ اس عمل کا زندہ کرنا اور جاری کرنا سو شہید فی سبیل اللہ کے ثواب سے زیادہ ہوگا۔

باقی احکامِ شریعہ یعنی حرام وحلال ومکروہ کا بھی یہی حال ہے۔علماء نے فرمایا ہے کہ نیم دانگ اس شخص کو واپس دے دینا جس سے خلافِ شرع ظلم سے لیا ہو دو سو درم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔علماء نے فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص کے نیک عمل پیغمبر ﷺ کے نیک عملوں کی طرح ہوں اور اس پر نیم دانگ جتنا کسی کا حق باقی رہا ہو تو اس شخص کو بہشت میں نہ لے جائیں گے۔ جب تک اس نیم دانگ کو ادا نہ کرے گا۔غرض ظاہر کو احکامِ شرعیہ سے آراستہ کر کے باطن کی طرف متوجہ ہونا چاہیے تا کہ غفلت کے ساتھ آلودہ نہ رہے۔کیونکہ باطن کی امداد کے بغیر احکامِ شرعی سے آراستہ ہونا مشکل ہے۔علماء فتویٰ دیتے ہیں۔اور اہلِ اللہ کام کرتے ہیں۔باطن میں کوشش کرنا ظاہر کی کوشش کو مستلزم ہے۔اور جو کوئی باطن ہی کی درستی میں لگا رہے اور ظاہر کی پرواہ نہ کرے وہ مُلحد ہے اور اس کے وہ باطنی احوال استدراج ہیں۔ باطنی حالات کے درست ہونے کی علامت ظاہر کو احکامِ شرعیہ سے آراستہ کرنا ہے۔ استقامت کا طریق یہی ہے"۔ (مکتوب ۸۷ دفتر دوم)

سماع وسرود منع ہے

"جب اس طریقہ کے بزرگوار ذکر جہر سے منع کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں تو پھر سماع اور رقص اور وجد کا کیا ذکر ہے۔ وہ احوال ومواجید جو غیر شرع اسباب پر مرتب ہوں۔فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہیں۔کیونکہ استدراج والوں کو بھی احوال واذواق حاصل ہوتے ہیں اور جہان کی صورتوں کے آئینوں میں کشف وتوحید اور مکاشفہ ومعائنہ ان کو ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس امر میں حکماء یونان اور ہند کے جوگی اور براہمن سب برابر ہیں۔احوال کے سچا اور صادق ہونے کی علامت علومِ شرعیہ کے ساتھ ان کا موافق ہونا اور محرمہ اور مشتبہ امور کے ارتکاب سے بچنا ہے"۔

جاننا چاہیے کہ سماع و رقص درحقیقت لہو ولعب میں داخل ہے۔آیت کریمہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيْثِ ۔اور لوگوں میں (کوئی) ایسا بھی (نالائق) ہے جو واہیات (اخرافات) قصے کہانیاں مول لے"۔ سرود کے منع ہونے کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

چنانچہ مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا شاگرد ہے اور کبارِ تابعین کہتا ہے کہ لَھْوَالْحَدِیْث سے مراد سرُود ہے۔

فی المدارک: لَھْوَالْحَدِیْث ،اَلسَّمَرُ وَالْغِنَاءُ وَکَانِ ابْنَ عِبَاسٍ وَابْنَ مَسْعُوْدٍ یَحْلِفَانَ اَلْهُ الْغِنَاءُ تفسیر مدارک میں ہے کہ لَھْوَالْحَدِیْث سے مراد سمر یعنی بیہودہ قصے کہانیاں اور سرود ہے اور حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم قسم کھاتے تھے کہ بیشک وہ غنا اور سرود ہے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (زور میں حاضر نہیں ہوتے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں اَیْ لَا یَحْضَرُوْنَ الْغِنَاءَ (یعنی سرود وسماع میں حاضر نہیں ہوتے)

اور امام الہدیٰ ابُو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کی گئی ہے کہ مَنْ قَالَ لِمِقْرِیْ زَمَانِنَا اَحْسَنْتَ عِنْدَ قِرْءَ تِهٖ یَکْفُرُبَانَتْ مِنْهُ اِمْرَءَ تُهٗ وَاحْبَطَ اللّٰهُ تَعَالٰی کُلُّ حَسَنَاتِهٖ جس نے ہمارے زمانہ کے کسی قاری کو قرات کے وقت کہا کہ تُو نے بہت اچھا پڑھا، کافر ہو جاتا ہے اور اُس کی عورت اُس سے جُدا ہو جاتی ہے اور اُس کی تمام نیکیاں دُور ہو جاتی ہیں۔

اور ابُو نصیر الدّبوسی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی گئی ہے اور انہوں نے قاضی ظہیر الدین خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے کہ مَنْ سَمِعَ الْغِنَاءَ مِنَ الْمُغْنِیْ اَوْ غَیْرِهٖ اَوْیَرٰی فِعْلاً مِنَ الْحَرَامِ فَیَحْسِنُ ذٰلِکَ بِاعْتِقَادٍ اَوْبِغَیْرِاِعْتِقَادٍ لَبِصِیْرُ مُوْقَدًافِی الْحَالِ بِنَآءَ عَلٰے اَنَّهٗ اَبْطَلَ حُکْمَ الشَّرِیْعَةِ وَمَنْ اَبْطَلَ حُکْمَ الشَّرِیْعَةِ فَلَایَکُوْنَ مُؤْمِنًا عِنْدَ کُلِّ مُجْتَهِدٍ وَلَا یُقْبَلُ اللّٰهُ تَعَالٰی طَاعَتَهٗ وَاحْبَطَ اللّٰهُ تَعَالٰی کُلُّ حَسَنَاتِهٖ جس نے کسی گانے

والے یا کسی اور سے سرود سنا یا فعل حرام کو دیکھا اور اُس کو اچھا جانا از رُوئے اعتقاد کے یا بغیر اعتقاد کے تو اُسی وقت مُرتد ہو جاتا ہے کیونکہ اُس نے شریعت کے حکم کو باطل کر دیا اور جس نے شریعت کے حکم کو باطل کر دیا وہ کسی مجتہد کے نزدیک مومن نہیں رہتا اور نہ اللہ تعالیٰ اُس کی اطاعت کو قبول کرتا ہے اور اُس کی سب نیکیوں کو دُور کر دیتا ہے اَعَاذَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مِنْ ذٰلِکَ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے بچائے۔

آیات وحدیث اور روایاتِ فقہ، غنا اور سرود کی حرمت میں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اگر کوئی شخص منسوخ حدیث یا روایت شاذہ کو سرود کے مباح ہونے میں پیش کرے تو اُس کا ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ کسی فقیہہ نے کسی زمانہ میں سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا ہے اور نہ ہی رقص و پا کوبی کو جائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام ہمام ضیاالدین شامی رحمۃ اللہ علیہ مُلتقط میں مذکور ہے اور صوفیا کا عمل حلّ و حرمت میں سند نہیں ہے۔ صرف یہی نہیں ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور اُن کی ملازمت نہ کریں اور اُن کا امر اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں۔ یہاں تو امام ابُو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وامام ابُو یُوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول معتبر ہے نہ ابُو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور ابُوحسن نُوری رحمۃ اللہ علیہ کا عمل۔

اس زمانے کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عملوں کو بہانہ کر کے سرود ورقص کو اپنا دین وملت بنالیا ہے اور اسی کا طاعت وعبادت سمجھ لیا ہے۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لہولعب کو اپنا دین بنالیا ہے) اور روایت سابقہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ جو شخص فعل حرام کو مستحسن اور اچھا جانے وہ اسلام کے گروہ سے نکل جاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے تو پھر خیال کرنا چاہیے کہ سماع ورقص کی تنظیم کرنا بلکہ اس کو طاعت وعبادت سمجھنا کیسا بُرا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اُس کا احسان ہے کہ ہمارے پیر اس امر میں مبتلا نہ ہوئے اور ہم تابعداروں کو اس قسم کے امور کی تقلید سے چھڑا دیا۔ (مکتوب ۲۶۶ دفتر اول)

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا منصب خاص

شہنشاہ اکبر کے عہد کے اختتام اور عہدِ جہانگیری کے اوائل کا زمانہ جس قدر پُر آشوب اور پُر از فتن تھا وہ تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں۔ اس زمانہ کی اصلاح وتجدید اور رہنمائی وہدایت کی خلعت توفیقِ الٰہی نے حجۃ الاسلام، امامُ الاعلام، مجددُ العصر، سندُ الکاملین، امامُ العارفین، وارثُ الانبیاء، قدوۃُ الاولیاء حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کو پہنائی اور انبیاء اولوا العزم کی نیابت وقائم مقامی کا منصب خاص اُن کے سپرد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلِ مخصوص سے دورِ آخر کے اس فاتح سُلطانِ عصر اور قطبِ وقت پر نہ صرف قرآن حکیم بلکہ تمام علوم اسلامیہ کے درس وبصیرت کے تمام غیر مفتوح دروازے کھول دیئے اور کشفِ سرائر وخفایائے محجوبہ، تفحصِ حقائق ومعارف مستورہ، تحقیقِ نوادر وغرائب ومشارب، تطبیق اختلافاتِ متضادہ، انشراح بصائر وعوارف مخصوصہ کی تمام عجیب وغریب نعمتیں عطا فرمائیں۔ آپ کی تجدید صرف اعمال وفروع کے متعلق ہی نہیں بلکہ براہِ راست علوم وعقائد اور اصول واساساتِ شریعت کے متعلق ہے۔ اُن کے مقامِ دعوت وتجدید نے علم وعمل کی اور تمام شاخوں اور راہوں کا بھی احاطہ کرلیا ہے۔

ہائے افسوس حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا وجودِ گرامی بھی منجملہ اُن اکابرِ ملت کے ہے جس کی تعظیم وتوقیر توحُسنِ اعتقاد کی بنا پر بہت کی جاتی ہے۔ لیکن اُن کی زندگی کے اصل کارناموں سے بڑے بڑے معتقدین تک کو خبر نہیں۔

تصوف صالح کا جوہر پاک جہل وبدعت کی آمیزش سے یکسر مکدّر ہو چکا تھا۔ ملک کا ملک شریعت وعلوم شریعت سے بیگانہ محض اور اصل حقیقت یک قلم معدوم ہوچکی تھی۔

عہدِ اکبری کی بدعات تخت و تاج حکومت کے زور سے ہر طرف پھیل چکی تھیں۔

علماءِ سُوء اور مشائخ دُنیا پرست خود اُن کے احداث و اشاعت کے نقیب تھے۔ اس وقت صِرف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا وجودِ گرامی ہی تھا جو تن تنہا امن و عافیت کی درسگاہوں سے نکلا اور دعوت و اصلاح کی امتحان گاہوں میں قدم رکھا۔ نصرتِ الٰہی کے لشکروں اور نفوذِ باطنی کے سامانوں کے ساتھ ایسا مسلح ہوا کہ نہ شاہنشاہِ ہند کا تاج و تخت اُس کی راہ کو روک سکا اور نہ وقت کی حکمرانی و فرمانروائی اس کے سُلطانِ حق و سطوتِ الٰہی پر غالب آسکی۔

حضرت موصوف ایک مکتوب میں اپنے فرزند کو لکھتے ہیں:۔

''اے فرزند ایں وقت آنست کہ درامم سابقہ دریں طور وقتے کہ پُر از ظلمت است پیمبر اولو العزم مبعوث مے گشت و بنائے شریعت جدید مے کرد۔ دریں اُمت کہ خیر الامم است۔ پیغمبر ایشاں خاتم الرسلین علمار امرتبہ انبیاء دادہ اند وااز بوجود انبیاء کفایت فرمودہ اند۔ دریں وقتِ عالمے عارفے تام المعرفت ازیں اُمت درکار است کہ قائم مقامِ انبیا اولو العزم باشد''۔

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید　　دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

کچھ شک نہیں کہ توفیقِ الٰہی نے حضرت ممدوح کے لیے یہ مرتبہ خاص کر دیا۔ پھر دوسری جلد کے چوتھے مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

''از حق الیقین و عین الیقین چہ گوید؟ واگر گوید کے فہم کند؟ ایں معاملات از حیطہ ولایت بیرون نیست۔ اربابِ ولایت برنگِ علماء ظواہر در ادراک آں عاجز اند۔ ایں کار مقتبس از مشکوٰۃ نبوۃ است کہ بعد از تجدید الف ثانی بہ تبعیت و وراثت تازہ گشتہ صاحب ایں علوم و معارف مجدد است''۔

پھر ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

''مجدد آنست کہ ہرچہ درآں مدت از فیوض بہ اُمت برسد بتوسطِ اُو رسد۔ اگرچہ

اقطاب اوتاد آں وقتِ باشند"۔

پھر اُس سلطان وقت نے تھوڑی ہی مدت میں بھٹکے ہوؤں کو راہِ ہدایت کی طرف بلایا اور کور چشمانِ ظلمت کی آنکھوں کو نُورِ الٰہی سے روشن کر دیا۔ کتاب وسُنّت کی روحِ حیات سے جہل کے مُردوں اور غفلت کی نعشوں کو ازسرِ نو زندگی بخشی۔ اس کام میں اہلِ جہل وضلالت کے ہاتھوں جس قدر بھی اذیتیں پہنچیں اُن پر صبر کیا۔ کتنے ہی ابلیس جہل کے مارے ہوئے ہیں جو اُن کی مسیحائی سے جی اٹھے۔ بدعت کے لشکروں اور احداث وتحریف کی پلٹنوں کو قرآن وسُنّت کے تیروں کی بوچھاڑ سے تتر بتر کر دیا۔ گمراہی کے جھنڈے اُن کے آگے سرنگوں ہو گئے اور فتنوں کی صفیں اُن کے قشُونِ دلائل وجُنودِ براہین کے فاتحانہ حملوں سے اُلٹ گئیں۔ اگر کسی شخص کو اس بات کی صحت میں شک ہو تو حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات آج بھی موجود ہیں جو شخص ان کا مطالعہ کرے گا وُہ حق ویقین اور طمانیت قلب کو پالے گا۔ خود امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی ان کے مکتوبات عالمگیر شہرت پا گئے تھے۔

اِن مذکورہ سطور سے صرف یہی ظاہر کرنا مقصود تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہمارے لیے حُجت وسند ہے اور جو شخص اُن کے قول واجتہاد سے اور اُن کی امامت سے انکار و اِعراض کرتا ہے۔ وُہ یا تو مجنون ولایعقل ہے یا کمال سفیہہ ولیلید یا سخت شریر ومفسد۔

سوائے حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کی ارادت ومحبت کے اس عاجز کے دامن میں اور کوئی دولت نہیں۔ یہی ایک محبت وارادت کی دولت ہے جسے اپنے خمیر طینت میں ممزوج پاتا ہوں اور اسی کو ہی توشۂ آخرت اور وسیلہ سعادت سمجھتا ہوں۔

نہ من برآں گُل عارض غزل سرائم وبس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار کنند

حضرت میاں صاحب مرحوم قدس سرہٗ کے ساتھ بھی نسبت وارادت کا باعث صِرف یہی امر ہوا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قلب حضرتِ ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کی محبت وارادت سے معمور آباد تھا۔ شاید اگر اُن کے دامن تک ہاتھ نہ پہنچ سکے تو اُن کے دوستوں کا دامن پکڑ سکیں گے۔ مصرعہ:۔ اے گُل بتو خورسندم کہ تُو بُوئے کسے داری۔

سلُوکِ راہِ نبُوت وسلُوکِ راہ ولایت

یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ ثمرہ شریعت اور طریقت کا اور بنیاد حقیقت اور معرفت کی صِرف اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ حدیث مَنْ کَانَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبُّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَ یعنی اللہ اور اُس کے رَسُول کی محبت تمام دُنیا اور مافیہا سے بڑھ کر ہو۔ اور آیہ کریمہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (یعنی ایمان والے اللہ کی محبت میں چور ہیں) اُسی محبت اور عشقِ الٰہی کا بیان ہے۔ اگر چہ اس مسئلہ محبت الٰہی پر تمامی صوفیائے کرام بلکہ ساری خلقت متفق ہے۔ لیکن اس میں ایک نقطہ ایسا باریک ہے کہ اس زمانے کے لوگ اُس نقطہ کو نہیں سمجھتے اور وہ نقطہ ایک تمیز اور فرق ہے۔ درمیان حُبِّ عشقی اور حبِ ایمانی کے اسی ناواقفی کے سبب سے بعض عوام صوفیاء، انبیاء علیہم السلام کے حالات کو ساتھ احوالِ عشق اور مواجید کے مطابق نہ پا کر مفت کی سر دردی اُٹھاتے ہیں۔ اگر چہ یہ دونوں طریق یعنی طریقِ انبیاء علیہم السلام اور طریقِ اہلِ عشق و مواجید اللہ کی راہوں میں سے ہیں مگر اِن دونوں کے حصول کے طریقے اور مویدات و آثار و ثمرات علیحدہ علیحدہ ہیں۔ جیسے کہ ایک یونانی حکیم کا علاج اور ایک ڈاکٹر کا علاج ہے۔ دونوں حصولِ صحت کے طریقے ہیں۔ مگر اُن کے نسخے اور مُسہلات اور طریقِ استعمال اور آثار صحت علیحدہ علیحدہ ہیں۔ سو تفصیل اور تمیز ان دونوں محبتوں کی اس طرح پر ہے کہ مراد عشق اور حُبِ نفسانی سے ایک قلق اور شورش ہے کہ بہ سبب نہ ملنے شے، مطلوب اور محبوب کے انسان کے باطن میں پیدا

ہو کر تمام قوائے باطنیہ میں سرایت کر جاتی ہے اور انتہا اس کا ملنا شے مطلوب اور وصال محبوب کا ہے اور یہ عشق اول قلب میں جو مقام تمامی کیفیاتِ نفسانی کا ہے۔ جگہ پکڑ کر پھر سارے باطن میں پھیل جاتا ہے اور آدمی کو دیوانہ اور مجنون بنا دیتا ہے۔ اور جب شے محبوب مل جاتی ہے تو شعلہ فراق ٹھنڈا ہو کر کیفیتِ عشقی زائل ہو جاتی ہے اور حبّ ایمانی یعنی حب عقلی سے یہ مراد ہے کہ کوئی آدمی کسی شے کے فوائد اور منافع اور اس کی طرف اپنے محتاج ہونے پر آگاہ ہو کر اس شے کے حاصل کرنے کا شوق اس کے دل میں پیدا ہوا اور یہ شوق یہاں تک بڑھتا ہے کہ تمامی تکلیفیں اور مشقتیں جو اس کے حاصل ہونے میں پیش آتی ہیں اس پر آسان ہو جاتی ہیں۔ اس سبب سے کمر ہمت کی چست باندھ کر ہر قسم کے حیلے اس کے حاصل کرنے کے واسطے کرتا ہے اور اختیاراً نہ اضطراراً اس کی طلب میں اپنے کو مٹا دیتا ہے اور یہ حُب اول عقل میں جو خزانہ معلومات کا ہے جگہ پکڑتی ہے اور جیسے پانی درختوں کی جڑ اور شاخوں اور پتوں اور پھلوں میں سرایت کرتا ہے۔ ویسے ہی یہ حُبّ تمام قوائے باطنیہ میں پھیل جاتی ہے۔ تب جو فکر اور تدبیر عقل میں آتی ہے اس کے حاصل کرنے کے واسطے کرتا ہے اور طرح طرح کے ارادے اور ہمتیں اُس کی طلب کے واسطے قلب سے اٹھتی ہیں اور ہر قسم مشقتیں اور مالوفات اس کے واسطے گوارا کرتا ہے اور نتیجہ حُبّ عشقی کا زائل ہونا عقل و شعور کا ہے۔ سوائے محبوب کے اور ثمرہ حُبّ ایمانی کا فنا ہونا ہمت اور ارادے کا ہے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے۔ محبوب سے کہتا ہے اور جو کچھ سنتا ہے۔ محبوب سے سنتا ہے اور سوائے حصولِ رضامندی محبوب کے ہر ایک چیز اُس کو فضول نظر آتی ہے۔ اور چونکہ حُب کا جائے قرار عقل ہے۔ اس واسطے کسی معارض کو اس میں گنجائش نہیں ہے اور حب عشقی بمجرد وصال محبوب کے زائل ہو جاتی ہے۔ مگر حُبّ ایمانی یعنی حب عقلی وصال محبوب سے بڑھ کر ہزار گنی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حبّ عشقی بوجہ نہ ملنے محبوب کے تھی۔ اس کے ملنے پر زائل

ہوجاتی ہے اور حبِ ایمانی بوجہ جاننے فوائد اور منافع اور کمالات محبوب کے اور اپنی احتیاج کے طرف اُس کی تھی اور یہ مطلب وصال میں اور زیادہ تر واضح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بوقت شروع محبت کے صِرف علم الیقین تھا اب وصال پر اُن کمالاتِ محبوب کا عین الیقین ہو گیا۔

جب یہ فرق درمیان دونوں محبتوں کے ذہن نشین ہو گیا تو جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض بندوں کو ان دونوں محبتوں میں سے ایک محبت کے واسطے روزِ ازل سے پسند کیا ہے۔ سو وُہی برگزیدہ اصلی ان محبتوں کے آثار اور ثمرات اور نتائج سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ حُبِّ ایمانی کے مقامات اور نتائج اور ثمرات کا انتہا نبوت تک ہے۔ اس واسطے اس کو سلوکِ راہ نبوّت کہتے ہیں اور حُبِّ عشقی اور اُس کے احوال اور نتائج اور ثمرات کا انتہا حقائق اشیاء قدرت الٰہی میں مضمحل ہو کر اس کی معرفت کا حاصل کرنا ہے۔ اس واسطے اُس کو سلوکِ راہ ولایت کہتے ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ آئمہ طریقت اور پیشوایانِ حقیقت پہلے قرآن اور حدیث کو تحصیل کر کے اُس کے نتائج اور ثمرات سے متصف ہو کر سلوک راہِ نبوّت میں پکّے ہو جایا کرتے تھے۔ تب اس کے بعد سلوک راہِ ولایت اور عشق کو شروع کرتے تھے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ راہِ نبوّت اور راہِ ولایت میں دراصل کچھ تبائن اور تخالف نہیں ہے۔ مگر اس کو سمجھنا چاہیے کہ راہِ نبوّت اصل جڑ اور بنیاد اور پیوندِ جانِ سالک طریقِ رحمانی کی ہے اور حُبِّ عشقی اور راہِ ولایت قبیل حالات اور ارادت سے ہے۔ سو حُبِّ ایمانی اور سلوکِ راہِ نبوّت بمنزلہ بنیاد مکان بلکہ مثل اینٹ اور لکڑی وغیرہ مادۂ عمارت کے سمجھنا چاہیے اور حُبِّ عشقی اور طریقِ ولایت اور اُس کے ثمرات شور انگیز مثل گُل بوٹے دلکش کے تصور کرنا چاہیے کہ بعد تیاری عمارت کے اُس پر نقش کیے جاتے ہیں۔ نہ کہ عمارت سے پہلے۔ مگر اَب جاہل فقراء اور نادان سالکین زمانہ حالِ ثانی کو بجائے اول مقرر کر کے سلوکِ راہِ نبوّت کو بالکل ہاتھ سے دے دیا اور شروع ہی سے تحصیلِ راہ ولایت اور حُبِّ عشقی میں پڑ کر برباد

ہو گئے۔ حالانکہ اٰمِنْ ثُمَّ جَاهِدْ (یعنی پہلے ایمان لا کر پھر مجاہدہ کر) حدیث مشہور ہے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسند تلقین وارشاد پر

گو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے سلوکِ راہِ ولایت اور سلوکِ راہِ نبوت کی جامعیت فرمائی تھی لیکن حضرت میاں رحمۃ اللہ علیہ نے زمانہ کے مقتضاء اور داعیہ کے مطابق حصولِ تقربِ الٰہی کے طالبان کے لیے ایسا سہل الحصول اور آسان راستہ کر دیا جن پر کمزور سے کمزور طبیعتیں بھی منتہائے سلوک تک پہنچ جاتی ہیں۔
حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا طریق جامع سلوک راہِ ولایت و سلوکِ راہِ نبوت ہے۔ حبِ ایمانی اور حُبِ عشقی کے دو دریا بہہ رہے ہیں۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ لَا بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ط

آپ کا طریق ایک سمندر ہے۔ شریعت و طریقت کا اور سنت و معرفت کا موجیں اور ٹھاٹھیں مارتا ہوا۔

برکفِ جامِ شریعت برکفِ سندان عشق
ہر ہوسنا کے نداند جام وسندل باختن

عام طور پر اپنے احباب کو یہ تین شغل ذکر اسم ذات و ذکر کلمہ طیبہ، تلاوت قرآن پاک اور نماز فرمایا کرتے اور فرماتے کہ سب کچھ انہی میں آ جاتا ہے۔ ذکر کے متعلق جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں اُس کا ملخص یہ ہے:۔

''ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشادِ خداوندی: فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ج (النساء،۴،۱۰۳)۔ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ذکر کرو۔ رات دن، خشکی تری، سفر حضر، تونگری فقر، تندرستی، مرضِ خفیفہ علانیہ اور بعض صوفیا نے فرمایا ہے کہ ہر فرض عبادت کی حق تعالیٰ نے کوئی حد اور انتہا ضرور مقرر فرمائی ہے اور عذر کے وقت معذور بھی قرار دیا ہے۔ مگر ذکر کی کوئی بھی حد نہیں۔ جہاں پہنچ کر ختم ہو جاوے اور لوئی

عذر بھی قابلِ سماعت نہیں۔ کیونکہ بجز مجنون کے اس میں کوئی معذور نہیں اور اگر کسی معذور قرار دیتے تو وہ حضرت زکریا علیہ السلام ہوتے کہ باوجود بڑھاپے اور اس قدر ضعف کے کہ بات تک کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اس طرح حکم ہوا۔ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ ط کہ تمہارے لڑکا پیدا ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تین دن کسی آدمی سے کلام نہ کرو گے مگر اشارہ کے ساتھ اور خدا تعالیٰ کا ذکر بکثرت کرتے رہنا۔ اور اگر کسی کے لیے ذکر ترک میں کوئی عذر قابلِ لحاظ ہوتا تو غازی و مجاہد کا شغل ہوتا مگر ان کو بھی مشقت اور مشغولی کے باوجود یوں حکم ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ہ" کہ اے ایمان والو جب کافروں کے ساتھ جنگ کیا کرو تو پاؤں جمائے رکھو اور اللہ کا ذکر بہت کرو تا کہ فلاح پاؤ"۔ نیز قیامت کے دن ساری عبادتیں، نماز روزہ وغیرہ ساقط ہو جائیں گی۔ اس لیے کہ عالمِ آخرت میں بندے مکلف نہ ہوں گے۔ مگر ذکر آخرت میں بھی زائل نہ ہوگا۔ نیز حق تعالیٰ دوسری جگہ سورہ جمعہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ہ" اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو تا کہ فلاح پاؤ" اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر جہاد، صدقات اور خیرات سب سے افضل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ذکر سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔ ذکرِ الٰہی کے لیے ایک مغز اور تین پوست ہیں اور مغز تو مقصود بالذات ہے۔ مگر پوست اس کے لیے مقصود اور محبوب ہیں کہ وہ منزل تک پہنچنے کے ذرائع اور اسباب ہیں۔ پہلا پوست صرف زبان سے ذکر کرنا ہے اور پوست قلب سے ذکر کرنا اور جبراً با تکلف اس کا خوگر ہونا۔ یاد رکھو کہ قلب کو اپنی حالت پر نہ چھوڑنا چاہیے کیونکہ اس کو تفکرات اور تخیلات میں پڑنے سے پریشانی ہوتی ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ اس کی مرغوب شے یہی ذکرِ الٰہی اس کے حوالے کر دی جائے تا کہ اس کو اطمینان حاصل ہو جائے۔ تیسرا پوست یہ کہ

ذکرِ الٰہی قلب میں جگہ کرلے اور ایسا گڑ جائے کہ اس کا چھڑانا دشوار ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے درجے میں جس طرح قلب کو ذکر کی عادت ڈالنے میں دقت پیش آئی تھی۔ اس تیسرے درجے میں قلب سے ذکر اللہ کی عادت اس سے زیادہ دشوار جائے۔ چوتھا درجہ جو مغز اور مقصود بالذات ہے۔ وہ یہ ہے کہ قلب میں ذکر کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے۔ بلکہ مذکورِ حق تعالیٰ کی ذات ہی ذات باقی رہ جائے کہ نہ قلب کی طرف توجہ رہے نہ ذکر کی جانب التفات، اور نہ اپنی خبر ہو اور نہ کسی دوسرے کی غرض۔ ذات بحت میں استغراق ہو جائے۔ اسی حالت کا نام فنا ہے اور اس حالت پر پہنچ کر بندہ کو نہ اپنے ظاہری حس وحرکت کا علم ہوتا ہے اور نہ باطنی عوارض کا۔ یہاں تک کہ اپنے فنا ہو جانے کا علم بھی نہیں رہتا کیونکہ فنا ہو جانا بھی تو خدا کے علاوہ دوسری ہی چیز ہے اور غیر اللہ کا خیال میل کچیل اور کدورت ہے۔ پس فنا کا علم بھی اس درجہ میں پہنچ کر کدورت اور بُعد ہوا۔ یہی وہ حالت ہے جس میں اپنے وجود کے فنا کے ساتھ خود فنا سے بھی فنایت ہوتی ہے"۔

کلمہ طیبہ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کا ذکر بھی فرمایا کرتے تھے۔ اس کے فضائل بیان کیا کرتے تھے۔ بلکہ اخیر عمر میں وفات سے قبل کلمہ طیبہ کی تلقین وارشاد پر بہت زور دیتے (یعنی پہلے باطل خداؤں کی نفی کر کے معبودِ برحق اللہ جل شانہٗ کا اثبات کرے) اور جو کچھ چونی و چندی کے داغ سے موسوم ہے اس کو لَآ کے نیچے داخل کر کے خدائے بیچون کے ساتھ ایمان لائے۔ سب سے بڑھ کر عبادت کلمہ طیبہ۔ لَآ اِلٰــــهَ اِلَّا اللّٰــهُ کی نفی واثبات میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمام ذکروں سے افضل ذکر۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا الـلّٰـهُ ہے"۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے: "اگر میرے سوا سات آسمانوں اور سات زمینوں کو ایک پلہ میں اور کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا الـلّٰـهُ دوسرے پلہ میں رکھا جائے تو کلمہ والا پلہ بھاری ہوگا۔ کیونکہ افضل وراجح نہ ہو جبکہ اس کا ایک کلمہ تمام ماسوائے حق یعنی آسمانوں، زمینوں وعرش وکرسی ولوح وقلم وآدم کی نفی کرتا ہے۔

اس کا دوسرا کلمہ معبودِ برحق کا اثبات کرتا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہی رزق دیتا ہے۔ اولاد بخشتا ہے۔ ہر قسم کے نفع ونقصان کا مالک ہے۔

محمد رسول اللہ (یعنی محمد اللہ کے سچے رسول ہیں) سمجھ کر کوئی بات یا کام خواہ دینی ہو یا دنیوی خلافِ ارشاد حضرت ﷺ کے اختیار نہ کریں۔ ہر امر میں حضرت ﷺ کے اتباع کو مقدم جانیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب ۳۷ دفتر دوم میں کلمہ طیبہ کے فضائل بیان کرتے ہیں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ حق تعالیٰ کے غضب کو دور کرنے کے لیے اس کلمہ طیبہ سے بڑھ کر زیادہ فائدہ مند اور کوئی چیز نہیں ہے۔ جب یہ کلمہ طیبہ دوزخ میں داخل ہونے کے غضب کو تسکین کر دیتا ہے تو اور غضب اس سے کم درجہ کے ہیں۔ ان کے بطریقِ اولےٰ تسکین کر دیتا ہے۔ کیونکر تسکین نہ کرے جبکہ بندہ نے اس کلمہ طیبہ کے تکرار سے ماسوائے کی نفی کر کے سب کی طرف سے منہ پھیر لیا ہے اور اپنی توجہ کا قبلہ برحق بنا لیا ہے۔ غضب کا باعث مختلف تعلقات اور توجہات ہی تھیں جن میں بندہ مبتلا ہو رہا تھا۔ جب وہ نہ رہیں تو غضب بھی نہ رہا۔ اس بات کو عالم مجاز میں بھی مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

جب مالک اپنے غلام پر ناراض اور غضبناک ہو تو بندہ اپنے حُسنِ فطرت سے جو اس کو حاصل ہے اپنی توجہ کو اپنے مالک کے ماسوا سے پھیر کر اپنے آپ کو پورے طور پر مالک کی طرف متوجہ کرے تو اُس وقت مالک کو اپنے غلام پر ضرور شفقت و مرحمت آجائے گی اور غضب، و آزار دُور ہو جائے گا۔

فقیر اس کلمہ طیبہ کو رحمت کے اُن ننانوے حصوں کے خزانہ کی کُنجی معلوم کرتا ہے جو آخرت کے لیے ذخیرہ فرما ہیں اور جانتا ہے کہ کفر کی ظلمتوں اور شرک کی کدورتوں کو دفع کرنے کے لیے اس کلمہ طیبہ سے بڑھ کر زیادہ شفیع اور کوئی کلمہ نہیں ہے۔ جس شخص نے اس کلمہ طیبہ کی تصدیق کی ہو اور ذرّہ ایمان حاصل کر لیا ہو اور پھر کُفر شرک کی رسموں میں بھی مبتلا ہو تو امید ہے کہ اس کلمہ کی شفاعت سے اس کا عذاب دُور ہو جائے گا اور دوزخ کے دائمی

عذاب سے نجات پا جائے گا۔ جس طرح کہ اس اُمت کے تمام کبیرہ گناہوں کے عذاب دُور کرنے میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نافع اور فائدہ مند ہے۔

اور یہ جو مَیں نے کہا ہے کہ اس اُمت کے کبیرہ گناہ تو اس لیے کہا ہے کہ سابقہ اُمتوں میں کبیرہ گناہوں کا ارتکاب بہت کم ہے بلکہ کفر و شرک کی رسمیں بھی بہت کم پائی جاتی ہیں۔ سفاعت کی زیادہ محتاج یہی اُمت ہے۔ گذشتہ اُمتوں میں بعض لوگ کفر پر اڑے رہتے تھے اور بعض اخلاص کے ساتھ ایمان لاتے تھے اور امر بجالاتے تھے۔ اگر کلمہ طیبہ ان کا شفیع نہ ہوتا اور حضرت خاتم الرسل ﷺ جب با شفیع ان کی شفاعت نہ کرتا تو یہ اُمت پُر گناہ ہلاک ہو جاتی۔ اُمَّةٌ مُذْنِبَةٌ وَرَبٌّ غَفُوْرٌ "اُمت گنہگار ہے اور رب بخشنے والا ہے۔ حق تعالیٰ کی عفو و بخشش جس قدر کہ اس امت کے حق میں کام آئے گی۔ معلوم نہیں کہ گذشتہ اُمتوں کے حق میں اس قدر کام آئے گی۔ گویا رحمت کے ننانوے حصوں کو اسی پُر گناہ اُمت کے لیے ذخیرہ کیا ہوا ہے۔ کہ مستحق کرامت گناہگار انند (ترجمہ) کہ ہیں گنہگار لائق بخشش۔

چونکہ حق تعالیٰ عفو و معرفت کو دوست رکھتا ہے اور عفو و مغفرت کے لیے اس پُر تقصیر اُمت کے برابر اور کوئی محل نہیں۔ اس لیے یہ اُمت خیر الامم ہوگی اور کلمہ طیبہ جو ان کی شفاعت کرنے والا ہے۔ افضل الذکر بن گیا اور ان کی شفاعت کرنے والے پیغمبر نے سید الانبیاء کا خطاب پایا۔ اُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (یہ وہ لوگ ہیں جن کی بُرائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے) ہاں اَرْحَمُ الرَّاحمین اور اکرم الاکرمین ایسا ہی ہونا چاہیے۔

بر کریماں کار ہا دشوار نیست

(ترجمہ) کریموں پر نہیں یہ کام دشوار

وَكَانَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (اللہ تعالیٰ پر یہ بات بہت آسان ہے) رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ۝ (یا اللہ

ہمارے گناہوں اور کاموں میں زیادتی کو بخش اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ اور کافروں پر ہمیں مدد دے)۔

اب اس کلمہ کے فضائل سنو:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا جنت میں داخل ہوا۔ کوتاہ نظر لوگ تعجب کرتے ہیں کہ ایک بار کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے سے جنت میں داخل ہونا کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ لوگ اس کلمہ طیبہ کے برکات سے واقف نہیں ہیں۔ اس فقیر کو محسوس ہوا ہے کہ اگر تمام جہان کو اس کلمہ طیبہ کے ایک بار کہنے سے بخش دیں تو تو بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی مشہود ہوتا ہے کہ اگر اس کلمہ پاک کی برکات کو تمام جہان میں تقسیم کریں تو ہمیشہ کے لیے سب کو کفایت کرے اور سب کو سیراب کر دے۔ خاص کر جبکہ اس کلمہ طیبہ کے ساتھ کلمہ مقدسہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جمع ہو جائے اور تبلیغ توحید کے ساتھ منتظم ہو جائے اور رسالت، ولایت کے ساتھ مل جائے۔ اِن دو کلموں کا مجموعہ ولایت کے کمالات کا جامع اِن دونوں سعادتوں کے راستے کی طرف ہدایت کرنے والا ہے۔ جو ولایت کو ظلال کے ظلمات سے پاک کرتا ہے اور نبوت کو درجہ بلند تک پہنچاتا ہے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ خواہ کچھ بنے یا نہ بنے مگر ذکر شریف کمر بستہ کیے جاؤ۔ ایک دفعہ حکایت بیان فرمائی۔ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا۔ اُسے ندا ہوئی کہ تمہاری ستر سال کی بندگی قبول نہیں ہوئی۔ اُس نے جواب دیا ہمیں بندگی کرنے کی غرض ہے۔ خواہ قبول ہو یا نہ ہو۔ ارشاد فرمایا: ”اللہ اللہ کہو۔ اللہ رہے تُو نہ رہو“۔

تلاوتِ قرآنِ مجید

تلاوتِ قرآنِ مجید بہترین عبادات سے اور سب سے زیادہ وسیلہ حصولِ تقرب بارگاہِ ایزدی کا ہے۔ تلاوت بہت تدبر اور فکر سے کرے۔ اگر اس کے ترجمہ سے واقف نہ ہو تو بھی دِل میں وقتِ تلاوت یہ خیال رکھے کہ اللہ رب العزت سے بات چیت

کر رہا ہے۔راستے میں صرف غفلت کا ایک حجاب ہے۔ جب وہ اٹھ گیا تو وصل ہو جائے گا۔آپ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا تھا کہ ایک سلیم الطبع آدمی کو میں نے دیکھا جو قرآن شریف کے ترجمہ اور معانی بالکل نہیں جانتا تھا بلکہ دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکتا تھا۔لیکن قرآن مجید سے بدرجہ کمال محبت تھی۔ جب قرآن حکیم سنتا تھا تو قرآن مجید کے فیوض و برکات کے دروازے اس پر کھل جاتے اور وُہ لُطف اندوز ہوتا۔ونعم ما قیل فی المثنوی۔

پارسی گو گرچہ تازی خوشتر است | عشق را خود صد زبان دیگر است
بُوئے آں دلبر چو پرّاں مے شود | ایں زبانہا جملہ حیراں مے شود

حقیقتِ نماز

ہر حال میں دل کا تعلق نماز کے ساتھ رہے یعنی جب نماز کا وقت ہو یا اذان سنے تو پھر اُس کی طرف سے غفلت نہ کرے اور کسی کام کو اس پر مقدم نہ سمجھے۔ جیسے جبکہ کسی کا معشوق اور محبوب آجاتا ہے تو اُس وقت کسی دوسرے کام میں مشغول نہیں ہوتا۔ اگر ہزاروں کام فوت ہو جائیں۔حضور ﷺ نے فرمایا ہے:"قُرَّةُ عَيْنِىْ فِى الصَّلٰوةِ"یعنی نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔نماز کو موجب راحتِ اصلی سمجھ کر کسی دُنیوی کام کو اس پر مقدم نہ گنے۔

نماز میں جب کھڑا ہو تو انگوٹھوں کے سر سیدھے قبلہ کی رُو رکھے۔ ایڑیوں اور پنجوں کا درمیانی فاصلہ چار اور چھ انگل کے درمیان رکھے۔جب نماز کے واسطے کھڑا ہو تو اللہ اکبر کہتے وقت دِل میں یہ خیال کرے کہ میں اس وقت دونوں جہان سے دست بردار ہو کر اے مولا! تیرے دربار میں کھڑا ہوا ہوں۔ دِل میں یہ خیال ہو کہ میں شہنشاہ عالی جاہ کے سامنے کھڑا ہوا ہوں اور وُہ رب العزت میری طرف متوجہ ہے اور میری ہر حرکت، مناجات اور عرض حاجات کو بڑی توجہ سے دیکھ اور سُن رہا ہے۔اس طرح

جب اللہ کی عظمت دِل میں بیٹھ جائے گی تو خیالاتِ فاسدہ دُور ہو جائیں گے اور طبیعت ایک نقطہ پر مرکوز ہو جائے گی۔ اس کے بعد دعائے استفتاح پڑھے یعنی سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ (ترجمہ) ساتھ پاکی کے یاد کرتا ہوں تجھ کو اے اللہ اور ساتھ تعریف تیری کے اور بہت خوبیوں کا ہے نام تیرا اور بہت بلند ہے مرتبہ تیرا اور تیرے سوا کوئی دوسرا لائق عبادت کے نہیں ہے۔

اَب جس قدر کلماتِ تعظیم اور توحید کے نمازی سے صادر ہوتے ہیں اُسی قدر عنایت شاہی اُس بندے پر نازل ہوتی ہے لیکن واسطے دفع شیطان کے کہ وُہ حارج اور دشمن قدیم ہے۔ ہوشیار ہو کر زبان سے کہے:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ (یعنی پناہ مانگتا ہوں مَیں اللہ کی شیطان مردود سے)

پھر کہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (یعنی شروع کرتا ہوں مَیں ساتھ نام اللہ کے جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے)

پھر اس کے بعد اپنی عرض پیش کرے اور وُہ یہ ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لا الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لا مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ط اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ط اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ لا صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ لا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ط اٰمِيْنَ ط یعنی سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جو رب ہے سارے جہان کا۔ بہت مہربان نہایت رحم والا مالک ہے انصاف کے دِن کا۔ تجھی کو ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ چلا ہم کو سیدھی راہ اُن کی جن پر تُو نے فضل کیا۔ نہ راہ اُن کی جن پر تیرا غصہ ہوا اور نہ راہ گمراہوں کی۔

اس کے پیچھے آمین کہے۔ یعنی یہ ہماری عرضی قبول کر اور اس کے بعد کوئی سورت قرآن مجید کی پڑھ کر اور اس کے معنی اور مطلب کو سمجھ کر پھر ارادہ پابوسی کا کرے۔

اَللّٰهُ اَکْبَرْ: یعنی اللہ بہت بڑا ہے کہتا ہوا نیچے جھک جاوے اور رکوع میں جا کر خیال کرے کہ بہ سبب تیری عظمت اور جلال کے میری پیٹھ جھک گئی اور منہ سے کہتا جائے:۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم: یعنی پاک ہے میرا رب بڑی عظمت والا۔ جب رکوع میں ایک کیفیت حضوری کی پیدا ہو جاوے تو:۔

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہ: یعنی سُن لی اللہ نے اُس کی بات جس نے تعریف کی اُس کی کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جاوے اور دِل میں خیال جما دے کہ مَیں تیری فرمانبرداری پر مستقیم ہوا اور اب وقت پابوسی کا پہنچا۔ اس واسطے اَللّٰهُ اَکْبَر کہتا ہوا سجدے میں جاوے اور سجدے میں سر رکھ کے بار بار کہے:۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی: یعنی پاک ہے میرا رب بہت بلند اور دِل میں خیال کرے کہ تیری عظمت اور حضوری کے سامنے مَیں نے اپنا سر جو افضل سب اعضاؤں کا ہے تیرے پاک آستانے پر رکھ دیا اور چونکہ سجدہ مقامِ نہایت قرب اور ظہور تجلیاتِ جمال بادشاہی کا ہے اور یہ بندہ مارے ہیبت کے سب مضمون ایک ہی بار عرض نہیں کر سکتا۔ اس واسطے حکم ہوا کہ ایک دم ٹھہر کر دوسری بار عرض کرے۔ اس واسطے سجدے سے سر اٹھا کر جلسہ میں بیٹھ جاتا ہے۔ پھر اَللّٰهُ اَکْبَرْ کہتا ہوا سر زمین پر رکھے اور مثل اول سجدے کے خیال کر کے زبان سے کہتا جاوے:۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی: یعنی پاک ہے میرا رب بہت بلند۔

اس کے پیچھے دوسری رکعت مثل اول رکعت کے خیال جماتا ہوا پڑھ لینے کے بعد اس نے اس دربارِ عالی میں قابلیت بیٹھنے کی حاصل کی۔ اس واسطے قعدے میں بیٹھ جاتا ہے مگر ایسے دربارِ عالی میں چپکا بیٹھنا ترکِ ادب ہے۔ اس واسطے اُس کو حکم ہوا کہ وہاں بیٹھنے کے ساتھ ہی زبان سے کہے:۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبٰتُ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ط اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ط یعنی سب بندگیاں زبان کی اللہ کو ہیں اور سب بندگیاں بدن کی اور سب بندگیاں مال پاک کی۔ سلام ہو نبی ﷺ پر اور رحمت اللہ کی اور خوبیاں اُس کی سلام ہم پر اور جتنے نیک بندے اللہ کے ہیں سب پر اور گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ سوائے اللہ کے کسی کی بندگی نہیں اور گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ محمد ﷺ بندہ اُس کا ہے اور رسول اُس کا ہے۔ قعدہ اخیر میں یہ سمجھے کہ یہ وقت دربار سے رُخصت ہونے کا ہے۔ تو بعد دُرود اور دُعا محولی کے اپنے داہنے بائیں والے نمازیوں اور فرشتوں حاضرین دربار پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر دربار سے رخصت ہو جائے۔

آپ ہر کسی سے بیعت نہ لیتے تھے۔ بلکہ عوام الناس سے لفظ بیعت تک بھی سننا گوارا نہ کرتے۔ فرمایا کرتے: "بیعت کے معنی ہیں اپنے وجود کو اور اس کی جملہ خواہشات کو اپنے شیخ کے ہاتھ میں فروخت کر ڈالنا اور جب لوگ ایسا نہیں کرتے تو اس رسمی اور مروجہ بیعت کی کیا حاجت۔ اگر کسی نے مان لیا تو بیعت ہی بیعت ہے"۔ لیکن بااین ہمہ پھر بھی خواص کو اپنے حلقہ بیعت میں داخل کر لیتے۔ عوام الناس کی اصلاح شاہراہِ نبوّت پر چلا کر کرتے۔ ہر ایک کے حسب استعداد اکثر دُرود شریف خضری صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ کم سے کم سو بار اور زیادہ سے زیادہ دو ہزار بار پڑھنے کی تلقین فرماتے۔ بعض کو سورہ الحمد شریف، سورہ اخلاص، سورہ الم نشرح، آیت الکرسی، معوذتین اور قرآن شریف کی بعض دوسری آیات بعد ہر نماز چند چند بار تلقین فرماتے۔ یہ مرض الموت میں سب کو تلقین کی کہ ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص اور گیارہ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ط وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط پڑھا کریں۔ یہ کلمات آپ نے متعدد بار دھرائے۔ ہر نماز کے بعد ماثورہ وظیفے سُبْحَانَ اللّٰہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَر پڑھنے اور استغفار یعنی اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھنے کی تلقین کرتے۔ نوافل اور نمازِ تہجد کی تلقین نہایت شدت سے کرتے۔ اورادِ فتحیہ معمولہ حضرت خواجہ امیر کبیر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑھنے کی بلا ناغہ آپ ہر خاص و عام کو تاکید فرماتے۔

آپ کی خدمت میں بڑے بڑے علماء، سجادہ نشین، مشائخ طریقت اور اُن کے مُریدین حاضر ہوتے۔ آپ اُن کو بھی اُسی نظر سے دیکھتے جس نظر سے صرف اپنے ملنے والوں کو۔

تعمیرِ مساجد

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط (توبہ ۹:۱۸)

ترجمہ: سوائے اس کے نہیں کہ آباد کرتا ہے اللہ کی مسجدوں کو وہ شخص جو ایمان لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر۔

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے متعدد مسجدیں اپنی زندگی میں شرقپور خاص اور بیرون شرقپور میں تعمیر کروائیں:۔

1۔ محلہ نبی پورہ ملحقہ شرقپور لب سڑک واقع ہے۔ یہاں صرف ایک مسجد کا نشان باقی تھا اور وہ بھی غیر محفوظ۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی نشانات پر مسجد تعمیر کرائی اور خادم مسجد کے لیے مسجد کے متصل ایک مکان بنوایا۔ اپنی گرہ سے ایک اور مسجد بنوائی۔

2۔ ایک مسجد قبرستان ڈاہراں والا میں جو شرقپور سے مغرب کی طرف ہے، تعمیر کروائی۔ مسجد کے متصل مسجد کے خدمت گار کے لئے ایک کمرہ بنوایا۔ مسجد کے لئے ایک امام مقرر کیا۔ اس کے ہر قسم کے اخراجات کے کفیل بھی آپ ہی تھے۔

3۔ شرقپور کے محلّہ دُھدل پورہ میں ایک مختصر سی مسجد بمعہ کنواں بنوائی۔

4۔ کوئٹہ شریف میں ایک شاندار پختہ مسجد بنوائی۔ مسجد کے تین کمرے ہیں۔ صحن بھی۔ مسجد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ یہ وہی مسجد ہے جس کی بنیاد آپ کے جدِ امجد حضرت مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی تھی۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے پہلے تو یہ مسجد اہلِ محلّہ کے لئے کافی تھی لیکن حضرت میاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے عہد مبارک میں حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ سننے کے لئے جمعہ کے روز خلقت کا اس قدر انبوہ اور ہجوم ہو جاتا کہ تِل رکھنے کو جگہ نہ ملتی۔ بہت لوگ جگہ نہ ملنے کے باعث وعظ سننے سے محروم رہتے۔ آپ کے دل میں مدت سے اس مسجد کو وسیع کرنے کی آرزو تھی۔ آخر آپ نے 1340 میں مسجد کے چند ملحقہ مکانات خرید کر مسجد میں شامل کر لئے۔ پہلے کی نسبت مسجد کی وسعت اب دگنی ہے۔ مسجد کی تعمیر پر تقریباً ۲۵ ہزار روپے کی لاگت آئی"۔

اشاعتِ کتب

بعض کتابیں نایاب تھیں لیکن ان کے قیمتی نسخے آپ کے کتب خانہ میں موجود تھے۔ آپ نے بصرفِ زرِ کثیر نہایت اہتمام سے یہ چھپوا کر مفت تقسیم کیں:

1۔ مراۃ المحققین بمعہ ترجمہ۔ یہ کتاب حضرت خواجہ بزرگوار امام علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیف ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں قطب الاقطاب حاجی حرمین شریف حضرت شاہ حسین قدس سرہٗ کے مختصر حالات ہیں۔ دوسرے حصے میں آنحضرت قدس سرہٗ کے کلمات متبرکہ در بارۂ سلوک و اشغال نقشبندیہ درج ہیں۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب کا ترجمہ کروایا۔ کتاب کا کاغذ، کتابت اور طباعت نہایت اعلیٰ۔ سرورق حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

2۔ ذخیرۃ الملوک ترجمہ منہاج السلوک فارسی زبان میں تھی۔ اس کا ترجمہ کروایا

اور چھپوا کر مفت تقسیم کی۔

3۔ حکایات الصالحین۔ عربی زبان میں یہ ایک ضخیم کتاب ہے۔ آپ نے اس کا ترجمہ کروایا اور بصرفِ زرکثیر زیورطبع سے آراستہ کر کے اس کی اشاعت کی:

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ آپ تفسیر، سیرۃ النّبی، اوراد و وظائف، فقہ، اخلاق، تصوف اور حدیث کی جن جن کتابوں کو طالبانِ حق کے لیے مفید سمجھتے اپنی لاگت سے متعدد نسخے منگوا کر تقسیم کرتے۔ اردو زبان میں اہلِ سنت والجماعت کی جتنی تفسیریں اس وقت تک شائع ہو چکی تھیں۔ مثلاً تفسیر مواہب الرحمٰن مکمل، تفسیر حقانی، خلاصۃ التفاسیر، اعظم التفاسیر، تفسیر عزیزی اردو، تفسیر حسینی اردو، تفسیر مرادیہ آپ کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ آپ تفسیر حقانی اور تفسیر مواہب الرحمٰن کو سب سے زیادہ پسند کرتے تھے اور آپ کے مطالعہ میں بھی زیادہ یہی دونوں تفسیریں رہتیں۔ تفسیر حقانی کے مقدمہ کے آپ نے متعدد نسخے منگوا کر تقسیم کیے۔ سیرۃ النبی کے موضوع پر اگرچہ آپ کے زیرِ مطالعہ بہت سی کتابیں مثلاً شمس التواریخ، رحمۃ للعٰلمین معارج النبوۃ، سیرت النبی مولانا شبلی مرحوم ہر سہ جلدیں تھیں لیکن ان میں سے رحمۃ للعٰلمین کو بہت پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ رحمۃ للعٰلمین کی بھی متعدد کاپیاں منگوا کر تقسیم کیں۔ رحمۃ اللعٰلمین قاضی سلیمان صاحب منصور پوری ریاست پٹیالہ کی تصنیف ہے۔ قاضی صاحب مرحوم نے ایک چھوٹی سی کتاب مہرِ نبوّت کے نام سے شائع کی تھی۔ یہ کتاب درحقیقت حضور ﷺ کی مکمل سیرت کا خلاصہ ہے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ مہر نبوّت پر اس قدر فدا ہو گئے کہ کئی سو کی تعداد میں اس کی کاپیاں منگوا کر تقسیم کیں۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کو پرانی اور قلمی کتابوں کا از حد شوق تھا اور شوق بھی درجہ عشق تک پہنچا ہوا تھا۔ آپ کے کتب خانہ میں بعض نادر اور بیش بہا کتب بھی موجود ہیں۔ جو کتاب آپ کو پسند آ جاتی اگر گراں قیمت پر بھی دستیاب ہوتی آپ خرید لیتے۔ کتابوں کی بڑی تعظیم کیا کرتے۔ بغیر جلد اور غلاف کے کوئی کتاب نہ رہنے دیتے۔

میاں صاحب کا سفرنامہ

اہل اللہ کی ملاقات اور مزارات متبرکہ کی زیارت

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کے اکثر اولیاء اللہ کے مزارات متبرکہ کی زیارت کے لیے بڑے دور دراز سفر کیے۔ ایسے سفروں میں آپ کے ہمراہ زیادہ تر سید محمد شاہ صاحب قصوری اور مستری کرم الدین صاحب شرقپوری ہوتے۔ آپ کے سفر کا یہ دستور تھا کہ صبح صادق سے پیشتر ہی منہ اندھیرے شرقپور سے روانہ ہو جاتے۔ مندرجہ ذیل مقامات پر آپ تشریف لے گئے:

لاہور: حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر آپؒ اوائل عمر سے ہی جایا کرتے۔ آپ حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پروانہ وار عاشق تھے۔ حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے روحانی مکاشفات کے ذریعہ آپ کو بہت سے باطنی فیوض حاصل ہوئے۔ حضرت شاہ محمد غوث رحمہ اللہ تعالیٰ بھی جایا کرتے۔ حضرت آغا سکندر شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کی اولاد سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ ایک دو دفعہ ان کے ہمراہ پشاور بھی تشریف لے گئے۔ ایک دفعہ واپسی سفر میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ گولڑوی سے بھی ملاقات کی۔

قصور: چونکہ آپ کے خاندانی تعلقات زیادہ تر قصور سے وابستہ ہیں اس لیے آپ کو اپنے اعزا اقربا کے رنج و راحت میں شریک ہونے کے لیے قصور جانا پڑتا۔ قصور شہر کو یہ فخر حاصل ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولایت اور روحانی کمالات کی جھلک سب سے پہلے اسی جگہ کے قلوب صافیہ پر پڑی۔ حضرت مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری رحمہ اللہ تعالیٰ اور نیز بعض دیگر مزارات پر بھی جایا کرتے۔

سرہند شریف: حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے بارہا گئے۔

ملتان: حضرت شاہ شمس قدس سرہٗ اور حضرت خواجہ بہاء الحق قدس سرہٗ ان کے علاوہ اور بہت سے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

دہلی: حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مرقد مبارک کی زیارت کی۔

کرنال و پانی پت: حضرت غوث علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور اکثر دیگر اولیاء اللہ کے مزارات پر بھی گئے۔ ایک دفعہ بریلی شریف بھی تشریف لے گئے۔ ایک دفعہ گوٹھ قاضیاں پیر بل تریف اور للہ شریف بھی گئے۔

الغرض اگر آپ کا سفرنامہ لکھا جائے تو اایک الگ دفتر بن جائے گا۔ اثنائے سفر میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عجیب وغریب کیفیتیں دیکھنے میں آئیں۔ یہ یاد رہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سفر کی غرض و غایت یا تو علماء اور درویشوں کی ملاقات ہوتی یا اولیاء اللہ کے مقابر کی زیارت۔

اخلاق وعادات اور خصوصی کمالات

اخلاقِ محمدی کا رنگ آپ پر اس قدر چڑھا ہوا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو براہِ راست آنحضرت ﷺ کی تبعیت و معیت حاصل ہے۔ آپ صلہ رحمی کرتے۔ مقروضوں کا بار اٹھاتے۔ غریبوں کی اعانت کرتے۔ مہمانوں کی ضیافت کرتے۔ حق کی حمایت کرتے۔ مصیبت میں لوگوں کے کام آتے۔ برائی کے بدلے برائی نہ کرتے بلکہ درگزر کرتے اور معاف فرمادیتے اور اس کے معاوضے میں ایسے شخص کے ساتھ حتی الامکان احسان کرکے اُسے اپنا گرویدہ بنالیتے۔ اپنے ذاتی معاملے کے متعلق کبھی کسی سے ناراض نہیں ہوئے۔ ہاں البتہ احکامِ ربانی کی نافرمانی اور امرِ حق کی مخالفت کے وقت بعض اوقات سخت طیش اور غصہ میں آجاتے۔ رشتہ اَلحُبُّ لِلّٰہِ وَالبُغضُ لِلّٰہِ کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ عام تنگ نظر پیروں اور علماء کی طرح جزوی اختلافات کی بنا پر کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی اور نہ کفر کا

فتویٰ لگایا۔ فرماتے کہ اگر کسی میں ننانوے حصے کفر کے ہوں اور ایک حصہ اسلام کا تو اُس اسلام کا حکم لگانا چاہیے۔ حتی الوسع کسی کی کوئی درخواست رَد نہ فرماتے۔ احباب کی مجلس میں دوزانو ہوکر بیٹھتے۔ اور آپ کے زانو کبھی ہم نشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے اور اسی طرح دوسروں کو بیٹھنے کی تلقین کرتے۔ جب آپ کلام کرتے تو تمام احباب خاموش ہوکر سر جھکا کر سنتے۔ علیحدہ علیحدہ ہر ایک سے گفتگو کرتے۔ اگر کوئی آدمی بے باکی سے گفتگو کرتا تو تحمل فرماتے۔ دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننا قطعاً پسند نہیں رکھتے تھے۔ اگر کوئی دفعتاً آپ کو دیکھتا تو اُس پر رُعب طاری ہو جاتا۔ اپنے معمولات اور مشاغل میں نہایت مستحکم اور ثابت قدم تھے۔ جو بات ایک دفعہ کی ہمیشہ اُس کی پابندی کی۔ جس کام کے کرنے کا جو وقت مقرر کیا اُس میں کبھی تخلف نہ ہوا۔ نماز اور تسبیح و تہلیل کے اوقات۔ نوافل کی تعداد۔ خواب اور بیداری کی مقررہ ساعت۔ ہر شخص سے ملنے جلنے کے طرزِ انداز میں کبھی فرق نہیں آیا۔ اِلّا یہ کہ آپ کا مزاج اقدس ناساز ہو اور آپ علیل ہوں۔ گفتگو کے وقت وقار اور متانت کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام کرتے۔ رخصت کرتے وقت مصافحہ بھی فرماتے۔ بعض اوقات جب آپ کو خطرہ ہوتا کہ لوگ مصافحہ کے وقت حدِّ اعتدال سے بڑھ کر مصافحہ کے وقت کوئی ایسی حرکت کریں گے جو شریعت غرا کے خلاف ہوگی تو آپ مصافحہ سے پرہیز کرتے۔ کسی کو اپنے سامنے جھکنے نہ دیتے۔ اگر کوئی بھول کر ایسا کر بیٹھتا تو ایسی تنبیہ کرتے جو اس کی ساری عمر کے لیے کافی ہوتی۔ جب تک وجود میں طاقت رہی بہ نفسِ نفیس مہمانداری کے تمام کام اپنے ہاتھ سے انجام دیئے۔ لیکن جب تاب نہ رہی تو خدام کے سپرد کر دیئے۔ آپ کا دسترخوان نہایت وسیع تھا۔ پچاس ساٹھ آدمیوں کا کھانا ایک وقت میں تیار ہوتا۔ آپ کے دسترخوان کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ کسی بڑے صاحبِ ریاست کا دسترخوان ہے۔

عموماً دعوت کے جملہ تکلفات اور لوازمات بھی موجود ہوتے۔ کھانے میں غریب اور اپنے بیگانے کا کبھی امتیاز نہ ہوتا۔ ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ کر سب کھاتے۔ خود دستر خوان کے وسط میں بیٹھ کر چاروں طرف نظر رکھتے۔ کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر مسنون دعا مانگتے۔ شہر کی اکثر بیواؤں اور یتیم و لاوارث بچوں کو آپ کے گھر سے دو وقت کھانا پہنچتا۔ بہت سے اندھے اور مسکین آپ کے دستر خوان پر پلتے۔ جب لوگوں سے فارغ ہو جاتے تو کتوں کو بہت سی روٹیاں ڈالتے جو آپ کے دروازہ کے باہر بیسیوں کی تعداد میں کھڑے رہتے۔ میلوں، محفلوں، جلسوں نیز ایسے تمام اجتماعات اور مجالس سے جو اس ملک میں مذہبی تیوہاروں کی تقریب پر ہوتے ہیں پرہیز کرتے اور روکتے۔ فرماتے کہ ان تمام کاموں میں نمود و نمائش اور ریا و تصنّع ہے۔ اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ آدمی گوشہ میں بیٹھ جائے اور اللہ کی یاد کرے۔ نبی ﷺ پر درود پڑھ کر بھیج دے۔

موجودہ زمانے کے پیر و فقیر اور خانقاہوں کے درویش و ملنگ جو امتیاز کے لیے اپنی نرالی شکلیں بنا لیتے ہیں اور مخصوص رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں ان کو دیکھ کر غصہ کی کوئی انتہا نہ رہتی لیکن ضبط و اور تحمل سے ان کو صحیح راہِ اسلام کی ہدایت فرماتے۔ بازار میں سے جب گزرتے تو آپ کی نگاہ بالکل نیچی ہوتی اور اِدھر اُدھر ہرگز نہ جھانکتے۔ بازار والوں پر رُعب اس قدر چھا جاتا کہ سب ڈر جاتے اور سہم جاتے۔ بعض آدمی جو خلافِ شریعت ارتکاب کر رہے ہوں مارے ڈر کے اِدھر اُدھر چھپ جاتے۔ لوگوں میں بُری باتیں دیکھ دیکھ کر دِل میں سخت کُڑھتے۔ مجلسِ وعظ یا خطبے میں کسی شخص کا نام لے کر ذکر نہیں کرتے تھے بلکہ صیغہ تعمیم سے اس کا ذکر کرتے۔ جس سے مقصود یہ ہوتا کہ اُس شخص مخصوص کی ذلّت نہ ہو اور عام لوگوں کی اصلاح ہو۔ چونکہ آپ نہایت فیاض کریم النفس اور سخی الطبع تھے اس لیے آپ اکثر مقروض رہتے۔ مرض الموت میں آپ کا ابرِ کرم اس قدر برسا کہ جو کچھ آپ کے پاس موجود

تھا وہ سب اپنے خاص احباب اور خدّام کو اُن کی خدمت کے صلہ میں بڑی بڑی معقول رقمیں عنایت کیں تا کہ آپ کے سر پر اُن کا احسان باقی نہ رہے۔ علاوہ مادی دولت کے خاص خُدام ایسے بھی ہیں جن کو آپ نے روحانی دولت سے بھی مالا مال کر دیا۔ حُسنِ معاملہ کا آپ کو سخت اہتمام رہتا۔ بازار میں جن جن لوگوں سے آپ کے سودا سلف اور لین دین کے تعلقات تھے اُن میں سے کسی ایک سے بھی نہ سنا گیا کہ اُس نے آپ کے معاملہ کی نسبت شکایت کی ہو۔ شہر کے لوگ بہت سے جھگڑے اور تنازعات آپ کی بارگاہ میں لاتے۔ آپ جس طرح ہوسکتا فیصلہ کروا دیتے۔ مقروضوں اور مظلوموں کی خاص طور پر حمایت کرتے۔ عام فیاضی کا یہ حال تھا کہ جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اگر آپ کے پاس کچھ موجود نہ ہوتا تو اُسے کچھ نہ کچھ ضرور دے دیتے۔ بعض اوقات کپڑے، جوتیوں اور کُرتوں تک دے دیتے لیکن آپ کی اس عام فیاضی نے اکثر لوگوں کو دلیر کر دیا تھا اور وہ باوجود جانتے بوجھتے ہوئے کہ آپ تنگ دست ہیں۔ آپ سے مانگنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ مشتاقانِ زیارت دوسرے مقامات سے جب خدمت میں حاضر ہوتے تو پھل اور میوہ جات وغیرہ بطور ہدایا اپنے ہمراہ لاتے۔ آپ جملہ حاضرین میں تقسیم فرما دیتے۔ اپنے بھتیجوں اور بھتیجیوں سے جو بمنزلہ آپ کی اولاد کے تھے آپ کو نہایت محبت تھی۔ جب کبھی اُنہیں دیکھتے تو فرطِ محبت سے اُنہیں گود میں لے لیتے۔ سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا بغیر کچھ کھائے پیئے واپس نہ جاتا۔ باوجود اس کے کہ آپ کا ابرِ کرم ہر وقت برستا رہتا تھا تاہم کسی کا بلا ضرورت سوال کرنا آپ پر سخت گراں ہوتا تھا۔ سوال کرنے سے اور مانگنے سے ہمیشہ منع فرماتے۔ ہمیشہ بیکاروں کو کام کرنے پر آمادہ کرتے۔ آپ کی وساطت سے بہت سے بیروزگار بارِوزگار ہوگئے۔ بہت سے لوگوں کو دکانیں کھلوا دیں۔ بیسیوں کو ملازمتیں دلوا دیں۔ کئی بیکار لوگ آپ کی تلقین سے مزدوری

کرنے لگے۔ فرمایا کرتے کہ آدمی خواہ کوئی کسب یا کام کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اُس کی یاد کو پیشِ نظر رکھے تو اُس کا سارا کام خدا کی عبادت ہی عبادت ہے۔ اس صادق مصدوق نبی آخرالزمان ﷺ فداہُ روحی کے ارشادات جو گداگری اور سوال سے نفرت دلانے کے متعلق ہیں۔ بیکار لوگوں کو سنا سنا کر کام پر آمادہ کرتے۔ کبھی بیان کرتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص لکڑی کا گٹھا پیٹھ پر لاد کر لائے اور بیچ کر اپنی آبرو بچائے تو اُس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے۔ پھر فرماتے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک انصاری آئے اور کچھ سوال کیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: تمہارے پاس کچھ نہیں ہے؟ انصاری بولے ایک بچھونا ہے اور ایک پانی پینے کا پیالہ ہے۔ آپ ﷺ نے دونوں چیزیں منگوا کر فروخت کر ڈالیں اور دو درم انصاری کو دے دیئے اور حکم دیا کہ ایک کا کھانا خرید کر گھر میں دے آؤ اور دوسرے سے رسی خریدو اور جنگل سے لکڑیاں لا کر شہر میں بیچو۔ پندرہ دِن کے بعد وُہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ خدمت اقدس میں آئے تو دس درم اُن کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ اس سے کچھ کپڑا خریدا اور کچھ غلہ مُول لیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یہ اچھا ہے یا یہ کہ قیامت میں چہرہ پر گدائی کا داغ لگا کر جائے۔ عوام الناس اور غرباء سے آپ صدقات اور ہدایا اور نذرات لینے سے انکار کرتے بلکہ اُلٹے اپنے ہاں سے انہیں دیتے لیکن اپنے مخصوص احباب اور دوستوں سے پوشیدہ طور پر قبول فرما لیتے تھے۔ جو لوگ پوشیدہ پوشیدہ آپ کے گھر ہدایا اور تحفے اور چیزیں بھیجتے اور آپ کو معلوم ہو جاتا آپ اُن کو اس کا صلہ بھی ضرور عطا فرماتے تھے۔ وظائف، اوراد و مشاغل میں تشدد سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ ہر کام میں توسط اور اعتدال کو مدِ نظر رکھتے۔ ہمیشہ زبان فیض ترجمان پر یہ حدیث جاری رہتی تھی: خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا دین اور دنیا دونوں کے حقوق کی نگرانی پر زور دیتے۔ ترکِ دنیا پر آپ نے کبھی زور نہیں دیا۔ صرف اتنا ارشاد فرماتے کہ دین کو دنیا پر قدم

رکھو۔ مداحی اور تعریف کو ناپسند فرماتے تھے۔ بعض لوگ کہا کرتے حضور ہم آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہیں تو زیارت کے لفظ پر آپ سخت غصہ میں آجاتے۔ فرماتے میں خدا کا ایک ناچیز بندہ ہوں۔ کہاں اس قابل ہوں کہ تم لوگ میری زیارت کو آؤ۔ اگر کوئی شخص آپ کے رُوبرُو جھکتا یا سجدہ تعظیمی کا ارادہ کرتا تو مارے غصہ کے آپ کی آنکھیں سُرخ ہو جاتیں اور بعض اوقات تو ایسے لوگوں کو اپنی مجلس سے نکال دیتے۔ تعظیم کے لیے اٹھنے کو بھی ناپسند کرتے تھے۔ سامانِ آرائش سے آپ کو طبعاً نفرت تھی۔ ہر کام میں سادگی پسند فرماتے۔ مسجد تُوت والی بنوائی (جو مسجد میاں صاحب والی کے نام سے مشہور ہے)۔ اس کی ایک ایک اینٹ سادگی پر گواہ ہے۔ اپنے مکان سے متصل ایک دومنزلہ مکان بنوایا جو درحقیقت مہمان خانہ ہے۔ اس میں اس قدر سادگی بَرتی ہے جس کی نظیر نہیں ملے گی۔ مشیروں نے اگرچہ سخت اصرار کیا مگر کوئی کھڑکی نہیں رکھی۔

عبادات، اعمال، معاملات، لباس غرضیکہ ہر امر میں نمائش کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی میں سوائے دو معمولی مکانوں کے جن کی مہمانوں کے لیے اشد ضرورت تھی اپنے لیے کچھ نہیں بنایا۔ جو کچھ آیا خُدا کی راہ میں لٹا دیا۔ اگر آپ کو کچھ بھی اندوختنی وجمع کرونی کا خیال ہوتا تو لاکھوں کروڑوں کی جائیداد بنا لیتے۔ جس طرح آپ خود سادگی کو پسند فرماتے تھے۔ اسی طرح آپ یہ بھی چاہتے تھے کہ باقی ساری دنیا بھی سادہ زندگی بسر کرے اور تکلف وتنعم سے پاک رہے۔ یہی وجہ تھی کہ موجودہ انگریزی تمدن و معاشرت کی حد سے زیادہ مخالفت کرتے تھے اور پرانے رسم ورواج اور تمدن قدیم کے سخت حامی وپیروکار تھے۔ انگریزی لباس، جدید مصنوعات اور یورپین فیشن کے سرے سے مخالف تھے۔ فرمایا کرتے: ہم سے تو بنگالی اچھے ہیں جنہوں نے ابھی تک اپنی وضع قطع نہیں بدلی۔ انگریزی قمیضوں، سُرخ رنگ کی ٹوپیوں اور انگریزی جوتوں سے خاص طور پر روکتے تھے۔

لوہے کے کنووں، آٹے کی مشینوں کے بھی مخالف تھے۔ الغرض آپ قدامت پسند اور انگریزی تمدن کی ہر چیز کو بُرا کہتے۔ فرماتے کہ اس تمدن اور معاشرت نے ہم کو تباہ کر دیا ہے۔ اس تمدن کا اثر ہماری ہر رگ اور ریشے میں سرایت کر گیا ہے۔ اس تمدن نے نہ ہم کو دین کا چھوڑا نہ دنیا کا۔ جب سے یہ تمدن ہم پر چھایا ہے۔ ہم پر خیر و برکت کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔ ہماری دعائیں بارگاہِ الٰہی میں تک نہیں پہنچتیں۔ راستے ہی میں رُک جاتی ہیں۔ کیونکہ ہماری دعاؤں کے پَر اور بازو ٹوٹ گئے ہیں۔ آج مسلمان صرف نام ہی کے مسلمان ہیں۔ کلمہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صرف زبانی زبانی ہی پڑھتے ہیں۔ حقیقت میں لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ انگریز رَسُوْلُ اللّٰهِ کا کلمہ ان کے ہر رگ و ریشے میں جاری ہے۔ فرماتے: آج ہم خُدا کی پرستش نہیں کر رہے بلکہ بُتوں والے پیسوں کی پرستش کرتے ہیں۔ فرماتے: چھاپے خانوں کی کثرت نے دینی کتب کی قدر و عظمت کو ہمارے دلوں سے محو کر دیا ہے۔ آپ نے ساری عمر کوئی امتیازی لباس نہیں پہنا۔ آپ کیلیے کوئی مخصوص مسند نہ تھی۔ جہاں عام لوگ بیٹھتے وہیں آپ بیٹھتے۔ بعض نووارد آپ کو پہچان نہیں سکتے تھے اور آپ کی بجائے آپ کے خادموں کو ہی (میاں صاحب) سمجھ بیٹھتے تھے۔ مہمان بیمار ہو جاتے تو اُن کی تیمارداری خود کرتے۔ ان کے پاخانے اپنے ہاتھ سے اٹھاتے۔ دوا پلاتے اور مُٹھی چاپی کرتے۔ اوائل عمر میں آپ تن تنہا اور یکہ تھے۔ کوئی آپ کا آشنا نہ تھا نہ آپ کا شناسا۔ آپ نفس کشی کے لیے کئی کئی روز تک بھوکے رہتے۔ کھانا روکھا سوکھا کھاتے۔ اس شدید مجاہدہ اور ریاضت نے آپ کی صحت پر نہایت ناگوار اثر کیا۔ اسی ابتدائی عمر کے مجاہدہ اور ریاضت کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ آخر عمر میں بالکل صاحبِ فراش ہو گئے۔ بدنی طاقتوں اور جسمانی قویٰ نے جواب دے دیا۔ ابتدائی اور متوسط عمر میں ویسے بھی تنگدست رہتے تھے۔ مگر آخر عمر میں جبکہ ایک دنیا کے قلوب آپ کے زیرِ نگیں ہو گئے تھے۔ آپ کے

فقط لب کی جنبش پر فدا کاران دولت کے انبار نثار کرنے پر تیار تھے۔ آپ نے اپنی ذات کے لیے اس حالت میں کبھی اچھے کھانے استعمال نہیں کیئے بلکہ اگر سالن وغیرہ اچھا ہوتا تو اس میں پانی ملا لیتے تا کہ بے ذائقہ ہو جائے اور نفس کو لذّت حاصل نہ ہو۔ بلند اور پختہ مکانات سے ہمیشہ روکتے اور مذمت بیان کرتے۔ ہندو سکھ اور عیسائی بھی آپ سے ملاقات کے لیے آتے۔ آپ نہایت حُسنِ خلق سے پیش آتے۔ اُن سے بڑی دیر تک توحید اور دیگر مسائل پر گفتگو کرتے۔ آپ کے محلہ میں دو تین ہندو رہتے تھے۔ اُن سے آپ کو حد درجہ کا پیار اور محبت تھی۔ ان کی تالیفِ قلوب میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ ہمیشہ تلقین کرتے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو باہمی آویزشوں اور خانہ جنگیوں سے باز رہنا چاہیئے۔ انگریز تو چاہتے ہیں کہ ہندو اور مسلمان آپس میں لڑیں اور ہماری سلطنت کی بنیادیں اور مضبوط ہو جائیں لیکن ہندوؤں اور مسلمانوں کو چاہیے کہ اس نکتہ کو سمجھیں۔

الغرض آپ نے حُسنِ خلق کا سکہ ایک دنیا کے دِل پر بٹھایا ہے اور اس معاملہ میں کوئی آپ کی نظیر نہیں رکھتا۔ علماء اور گدّی نشین جب آپ سے ملاقات کے لیے آتے تو انہیں تلقین و ہدایت بھی کرتے مگر ساتھ ہی ان کی حد سے زیادہ عزت و توقیر کرتے۔ ان کو رخصت کرتے وقت اُن کی خدمت میں ہدایا پیش کرتے اور مشایعت کے لیے کتنی دُور تک اُن کے ساتھ جاتے۔ بڑے بڑے جلیل القدر علماء ہم زبان ہو کر کہہ دیتے کہ اُن کے قلوب کے علل اور ارواح کی بیماریوں کو اگر شفا نصیب ہوئی تو صرف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں ہوئی ہے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ساری عمر کوئی دربان اور حاجب نہیں رکھا مگر اخیر عمر میں جبکہ آپ کی طبیعت نہایت ناساز رہتی تھی اور ویسے بھی نہایت ضعیف و نحیف ہو گئے تھے۔ آپ نے مولوی دین محمد صاحب فیض پوری کو دربان مقرر کیا۔ مولوی

دین محمد صاحب کے ذمہ یہ کام تھا کہ جو شخص ملاقات کے لیے آئے اُس کی اطلاع میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کر دیں۔ میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اگر کسی کام میں مشغول ہوتے یا بوجہ علالت وضعف آپ کی طبیعت تاب نہ لا سکتی تو انتظاری کے لیے ارشاد فرما دیتے نہیں تو بلا لیتے۔ بعض لوگ میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس عمل پر معترض ہیں لیکن جو لوگ آپ کے حقیقتِ حال سے واقف ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کیا تھا بوجہ انتہائی مجبوری ومعذوری کیا تھا۔ آپ کے اعضائے رئیسہ یہاں تک آپ کو جواب دے چکے تھے کہ خطبہ جمعہ یا وعظ کے بعد جب تک دو تین روز تک کامل سکون وراحت نہ فرماتے۔ آپ کا گفتگو کرنا اور اٹھنا بیٹھنا محال ہو جاتا۔ ان حالات میں اگر کوئی حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرے یا مولوی دین محمد صاحب کی درشتی طبع کی شکایت کرے تو بالکل بیجا ہے"۔

ملفوظات

1۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ وضو میں بات نہ کرتے۔ فرماتے سلام کا جواب بھی وضو کے بعد دینا چاہیے۔

2۔ جوتی کا سرا ہمیشہ قبلہ رُخ رکھتے۔ اگر مسجد میں کسی کا جوتا اس کے برعکس ہوتا تو اپنے دست مبارک سے اس کو درست کر دیتے۔ پگڑی اور لوٹے کی ٹوٹنی بھی قبلہ رُخ رکھتے۔

3۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے اندر رکھتے اور نکلتے وقت بایاں پہلے نکالتے اور دوسروں کو بھی اس امر کی تلقین کرتے۔

4۔ فرماتے ہمسایوں کے حقوق کی نگہداشت رکھو۔ جس شخص سے اس کا ہمسایہ ناراض ہو اس سے اللہ اور رسول ناراض ہیں۔

5۔ کھانا کھاتے وقت دایاں پاؤں زمین پر بچھاتے اور بایاں گھٹنہ کھڑا رکھتے۔ اگر کوئی ایک

ٹانگ دوسرے گھٹنہ پر رکھ کر کھاتا یا طعام میں سنتِ نبویہ ملحوظ نہ رکھتا تو سخت رنج میں آجاتے اور فرماتے کہ اس طرح شداد، ہامان اور فرعون بیٹھ کر کھایا کرتے تھے۔ یہ سب تکبر کی نشانیاں ہیں۔ اسلام ادب اور عجز سکھاتا ہے۔

6۔ فرماتے: لوگوں کو لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه پر پورا پورا یقین نہیں۔ اگر یقین ہو تو سب اعمال درست ہو جائیں۔

زبان سے کہتے ہیں سب لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه!
پر عمل اس پر نہیں ہے معاذ اللّٰه

7۔ اکثر مسلمان افسر اور رسمی پیر منڈھی یا کتری داڑھی والے آپ کے پاس آتے تو حضرت میاں صاحب رحمۃُ اللہ تعالیٰ اُن سے فرماتے: یہ کونسا طریق ہے جو تم نے اختیار کر رکھا ہے؟ کیا تمہارے باپ دادا اور پڑدادا کل سلف صالحین جن میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھی گزرے ہیں ان کا یہی طریقہ تھا۔ بعض اوقات ایسے رُعب اور جلال میں آجاتے کہ سامعین زار زار روتے اور آئندہ کے لیے توبہ کرتے۔ ملک حسن علی صاحب فرماتے ہیں کہ خود اُن کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ بہت سے نئی روشنی کے دِلدادگان نے حضرت میاں صاحب رحمۃُ اللہ تعالیٰ کی صحبت فیض اثر سے اپنی شکلیں سنتِ نبویہ کے مطابق کر لیں۔

8۔ آپ فرماتے: جب تک معاملات درست نہ ہوں گے اُس وقت تک عبادت اور ذکر کسی کام نہ آئے گا۔ معاملات کا درست رکھنا بھی ذکر میں داخل ہے۔

9۔ آپ فرماتے: آج سے بیس برس پہلے لوگوں کا کیا حال تھا؟ لوگوں کی روش اور پوشش سب سادہ تھی۔ نیلے تہمد اور کھدّر کے کُرتے پہنتے تھے۔ بڑوں کا سب ادب کرتے تھے۔ آپس میں ہمدردی تھی۔ نیتوں میں اخلاص تھا۔ لیکن یہ انگریزی راج کا اثر ہے کہ باپ بیٹے کا دشمن ہے۔ عورت خاوند کی دشمن۔ ہمسایہ ہمسائے کا دشمن ہو گیا ہے۔ بُوں والے پیسے

ہمارے دِلوں میں گھر کر گئے ہیں۔ محمد ﷺ کا کلمہ تو ہم برائے نام پڑھتے ہیں۔ ہمارے دِل تو انگریز کے نام کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔

10۔ جمعہ کے خطبہ میں دو زانو بیٹھنے کی سخت تاکید فرماتے۔ جو لوگ دورانِ خطبہ میں بیقراری واضطراب کا اظہار کرتے اور پوری توجہ اور لگاؤ سے نہ سنتے انہیں سخت تنبیہ فرماتے۔ **المومن فی المسجد کالسمک فی الماء المنافق فی المسجد کالطیر فی القفس** یعنی مومن کا دِل مسجد ایسا مطمئن ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی میں اور منافق مسجد کے اندر ایسا تنگ ہوتا ہے جیسے پرندہ پنجرے میں۔

11۔ آپ مسجد میں کھڑے ہوتے وقت سب نمازیوں کے پاؤں کی طرف نظر فرماتے۔ فرماتے: پاؤں کے انگوٹھوں کے سرے قبلہ کی رُخ ہونے چاہئیں اور دونوں کی ایڑیوں اور پنجوں کے پس وپیش کا درمیانی فاصلہ برابر ہونا چاہیے یعنی چار یا چھ انگل ہونا چاہیے۔

12۔ آپ فرماتے: اس دین کی قدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تھی جنہوں نے اس دین کو حاصل کرنے کے لیے قسم قسم کی تکالیف بدنی سہیں۔ بھوک پیاس کے دکھ سہے۔ اپنی جانیں تک اس دین کے حاصل کرنے میں لگا دیں لیکن ہم لوگوں کو کیا قدر۔ ہم تک دین آسانی سے پہنچ گیا۔

13۔ اکثر انگریزی خواں بی۔ اے اور ایم۔ اے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ اُن سے پوچھتے کہ تم نے انگریزی کتنے سال میں پڑھی ہے؟ وہ جواب میں کہتے کہ تیرہ یا چودہ سال۔ فرماتے: بسم اللہ کے معنی تو بتاؤ۔ وہ بوجہ لاعلمی کے لاجواب ہو جاتے۔ فرماتے: کیا یہ مسلمانوں کے بچے ہیں؟ بسم اللہ کے معنی بھی نہیں جانتے۔ انگریزی کو تو بغیر معنوں کے کوئی نہیں پڑھتا۔ لیکن قرآن شریف کو اوّل تو پڑھتے ہی نہیں اور اگر پڑھتے بھی ہیں تو بغیر معنوں کے۔

14۔آپ فرماتے:سنّت کی نگرانی کی سخت ضرورت ہے۔ اس گئے گزرے زمانہ میں جو شخص ایک سُنّت زندہ کرے گا اُسے سو شہید کا ثواب ملے گا۔ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ اب تبلیغ کرنے سے کیا ہو سکتا ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہی اس زمانہ کے متعلق پیش گوئیاں موجود ہیں کہ فسق و فجور بڑھ جائے گا اور اسلام کا صرف نام ہی باقی رہ جائے گا اور یہ پیش گوئیاں پوری ہو کر رہیں گی۔ لیکن انہیں یہ خبر نہیں کہ نہر میں یا کنویں کی آڈ میں جا بجا سوراخ ہو جائیں تو کیا ان سوراخوں کو زمیندار کدال لے کر اور وسیع کرتے ہیں یا اُنہیں بند کرتے ہیں۔

15۔آپ فرماتے: ہم سے تو سکھ ہی اچھے ہیں جنہوں نے اپنے گرو کے کہنے پر عمل کر دکھایا۔

16۔آپ فرماتے: دین اور دُنیا کوئی الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ نماز روزہ اگر لوگوں کو دکھلاوے کے لیے کیا جاوے تو وہ دُنیا ہے اور اگر مویشیوں کی خاطر تواضع محض خدا جلّ جلالہٗ کے واسطے کرے اور دِل میں خیال ہو کہ اللہ کریم نے اُن کو میرا مطیع بنایا ہے۔ مَیں اُن کی تواضع کروں۔ یہ مجھے کام دیتے ہیں تو ان کو پانی پلانا چارہ ڈالنا بھی دین ہے۔

17۔ دیہاتیوں کو عدالتوں میں جانے سے سخت منع فرماتے تھے۔ فرماتے: گاؤں میں پنچائتیں بناؤ جو تمہارے فیصلے کریں۔ جب تک تم اپنے فیصلے شریعت کی رُو سے نہ کرو گے تم ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتے۔ قرآن شریف کی یہ آیت **فَلَاوَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا** (ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔ پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دِلوں میں اس کی رکاوٹ نہ پائیں اور

جی سے مان لیں: (النساء:65) اکثر پڑھ کر سمجھاتے۔

18۔ زمیندار بنکوں کی بھی سخت مخالفت کرتے۔ فرماتے: یہ اس لیے کھولے گئے ہیں کہ جو لوگ سُود لینے دینے سے بچے ہوئے ہیں انہیں بھی بچا نہ رہنے دیا جائے۔

19۔ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس چار افسر ملاقات کے لیے آئے۔ اُن کے ہمراہ ایک خدمت گار تھا۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بالا خانہ میں تشریف فرما تھے۔ اجازت حاصل کرنے کے بعد وہ اوپر بالا خانہ چلے گئے۔ بعد ملاقات حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے حسبِ عادت کھانا منگوایا۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے دریافت فرمانے پر انہوں نے کہا ہمارے ہمراہ ایک نوکر بھی ہے۔ اس کو اوپر ساتھ نہیں لائے اور نیچے بٹھلا آئے ہیں۔ اُس کا کھانا بھی نیچے بھیج دیں۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے نخوت و تکبر کے بُت توڑنے کے لیے اور یہ جتلانے کے لیے کہ خُدا کی درگاہ میں آقا و غلام اور خواجہ و بندہ کا کوئی امتیاز نہیں۔ اُس کو اوپر بلایا اور اس کے ساتھ بڑی محبت کی۔ اُن چاروں کو الگ دستر خوان پر بٹھایا اور آپ خود اُس نوکر کے ہمراہ طعام میں شریک ہو گئے۔

20۔ میاں ابراہیم صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: آپ ایک دفعہ ممور تشریف لائے تھے اور بڑی مسجد کے حجرہ میں قیام تھا۔ آپ کسی کام سے تھوڑی دیر کے لیے باہر تشریف لے گئے اور حُجرہ میں یاروں میں باہمی مسئلہ وحدۃ الوجود پر گفتگو ہونے لگی۔ ایک صاحب کہتے تھے کہ وحدۃ الوجود کا مسئلہ خیال میں ہی ہونا چاہیے زبان پر نہ آنا چاہیے۔ دوسرے کہتے کہ سمجھانے کے لیے زبان پر بھی لانا چاہیے۔ یہ گفتگو آپس میں ہو رہی تھی کہ آپ تشریف لے آئے اور فرمایا: کیا ہے؟ عرض کیا گیا۔ تب آپ نے فرمایا: نہ اسے خیال میں رکھنا چاہیے اور نہ اسے اظہار میں لانا چاہیے۔ یہ تو ایک حال ہے۔ جب وارد ہوا اُس

وقت تو حال ہے۔ بعد گزرنے کے اس کا ذکر نہ کرنا چاہیے۔

21۔میاں ابراہیم صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ قصور تشریف لائے اور بڑی مسجد میں حوض کے دوسرے کنارے تمام رات تشریف فرما رہے اور بندہ بھی آپ کے ہمراہ بیٹھا رہا۔ مسجد کی پیشانی کی طرف دیکھتے رہے اور طرح طرح کی کیفیات آپ پر طاری ہوتی رہیں۔ بندہ نے دریافت کیا تو فرمایا: اس مسجد سے مجھے نسبتِ رسالت مآب ﷺ کی خوشبو آرہی ہے۔ حتّٰی کہ صبح ہوگئی۔

22۔فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط کے انیس حرف ہیں اور عذابِ دوزخ کے فرشتے بھی انیس ہیں۔ سو جو بندہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط پڑھتا ہے۔ قیامت کے روز انیس موکلوں کے عذاب سے امن میں رہے گا۔

23۔فرمایا: ''دِن کی ساعتیں بھی چوبیس ہیں سو پانچ ساعتوں کے واسطے پانچ نمازیں مقرر ہیں اور باقی رہیں انیس ساعتیں۔ اُن انیس ساعتوں میں انسان چلتا پھرتا، اٹھتا بیٹھتا، سوتا جاگتا اور کھاتا پیتا ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط ان وقتوں میں پڑھنے کے لیے مقرر کیا ہے تاکہ امتِ محمدیہ کی چوبیس ساعتیں عبادت میں ہی لکھی جائیں۔ پس لازم ہے کہ اس کلمہ پاک کو یعنی بِسْمِ اللّٰه کو ہر وقت زبان پر جاری رکھے اور اگر ہر وقت نہ ہو سکے تو ستر بار ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کریں جس کے باعث اللہ پاک کے عذاب سے محفوظ رہ کر رحمتِ الٰہی میں داخل ہو جائے''۔

24۔فرمایا: ''دنیا دریا ہے۔ آخرت کا کنارہ، کشتی تقویٰ، بغیر اس کے پار ہونا محال ہے۔ آدمی سب مسافر ہیں''۔

25۔فرمایا: ''زندگی کو بہتر نہ جان۔ جب تک کوئی کام تجھ سے بہتر نہ ہو''۔

26۔فرمایا: ''اس دولت کو جمع کر جس کو ساتھ لے جا سکے۔ یہ سب مال متاع جسم کے ہمراہ

رہ جائیں گے''۔

27۔فرمایا:''جس کو طعام سے سیری ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ بھوکا رہتا ہے۔جس کو مال سے تونگری ہوتی ہے وہ ہمیشہ درویش ہے۔جو لوگوں سے حاجت چاہتا ہے محروم رہتا ہے''۔

28۔فرمایا:''جو آدمی جوانی میں خُدا تعالیٰ کے فرمان کو ضائع کرتا ہے۔خُدا وند تعالیٰ بڑھاپے میں اس کو خوار کرتے ہیں''۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ اور خطبے

اگرچہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ تلقین و ارشاد احیائے سُنّت امر بالمعروف ونہی المنکر میں ہی گزرتا۔لیکن جمعہ کے روز اپنی مسجد میں آپ کا پُر تاثیر وعظ ہوتا۔صرف آپ کا وعظ سننے کی خاطر اطراف وجوانب کے دیہاتوں اور دُور دراز کے شہروں سے جمعہ کے رُوز لوگ مسجد میں آتے۔آپ کے وعظ کا رنگ سادہ اور تکلف وتصنع سے خالی ہوتا۔قُرآن وحدیث کا ترجمہ اور بزرگانِ دین کے اقوال اور سیدھی سادی مثالوں پر مشتمل ہوتا تاکہ عالم وجاہل،شہری ودیہاتی برابر مستفید ہوکر راہِ راست پر آجائیں۔عام واعظوں اور مقرروں کی طرح آپ کے وعظ میں کوئی تسلسل اور رابطہ نہ ہوتا تھا اور نہ ہی آپ فصاحت وبلاغت اور کلام کے قواعد کے ماتحت رہ کر وعظ فرماتے۔یہ قواعد وضوابط اور تسلسل وربط صرف،نہی کے لیے مخصوص ہیں جنہوں نے علومِ ظاہری کے مکاتب میں تعلیم پائی ہو۔آپ چونکہ درسگاہِ علمِ لدّنی کے تربیت یافتہ تھے۔اس لیے آپ کے طرزِ بیان اور سلیقہ کلام میں وہی ڈھنگ نظر آتا ہے جو قدرت نے اپنے تمام مظاہر کو عطا فرمایا ہے۔قرآنِ حکیم قدرت کی ایک بہت بڑی نشانی ہے۔اس کے مضامین کی طرف غور کیجئے تو کہیں قیامت کا ذکر ہے۔کہیں جنت ودوزخ کا۔کہیں بشارتیں ہیں اور نذارتیں۔اگر احکام ومعاملات کا بیان ہے تو ساتھ ہی قصص امم ماضی کا۔غرضیکہ یہ ملحوظ نہیں رکھا گیا کہ ایک بیان ختم ہو جائے تو اُس کے بعد دوسرا شروع ہو۔بایںہمہ آپ کا وعظ حکیمانہ انداز کا ہوتا تھا۔آپ چونکہ اپنی قوم کے

صحیح نباض تھے۔ اس لیے توحید و معرفت کے وہی نسخے بتاتے جو قلوب وارواح کی عمل
بیماریوں کے لیے شفا ثابت ہوں۔ آپ عام واعظوں کی طرح قصہ گوئی سے پرہیز کرتے
اور نہ ہی عام علماء کی طرح جزوی اختلافات اور مذہبی تنازعات کے متعلق کچھ بیان کرتے
وعظ سے یہ مقصود ہوتا کہ امتِ عامہ مسلمہ کی اصلاح ہو۔ آج آپ کے انہی مواعظ اور
خطبات کا یہ اثر ہے کہ ایک دنیا کی کایا پلٹ گئی ہے۔ لیکن پھر بھی اشقیاءِ ازلی خدا کی اس
نعمت سے محروم رہ گئے ہیں۔ تبرکاً ذیل میں آپ کے چند وعظ درج کیے جاتے ہیں۔ اُمید
ہے ناظرین کرام ان مواعظ کو آویزہ گوش بنائیں گے اور ان پر عمل پیرا ہو کر حضرت کی
خوشنودیِ روح کے باعث ہوں گے۔ یہ مواعظ من وعن جس طرح حضرت میاں صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ فیض ترجمان سے ارشاد ہوتے رہے درج کیے جاتے ہیں۔ سوائے
ترتیب کے اپنی طرف سے کوئی تصرف نہیں کیا۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مواعظ اور خطب کا لُبِ لباب یہ ہے۔

(۱) قرآن وسُنّت پر عمل ہونا (۲) دنیا سے بے رغبت ہونا (۳) اللہ اور اُس کے رسول ﷺ
سے محبت پیدا کرنا (۴) توحید و اتباعِ سُنّت پر قائم رہنا (۵) شکر و توکل و تقویٰ میں کامل
ہونا (۶) اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو ہر حال میں مقدم رکھنا (۷) اپنے فیصلے شریعت کے
مطابق کرنا اور کچہریوں میں نہ لے جانا (۸) ہر بستی اور گاؤں میں ایک جماعت ہو جو حق کی
تبلیغ کرے اور بُرائی سے روکے (۹) حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنا (۱۰) معاملات میں
خلافِ ارشاد حضرت محمد ﷺ کے کچھ اختیار نہ کرنا (۱۱) حلال کی روزی کھانا، سود خوری، رشوت
خوری اور دوسرے کے حق کھانے سے اجتناب کرنا (۱۲) یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی پیروی
نہ کرنا (۱۳) ملبوسات اور معاشرت میں اپنے بزرگوں کی روش اختیار کرنا۔

وعظ نمبر ا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ وَلَا یَزَالُ حَیًّا قَیُّوْمًا عَالِمًا قَدِیْرًا مُدَبِّرًا سَمِیْعًا بَصِیْرًا ط وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا ط وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الَّذِیْ اُرْسَلَہٗ اِلَی النَّاسِ کَآفَّۃً بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ط صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ط

کر یاد یا اے مردِ خدا　　ہرگز نہ ہو کاہل ذرا　　دائم خدا کو سر جھکا　　ہوشیار ہو ہوشیار ہو

کس سے تیری بنیاد ہے　　کچھ اس سے تمکو یاد ہے　　دنیا بھی برباد ہے　　بیدار ہو بیدار ہو

نطفہ سے تیری زندگی　　نکلا برا و گندگی　　آتی نہیں شرمندگی　　غمخوار ہو غمخوار ہو

حق نے تمہیں پیدا　　پھر اس سے ہی غافل رہا　　آتا نہیں کچھ بھی حیا　　اس جینے سے بیزار ہو

رہو بندگی میں رات دن　　غافل کوتُو زندہ نہ گن　　طاعت کریں سب انس و جن　　طاعت سے مت بیکار ہو

جب تھا شکم مادری　　اندھیرے سے تھی وہ جا بھری　　کھانا غذا ملتی رہی　　اب تجھ کو کیوں انکار ہو

جب ماں سے تو پیدا ہوا　　قوت نہ تھی تجھ میں ذرا　　چلنا بجائے خود رہا　　تجھ سے نہ کچھ گفتار ہو

لطف خدا نے آلیا　　کھانا مہیا کر دیا　　تھا شیر مادر کی غذا　　کر شکر تابعدار ہو

جس چیز کی حاجت ہوئی　　حق نے عطا کر دی وہی　　حافظ رہے وہ ہر گھڑی　　جبکہ نہ کوئی یار ہو

کر یاد سب فضل خدا　　اس نے کیا جو جو عطا　　کر سب حقوق اللہ ادا　　مت بیوفا غدار ہو

تجھ کو خدا نے عقل دی　　بیکاریاں چھوڑو سبھی　　راضی کرو مولیٰ کو بھی　　نیکیوں سے مالا مال ہو

سب امر حق پورے کرو　　تارک فرائض کے نہ ہو　　جو کچھ کہو وہ سچ کہو　　ڈرنا سدا ہی کار ہو

والاں سیاہی نہ رہی　　دل دی سیاہی نہ گئی　　ایسا ہو حق سے بھی　　کچھ دل سے اب بیدار ہو

مجرم و گناہ سے توبہ کر　　اب وقت ہے یہ سر بسر　　بند ہوں گے جب توبہ کے در　　پھر توبہ بھی بیکار ہے

احکام حق تو لا بجا ۔ منکر سے دل کو تو ہٹا ۔ رحمت کرے تجھ پر خدا ۔ جنت میں جا سردار ہو

مت جرم کر جور و جفا ۔ ظالم نہ بن مت دل دکھا ۔ ظالم ہے ملعون خدا ۔ ہرگز نہ خلق آزار ہو

ظالم جو کرتا ہے جور ۔ عرش بریں پڑ ڈالے شور ۔ تدارک میں اُن کے جلد غور ۔ ظالم کی جائی النار ہو

مت زور پر مغرور ہو ۔ ظالم ستم سے دور ہو ۔ بیکس و بے مقدور ہو ۔ مسکین بے مقدار ہو

ذرا اس گھڑی سے ہر گھڑی ۔ مرنے کی جب نوبت پڑی ۔ جانکندنی مشکل بڑی ۔ نالاں رہو خونبار ہو

یاد خدا ہر دم کرو ۔ غفلت میں مت یارو مرو ۔ قہر خدائی سے ڈرو ۔ قہر خدا دشوار ہو

رو تا رہو ڈ سے سدا ۔ رکھ فضل حق پر التجا ۔ حامی نہیں اس کے سوا ۔ روز جزا و یار ہو

دنیا سراسر بے وفا ۔ اس دام میں مت دل پھنسا ۔ ظاہر میں ہے یہ خوشنما ۔ باطن میں بس مردار ہو

محشر میں ہے خوف خطر ۔ اس روز کا ہے سب کو ڈر ۔ شافع ہے خیر البشر ۔ جب ہر کوئی لاچار ہو

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَكُمۡ بَیۡنَكُمۡ بِالۡبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَ تِجَارَةً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡكُمۡ ط وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمۡ رَحِیۡمًا ط (قرآن مجید۔ سورہ نساء)

(ترجمہ از بیاض حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

مسلمانوں نہ کھایا کرو ایک دوسرے کا مال باہم ناجائز طور پر مگر ہاں یہ صورت کہ خرید و فروخت ہو آپس کی رضامندی سے (تو کچھ ہرج نہیں) اور نہ ہلاک کرو اپنے آپ کو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔

مسلمانوں، ناحق (ناروا) ایک دوسرے کے مال خورد برد نہ کیا کرو۔ ہاں آپس کی رضامندی سے خرید و فروخت ہو (تو اس میں کچھ نفع ہو تو ناروا نہیں) اور آپ اپنے تئیں ہلاک نہ کرو (تم سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ) اللہ تمہارے حال پر مہربان ہے۔

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند ۔ کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

چو عضوے بدرد آورد روزگار ۔ دگر عضوہا را نماند قرار

وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ۔ کا مطلب یہ ہے کہ خون نہ کرو یا گناہ کر کے اپنے اوپر کلہاڑی نہ

مارو یا دوسرے کا مال ناجائز طور پر کھا کر دوزخی نہ بنو۔ اپنے آپ کو ہلاک کرنے کا سامان خُود مہیا نہ کرو یا دوسرے بھائی کا مال ناجائز طور پر لے کر اس کو مفلس نہ بناؤ۔ جس سے وہ بیچارہ ہلاک ہو۔ دوسرے مسلمان کی بربادی خُود تمہاری بربادی کی وجہ سے ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ط ۔۔۔کا مطلب یہ ہے کہ اے گروہ ایمان والوں کے نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا درمیان اپنے اس طور پر جو حلال نہ شریعت میں جیسے غصب، سود، جوا، خیانت، چوری یا فاسد معاملوں کے ساتھ جھوٹی قسم یا جھوٹے دعویٰ کر کے جعلی گواہ بنا کر۔ غرضیکہ ایک دوسرے کے مال پر ناحق اپنا تصرف نہ کرو یعنی اپنا ہی نہ بنالو اور چھین سے نہ کھاؤ پیو۔ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ط

مگر یہ کہو کہ تصرف کا سبب سوداگری اور بیع ہے خوشی اور رضامندی سے ہر ایک کی تم میں جو معاملہ کرنے والے ہو اور نہ مارو جانیں اپنی یعنی قرضداروں کو نہ مارو اور قتل کرو۔ اس واسطے کہ سب مسلمان حقیقت میں ایک ہیں۔ اپنی جان کو خُود بخُود اپنے ہی ہاتھ سے نہ مارو یا بُت پرستی وغیرہ ایسے کام نہ کرو جس کے سبب خُود قتل کیے جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے طیب غذا کھانے حکم دیا ہے جو مال حلال ہے اور باطل طور پر کھانے کو قتل کی ممانعت سے پہلے منع فرمایا ہے تاکہ حرام کو نہایت بُرا اور حلال کو بہت بڑا جانا جاوے۔ کثرتِ گناہ کے باعث یا حرام کا مال کھانے کے سبب سے یا نفسانی خواہشوں کی پیروی کرنے سے غضب الٰہی کا باعث نہ ہو۔ اپنی جانوں کو نہ مارو۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ط تحقیق اللہ ہے ساتھ تمہارے اے اُمتِ محمدی ﷺ مہربان جو امر نہی فرماتا ہے وہ کمال مہربانی سے ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر تم نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح جھک جاؤ اور روزہ رکھتے رکھتے تیر کی طرح

دُبلے ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے یہ اعمال قبول نہ کرے گا۔ جب تک حرام سے نہ بچو۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں حرام ہوتا ہے۔ حضرت سہل تشتری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی ایمان کی تہ کو نہیں پہنچتا جب تک اس میں چار خصلتیں نہ ہوں (۱) فرائض کا ادا کرنا مع سنتوں کے (۲) حلال کھانا پرہیز کے ساتھ (۳) ظاہر باطن منع کی گئی چیز سے بچنا (۴) ان باتوں پر موت تک جمارہنا۔ جو آدمی چالیس دن تک مال شبہ کا کھاتا ہے۔ اس کا دل سیاہ ہوجاتا ہے۔ یہی معنے اس آیت کے ہیں۔ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ؁ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شبہ کا ایک درہم واپس پھیر دینا میرے نزدیک سے چھ لاکھ درم تک خیرات کرنے سے بہتر ہے اور کہتے ہیں۔ آدمی ایک لقمہ کھاتا ہے اس سے اس کا دل چمڑے کی طرح بگڑ جاتا ہے۔ پھر کبھی اصلی حالت پر نہیں آتا۔
حضرت سہل تشتری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص مال حرام کھاتا ہے اس کے اعضاء اطاعت کشا ہو جاتے ہیں اور اُس کو خیرات کی اور نیک کام کرنے کی توفیق ہوتی ہے۔
کسی بزرگ نے فرمایا: آدمی جب حلال غذا کا اول لقمہ کھاتا ہے تو اُس کے پہلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ جو حلال کی طلب میں ذلت اٹھاتے ہیں۔ اُس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درخت کے پتے۔ اکابر سلف فرماتے ہیں کہ جب واعظ لوگوں میں وعظ کرتا ہے تو علماء فرماتے ہیں کہ اس میں تین باتیں دیکھو۔ اگر بدعت کا معتقد ہو تو اُس کے پاس نہ بیٹھو کہ وہ شیطان کی زبان سے بولتا ہے۔ اگر بُرا کھانا کھاتا ہو تو خواہشِ نفس سے کلام کرتا ہے اور اگر عقل کا پکا نہ ہو تو اُس کے وعظ سے خرابی زیادہ ہوگی اور اصلاح کم۔ اس کے پاس مت بیٹھو۔

وعظ نمبر ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

اللہ کو اے دل یاد کر　اور جان اپنی شاد کر　ایک پل نہ تُو برباد کر　اے یار تو غافل نہ ہو

کچھ یاد ہے اے دل تجھے　خالق نے بھیجا کس لیے　وعدے جو مولے سے کیے　اے یار تو غافل نہ ہو

کیا کھیلنے آیا ہے تُو　کیا پہننے آیا ہے تُو　یا ٹہلنے آیا ہے تُو　اے یار تو غافل نہ ہو

کیا رزق کھانے کے لیے　یا بحث چلانے کیلئے　یا خوشیاں منانے کیلئے　اے یار تو غافل نہ ہو

کیا بدلگامی کے لیے　یا شادکامی کے لیے　یا خوش خرامی کے لیے　اے یار تو غافل نہ ہو

کیوں ہے گناہ میں مبتلا　حق سے نہیں ڈرتا ذرا　کچھ چاہیے تجھ کو حیا　اے یار تو غافل نہ ہو

دنیا میں آ کر پھس گیا　گھر کا رہا نہ گھاٹ کا　پھر عاقبت کا ذکر کیا　اے یار تو غافل نہ ہو

کچھ موت کا بھی دھیان ہے　ننھی سی تیری جان ہے　غفلت کا یہ ارمان ہے　اے یار تو غافل نہ ہو

غافل دلا غافل دلا　کیوں سو رہا کیوں سو رہا　کیوں وقت پیارا کھو دیا　اے یار تو غافل نہ ہو

تیرے عمل میں جس قدر　چھوٹے بڑے سب خیر شر　اللہ کو ہے سب کی خبر　اے یار تو غافل نہ ہو

مجرم نہ غافل چاہیے　ملزم نہ غافل چاہیے　ظالم نہ غافل چاہیے　اے یار تو غافل نہ ہو

بخشش کا وعدہ ہے اسے　توبہ گناہ سے جو کرے　حضرت نبی فرما چکے　اے یار تو غافل نہ ہو

توبہ بڑی اکسیر ہے　خواہ کس قدر تقصیر ہے　یہ عفو کی تدبیر ہے　اے یار تو غافل نہ ہو

غفلت نہ کر غفلت نہ کر　کیوں سو رہا ہے بے خبر　اللہ سے ہر دم دل میں ڈر　اے یار تو غافل نہ ہو

تھا کام تیرا بندگی　کیوں کر رہا ہے زندگی　از بسکہ ہے شرمندگی　اے یار تو غافل نہ ہو

اللہ اور ماں باپ کا　کر شکر تُو دل سے ادا　تابع رہیں ہر دم سدا　اے یار تو غافل نہ ہو

کر شکر تُو مومن ہوا　اور کفر سے تُو بچ رہا　کلمہ تیری قسمت ہوا　اے یار تو غافل نہ ہو

کلمہ سے یہ مقصود ہے　اللہ ہی تو معبود ہے　دائم وہی موجود ہے　اے یار تو غافل نہ ہو

حضرت محمد مصطفےٰ　سردار جملہ انبیاء　بھیجے خدا نے برملا　اے یار تو غافل نہ ہو

صلوٰات اُن کی ذات پر　اوس ذات بابرکات پر　اوس صاحب آیات پر　اے یار تو غافل نہ ہو

معراج مان اوس شاہ کا　کیا نور ہے اوس ماہ کا　اخلاق واہ صلِّ علےٰ　اے یار تو غافل نہ ہو

پانچوں نمازیں کر ادا　ہر وقت باصدق وصفا　اللہ کی ہے اس میں رضا　اے یار تو غافل نہ ہو

رمضان کے روزے رکھ سدا　کر شوق سے اُن کو ادا　رتبہ بڑا نزد خدا　اے یار تو غافل نہ ہو

اللہ گر دے تجھ کو مال　گذرے نصاب پہ ایک سال　دیجو زکوٰۃ اے خوشخصال　اے یار تو غافل نہ ہو

چاندی ہوا گر تیرے پاس　اس نصاب کا کر قیاس　تولے اڑھائی اور پچاس　اے یار تو غافل نہ ہو

ہو زر سے ماشے زرا گر　اور اس پر گذرے سال بھر　دیجو زکوٰۃ اے خوش سیر　اے یار تو غافل نہ ہو

جب خرچ ہووے راہ کا — کر حج بیت اللہ کا — سامان ہے عفو گناہ کا — اَے یار تو غافل نہ ہو
ہیں خرچ تیرے سینکڑوں — حاجات دنیا جبکہ ہوں — کامل رہے پھر حج سے کیوں — اَے یار تو غافل نہ ہو
ہیں جتنے بندے بیگماں — سب مرنے والے ہیں یہاں — تجھ کو نہی رہنا ہے کہاں — اَے یار تو غافل نہ ہو
چھوٹے بڑے ہیں چل رہے — اچھے بُرے بھی چل رہے — چنگے بھلے ہیں چل رہے — اَے یار تو غافل نہ ہو
باری تیری بھی آئے گی — تجھ کو بھی لے کر جائیگی — حسرت تجھے رہ جائے گی — اَے یار تو غافل نہ ہو
ہے منتظر تیری گھڑی — بے خبر جب موت آپڑی — تجھ کو پڑے مشکل بڑی — اَے یار تو غافل نہ ہو
پھر قبر میں جانا تجھے — پھر حشر میں آنا تجھے — اللہ کرے دانا تجھے — اَے یار تو غافل نہ ہو
مال حرام نہ کھایو — تن من زنا سے بچایو — سُنّت کی راہ پر جایو — اَے یار تو غافل نہ ہو
کھوٹے کھرے سے رولیو — اور تول پورا تولیو — ہر قول سچا بولیو — اَے یار تو غافل نہ ہو
ہم کو شرف ہے خیر کا — اللہ کی جانب سے ملا — پھر کیوں بدی میں مبتلا — اَے یار تو غافل نہ ہو
دنیا کی اُلفت چھوڑ دے — اور اس کی رغبت توڑ لے — اللہ سے دل کو جوڑ لے — اَے یار تو غافل نہ ہو
آخر یہاں سے جائے گا — ہرگز نہ واپس آئے گا — بدلہ عمل کا پائے گا — اَے یار تو غافل نہ ہو
جنت ہے نیکوں کی جزا — دوزخ بدوں کی ہے سزا — فرمان خالق کا ہوا — اَے یار تو غافل نہ ہو
جنت ہے اِک اعلیٰ مکاں — اللہ وہاں ہے میزباں — دیدار ربی ہو وہاں — اَے یار تو غافل نہ ہو
کیا خوب ہے باغ جناں — راہِ حقیقی کا مکاں
اللہ ہو راضی وہاں — اے یار تو غافل نہ ہو

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ لا اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ج

ترجمہ: جس دن نہ نفع دے گا مال نہ بیٹے۔ مگر جو کوئی لادے اللہ تعالیٰ کے پاس دل سلامت۔ قلب سلیم وہی ہے جو خالی ہو غیر خداوند کریم سے اور جس میں سوائے محبت اللہ کریم کے اور کچھ نہ ہو۔

یا وہ ہے جس میں نہ دنیا کی آفتیں سمائیں نہ عقبےٰ کی طمعیں آئیں یا وہ دل جو دل بدعت سے خالی سنت پر مطمئن ہو۔

سیّد الطائفہ قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ سلیم سانپ کے ڈسے ہوئے کی طرح بیقرار تو معنی یہ ہوئے کہ دل سلیم وہ ہے جو ہمیشہ مقام بے صبری اور عاجزی اور زاری میں ہے۔ خوف خدا کے یا شوق وصال کے سبب سے۔

دنیا میں کوئی شے نہیں۔۔۔۔سیماب کی مانند،
پروہ بھی نہیں ہے دل بے تاب کی مانند!

بعضوں نے کہا ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی میں اخلاص دل کی سلامتی ہے۔ایک قول یہ ہے کہ دل سلیم وہ ہے جو محبت دنیا سے خالی ہے۔ بعضوں نے کہا کہ جس دل میں حسد اور خیانت نہ ہو۔ بعض اہلبیت اور ازواج مطہرات اور اصحاب پیغمبر ﷺ سے منقول ہے کہ قلب سلیم وہ ہے جو خالی ہو غیر خداوند کریم سے یا جو دل بدعت سے خالی ہو اور سنت پر مطمئن ہو

زشوق وصل می نالم کہ تا دستم دہد روزے
زبیم ہجر مے گریم کہ ناگہ در کمیں باشد

وعظ نمبر ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قائم خدا دائم خدا ذاتِ معلّےٰ کبریا ہے اک بشر کہہ کر شنا ہو کر فنا جاتے رہے
آدم کنوں جنتی نسل پیدا ہوئے جوڑے جمل جب آ پڑی اُن پر اجل ہو کر جدا جاتے رہے
عالم بھی مہماں سراء ٹھہرا نہ کوئی ایس جا فانی قضا ہو کر فنا آدم ہوا جاتے رہے
کر غور میری بات پر ضائع نہ اہ اوقات کر حاصل قُرب درجات کر کئی لاکھ ہا جاتے رہے
جن کو ملا ایسا حُسن نازک بدن چوں گلچمن آخر پڑا گل میں کفن ہو کر وداع جاتے رہے
دیکھو خلیل اللہ نبی جن کو عطا ذوقِ ربی فرزند کے گل پر چُھری مولےٰ منا جاتے رہے
پائی ایذا تکلیف ہر قائم رہے توحید پر چھوڑا نہ اُس مولےٰ کا در خُوش بر رضا جاتے رہے
مانا جسے رب عالمین ان کو کہو صد آفریں ہو کر جو اصحابِ یمین محنت اٹھا جاتے رہے
یعقوب محبوب جلیل ہر حال میں صابر جمیل توحید حق بے قال و قیل سب کو سکھا جاتے رہے

حضرت گئے یُوسف کدھر جن پر تھا دیوانہ مصر سیمیں بدن چندر بدن دار البقا جاتے رہے

موسیٰ نبی کی بات کر جن کو عمل توریت پر کوہ طور پر ملاقات کر لے کر لقا جاتے رہے

جاتا رہا نُوح نبی جن کی نسل عالم سبھی مانا جسے امر ربی وہ شان پا جاتے رہے

قائم خُدا دائم خُدا ذاتِ معلّٰے کبریا ہے اِک بشر کہہ کر ثنا ہو کر فنا جاتے رہے

جب ذات پر ہوتی عطا کنعان یوں مارا گیا مانا نہ تھا حکم خُدا دوزخ پڑا جاتے رہے

اے بے فکر سامان کر سر پر کھڑا اغالب سفر رہنا ہے تُو نے کس قدر جب مصطفٰے جاتے رہے

تھا شانِ حُسنِ لولاک کا دوست معلّٰے پاک کا کر سیر فرش وافلاک کا وہ پیشوا جاتے رہے

احمد شفیع المذنبین ختم النبی المرسلین صاحب جمیع المومنین نُور الہُدٰی جاتے رہے

مختار ما ساقی حشر سردارِ ما خیر البشر ہادی ہُدٰی عالی قدر ظلِ عطا جاتے رہے

مطلوب ربُّ العٰلمین محبوب خیرُ الغافرین حامی شفیع المُسلمین خیرُ الورٰی جاتے رہے

آلِ نبی صاحب کرم جن سے خُدا کو ہے شرم جب امر پہنچا لاجرم سر پر منا جاتے رہے

اولاد سب حضرت نبی رُوبرُو وہی جاتی رہی پھر اور ٹھہرے کونسی جب با صفا جاتے رہے

پھرتا ہے کیوں تُو بے صبر اصلی امر سے بے خبر نُورِ چشم خیرُ البشر خیرُ النساء جاتے رہے

حسنین مُحسن ماہ بدر صدیق اکبر ذی قدر عثمان ولی پیر عمر شیرِ خُدا جاتے رہے

لاکھوں قطب لاکھوں ولی سب کا گذر اِ تو گلی جاتا ہے سب خلقت چلی جب اصفیا جاتے رہے

صاحب علم صاحب حلم صاحب عقل صاحب شرم گھر سے نہ نکلیں ایک دم وہ کربلا جاتے رہے

رخسار خوش گفتار خوش دستار خوش رفتار خوش کر سیر دربار خوش ماتی سا جاتے رہے

شیریں سخن نازک بدن چہرہ چمن پیارا سجن شیریں زباں شیریں سخن سب سُن سنا جاتے رہے

جن کو یہاں آنا پڑا اُن کو وہاں جانا پڑا تلخی مزہ کھانا پڑا بے چُون چرا جاتے رہے

اس پلنگ پر کئی سو گئے کئی ہو گئے کئی ہو گئے آخر بحسرت رو گئے دِل غم لگا جاتے رہے

کئے یار یاروں سے جُدا مرتے تھے دیکھے ہن سوا کر الوداع وقت فنا سب دِل رُبا جاتے رہے

کئی لاکھ زُلفاں کالیاں سب خاک اندر ڈالیاں چشماں عجب متوالیاں جلوہ دکھا جاتے رہے

کر یاد حق با دل صفا فانی ہیں سب ارض وسما سرور نبی جو رہنما ظاہر بتا جاتے رہے

کب تک قلم لے کر بہوں کس کو لکھوں کس کو پڑھوں کس کس کی حالت میں کہوں بے انتہا جاتے رہے

حق مان کر پھر لا بجا لائق نہیں چون وچرا شیطان کیوں ملعون ہوا حکم سنا جاتے رہے

افسوس ہے اس بات پر اب تک نہیں تجھ کو خبر اُٹھ جاگ جلدی ہوش کر دوست بھرا جاتے رہے

کر یادِ حق رحمان کی جس دی شکل انسان کی چھڈ پیروی شیطان کی رہبر سنا جاتے رہے

آیا نہیں احمد نبی کھول آنکھیں تُو کدی کر پیشوا کی پیروی جو کچھ بتا جاتے رہے

مشکل میں رب کو یاد کر یُونس مثل فریاد کر

مانا اُسے دلشاد کر تکلیف اُٹھا جاتے رہے

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ اَفْوَاجًا ط

جس دن صُور پھونکا جائے گا پس تُم آ موجود ہوگے گروہ گروہ۔

جس دن پھونکا جائے صُور پھر آ ؤ گے تم سب غول غول اور فوج فوج ہو کر۔

ان کا ذکر بہت آیتوں اور حدیثوں میں آتا ہے۔ بعض صحیح حدیثوں میں نشان اور علامت ہر فوج کی بیان فرمائی ہے۔

ایک روز صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے اُن فوجوں کا حال جو اس آیت میں مذکور ہے پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وُہ گنہگاروں کے دس فرقے ہیں۔ (۱) ایک فرقہ بندروں کی شکل کا ہوگا۔ وُہ چغلخور رہوں گے (۲) حرام خور رشوت خور ہوگا (۳) سود خور کمال ذلت اور خواری سے سر کے بل میدان حشر میں گھسیٹا جائے گا (۴) جھوٹا فتویٰ دینے والوں کا اندھا خوار ہوگا (۵) عابدوں، مغروروں، ریا کاروں کا بہرہ گونگا اور ذلیل ہوگا (۶) فرقہ علماء ومشائخ بے عمل کا زبانیں اُن کی سینہ پر پڑی ہوں گی اور پیپ لہو ایسا ہوگا۔ اُن کی بدبُو سے تمام اہلِ محشر نفرت کریں گے (۷) جو جانوروں کو بلا سبب ایذا دیتے تھے وُہ ہاتھ پاؤں کٹے خور ذلیل ہوں گے (۸) آگ کی سُولی پر شدّت کے عذاب میں گرفتار وُہ ہوگا جو غریبوں کو حاکم سے خراب وبرباد کرنے والا ہوگا (۹) بندۂ حرص وہوا تابع نفس کہ حق کے راستہ میں نہ دیتے تھے اور بے جا خرچ کرتے تھے (۱۰) تکبر ونخوست والے کہ ہر کام

میں خود آرائی کرتے تھے۔

نیک بندے چودھویں رات کی طرح چمکتے ہوں گے اور بعض ستاروں کی طر[ح]

جو کوئی تخم درخت ایمان کو کینہ وغیرہ سب بُری عادات وانات سے بچاوے لب مرگ [تک]
پھر اُمید رکھے تو اُس کو امید کہتے ہیں۔

اور جو سب کام خلاف کرے اور امید رحمت کی رکھے تو یہ حماقت ہے۔ اکثر کو [یہ]
معلوم نہیں۔

ارشاد نبی کریم ﷺ ہے "احمق وہ شخص ہے جو چاہے کرے۔ پھر رحمت خداوند[ی]
کی اُمید رکھے"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دانا وہی ہے جس نے تابعدار کیا اپنے نفس
کو اور عمل کیا موت سے پیچھے کے لیے اور جو شخص موت کو بہت یاد کرے گا وہ خواہی نخوا[ہی]
اس کا توشہ تیار کرتا رہے گا۔ صبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ پالے گا اور جو موت
کو بھلاتا ہے اس کی ساری ہمت دنیا ہوتی ہے اور زادِ آخرت کرنے میں غافل تو قبر کو دوز[خ]
کی غاروں میں سے ایک غار پائے گا"۔

اس سبب سے موت کے یاد کرنے میں بڑی فضیلت ہے۔ رسول کریم ﷺ نے
فرمایا: "لذتوں کو توڑنے والی یعنی موت کو یاد کرو"۔ فرمایا: "اگر چرند موت کو جانتے۔ جس
طرح تم جانتے ہو تو فربہ گوشت بشر کے کھانے میں نہ آتا"۔

ایک عورت نے اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے
اپنی سخت دِلی کا حال بیان کیا۔ فرمایا کہ موت کو بہت یاد کیا کرو۔ نرم دِل ہو جاؤ گے۔ اُس
نے ایسا ہی کیا۔ چند ہی روز میں سختی اُس کے دِل کی دُور ہوگئی۔ پھر وہ آپ کی شکر
گزار ہوئی۔

فرمایا رسولِ کریم ﷺ نے موت خلق کی نصیحت کو کافی ہے۔

رسولِ کریم ﷺ نے خطبہ میں فرمایا: "سچ کہو کیا یہ موت ہمارے لیے نہیں؟ یہ
جنازے جو لوگ لے جاتے ہیں۔ سچ بتاؤ کہ کیا یہ لوگ مسافر ہیں؟ جو پھر آئیں گے۔

ہیں خاک میں ملاتے ہیں اور اُن کی میراث کھاتے ہیں اور اپنے حال سے غافل۔
موت کو نہ یاد کرنا۔ امید کی درازی کی وجہ ہے اور یہی سبب فسادوں کی جڑ ہے"۔ رسول
کریم ﷺ نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ جب تُو صبح کو اٹھا کرے تو اپنے جی میں یہ
سمجھا کرو کہ مَیں شام تک زندہ رہوں گا اور شام کو اپنے جی میں یہ خیال نہ کر کہ صبح تک زندہ
رہوں گا اور فرمایا: "مَیں کسی چیز سے تُم پر اتنا خائف نہیں ہوں جتنا دو خصلتوں سے۔ ایک
خواہش کی پیروی کرنے سے دوسرے بہت جینے کی اُمید رکھنے سے"۔ فرمایا نبی کریم ﷺ
نے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو:۔ (۱) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے
(۲) تندرستی کو بیماری سے پہلے (۳) تونگری کو محتاجی سے پہلے (۴) فراغت کو اشغال
سے پہلے (۵) زندگی کو موت سے پہلے۔

فرمایا نبی کریم ﷺ نے دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے سبب اکثر خلق کا نقصان
ہوتا ہے۔ ایک تندرستی۔ دوسرے فراغت۔ رسولِ کریم ﷺ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین سے جب غفلت کا نشان ملاحظہ فرماتے تو آپ ان میں ندا کرتے اور فرماتے کہ
موت آگئی اور لے آئی سعادت یا شقاوت، حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ہر روز صبح کو
منادی ندا کرتا۔ کُوچ ہے کُوچ۔ حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخیر عمر میں بڑی
محنت کرتے۔ لوگوں نے کہا اگر آپ نرمی کریں تو کیا ہو۔ فرمایا: "یہ میری عمر کا اخیر ہے۔
چونکہ موت قریب ہے تو محنت و ریاضت سے کچھ باقی نہ رہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام
نے ملک الموت سے کہا کہ تم لوگوں میں عدل نہیں۔ کسی کی جان جھٹ پٹ نکال لیتے
ہو اور جلد لے جاتے ہو اور کسی کی دیر سے نکالتے ہو کہ وُہ بڑا تڑپتا ہے"۔ انہوں نے کہا میرا
اختیار نہیں۔ ایک ایک صحیفہ ملتا ہے۔ جیسا حکم ہوتا ہے ویسا بجالاتا ہوں۔

حکایت:۔ ایک دِن ایک بادشاہ نے سوار ہونا چاہا تو پوشاک بدلنے کے لیے
منگوائی۔ بہت سے جوڑے حاضر کیے۔ کوئی پسند نہ آیا۔ پھر ایک جوڑا جو سب سے اعلیٰ

تھا پسند آیا۔ پھر کئی گھوڑے سواری کے لیے آئے وہ بھی پسند نہ آئے۔ پھر سب سے پر سوار ہوا اور ایک لشکر عظیم کے ساتھ باہر نکلا۔ مارے تکبر اور غرور کے کسی کی طرف دیکھتا نہ تھا۔ بس ملک الموت ایک فقیر کی صورت میں میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے نمودار ہوا آ کر سلام کیا۔ اُس نے جواب بھی نہ دیا۔ ملک الموت نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اُس نے کہا ہٹ۔ ملک الموت نے کہا مجھے تجھ سے اے بادشاہ کچھ کہنا ہے۔ کہا ٹھہر۔ جب مَیں گھوڑے سے اُتروں تو کہو۔ کہا نہیں ابھی کہوں گا۔ بادشاہ نے کہا اچھا کہو۔ اُس نے کان میں کہا "مَیں ملک الموت ہوں ابھی روح قبض کروں گا"۔ پس سنتے ہی رنگ فق ہو گیا بول نہ سکا۔ پھر کہنے لگا اتنی مہلت دے جو گھر جا کر سب کو رخصت کروں۔ کہا نہیں اسی وقت جان قبض کی تو وہ گھوڑے سے گر گیا۔

پھر ملک الموت نے ایک مومن سے کہا: "مجھے تم سے کچھ کہنا ہے"۔ کہا فرمایئے۔ کہا مَیں ملک الموت ہوں۔ اُس نے کہا مرحبا۔ آپ خُوب آئے ہیں۔ مدّت سے منتظر ہوں۔ تجھ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں۔ لو جان نکالو۔ کہا اگر حاجت ہے تو فارغ ہو لو۔ کہا اس سے زیادہ کوئی حاجت نہیں جو مَیں مالک کو دیکھوں۔ ملک الموت نے کہا جس حال میں تُو چاہے مَیں تیری جان نکالوں۔ کہا پھر تُو ٹھہر جا۔ مَیں وضو کر لوں۔ نماز پڑھ لوں۔ تو سجدے میں جان نکال لینا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: "جس وقت مردہ کو قبر میں رکھتے ہیں تو قبر کہتی ہے اے ابنِ آدم تُو کس بات پر مجھے بھولا ہوا تھا"۔ بس مردہ نیک ہو تو کوئی اسی طرف سے جواب دیتا ہے۔ یہ نیکی کرتا تھا۔ کہتا تھا نیک کام کرو۔ بُرائی سے منع کرتا تھا۔ تو قبر کہتی ہے۔ مَیں اس کے واسطے باغ بن جاؤں گی۔ پھر اس کا بدن نُور ہو جاتا ہے اور اُس کی رُوح آسمان کو چلی جاتی ہے ورنہ برعکس۔

وعظ نمبر ۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

کس پر ہوئے مغرور ہم　سب کام میں ہے نور ہم　آخر ہونا رنجور ہم　نہیں موت سے کچھ دُور ہم

جینا یہی دن چار ہے　کیوں غافلا بیکار ہے　دُنیا نہ ہونا یار ہے　نہیں موت سے کچھ دُور ہم

بیدار ہوائے غافلا　بجتا نقارا کوچ کا　ہر آدم یہی آوے ندا　نہیں موت سے کچھ دُور ہم

آخر وہ ہے تیرا مکاں　آدم گئے حوا جہاں　ہے خاک میں کیتا مکاں　نہیں موت سے کچھ دُور ہم

نوح وشعیب عالی پناہ　دارا سکندر بادشاہ　سبھ چھوڑ جگ ہوئے فناہ　نہیں موت سے کچھ دُور ہم

تخت سلیمان نہیں رہا　چلتا جو تھا اوپر ہوا　چھوڑا یہ عالم بے بقا　نہیں موت سے کچھ دُور ہم

موسیٰ کلیم اللہ جو تھا　حضرت محمد مصطفےٰ　آخر قبر ڈیرا کیا　نہیں موت سے کچھ دُور ہم

اے غافلا ہوشیار ہو　اس خواب سے بیدار ہو　غفلت سے اب بیدار ہو　نہیں موت سے کچھ دُور ہم

سامان کر کچھ موت کا　کر خوف دِل میں فوت کا　رکھ دلمیں ڈر اس صوت کا　نہیں موت سے کچھ دُور ہم

وقت اجل سر پر کھڑا جس دم حکم دے گا خدا ماں باپ سے کر دے جُدا نہیں موت سے کچھ دُور ہم

اس موت کا سامان کر مرنے سے آگے ہی تو مر کچھ جوڑ لے توشہ قبر نہیں موت سے کچھ دُور ہم

جس دم فرشتہ موت کا تیرے سرہانے آ کھڑا اس دم کھلیں آنکھیں ذرا نہیں موت سے کچھ دُور ہم

روئیں گے خویش و اقرباء بیٹا بیوی بھینا بھرا ہر اک کرے آہ و بکا نہیں موت سے کچھ دُور ہم

بعد غسل دے کر کفن روویں گے تجھکو مرد و زن سب ہائے ہائے و کرن نہیں موت سے کچھ دُور ہم

منجے کو تیرے خویش سب قبروں میں لیجاویں گے جب ڈونگھا ٹویا کر کے عجب نہیں موت سے کچھ دُور ہم

دیں گے تجھے اس کر بند منہ اُس قبر کا میں لٹا ڈالیں مٹی انبار ہا نہیں موت سے کچھ دُور ہم

اُس دم بھی بھیناں بھرا کل یار جانی آشنا بیٹا بیوی ہوں گے جُدا نہیں موت سے کچھ دُور ہم

یاروا اندھیری غار ہے وہ سخت دھندو کار ہے اس جا نہ کوئی یار ہے نہیں موت سے کچھ دُور ہم

دابے گی جب تجھ کو قبر ہوگی تجھے اس دم خبر بھولیں گے یہ سب کر و فر نہیں موت سے کچھ دُور ہم

یہ لاڈلی تیری شکل ہوگی تباہ مانئی مثل چھوڑیں نہ کیڑے ایک پل نہیں موت سے کچھ دُور ہم

خاموش ہوا ہے بے ریا کر طلب مولیٰ کی رضا

ہر دم چلو راہِ ہدیٰ نہیں موت سے کچھ دُور ہم

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ط

ہر جاندار کو ایک نہ ایک دن موت کا مزا چکھنا ہے۔ پھر تم سب کو ہمارے پاس لوٹ آنا ہے اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ اللہ کریم تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "اے میرے حبیب ﷺ آپ فرمادیں۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے"۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے میرے دونوں مونڈھوں کو پکڑا۔ پھر حدیث بیان فرمائی کہ دنیا میں مسافر کی طرح رہو یا جیسے راہ چلتا مسافر سفر میں زیادہ ٹھہرا نہیں کرتا۔ ہر دم وطن کو یاد کر کے زادِ راہ کی فکر میں رہتا ہے۔ اسی طرح ہر مسلمان کو لازم ہے کہ دنیا کو سرائے جان کر بیہودہ حرص و ہَوا کو گنوا کر اصلی وطن کا سامان کرے۔ موت کو یاد رکھے۔ آئی کہ آئی۔

فرمایا رسولِ اکرم ﷺ نے ایسا کوئی گھر نہیں جس میں موت کا فرشتہ دِن میں پانچ وقت نہ آتا ہو۔ جس کی باری موت کی آتی ہے اُس کی روح قبض کرتا ہے تو اُس کے گھر والے روتے ہیں۔ فریاد کرتے ہیں تو موت کا فرشتہ کہتا ہے افسوس تمہارے رونے پر۔ مَیں نے تمہارا رزق نہیں کم کیا۔ کسی کو اُس کے عوض نہیں مارا اور بغیر حکم خُداوند کریم یہاں نہیں آیا۔ یاد رکھو مَیں پھر آؤں گا۔ پھر آؤں گا۔ پھر آؤں گا۔ پھر آؤں گا۔ یہاں تک کہ کسی کو نہ چھوڑوں گا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جب صبح ہو تو شام کا منتظر نہ رہو۔ شام ہو تو صبح کی آرزو مت رکھ۔ صحت کو غنیمت جان۔ سامان آخرت کی نیت سے سب کام کر۔ موت کو یاد کرنے کی بابت بہت حدیثیں وارد ہیں۔ کیا کیا لکھوں۔ یار آشنا جو مر چکے ہیں اُن کو ایک ایک کر کے یاد کر۔ عبرت پکڑ۔ مٹی میں ان کی صورت کا کیا حال ہے۔ قبر میں کس طرح پڑے ہیں۔ کس طرح اپنی بیویاں اور یتیم بچے چھوڑ کر مر گئے۔ مال

ومتاع اُن کا کِن کے کام آیا اور کس طرح جیتے جی تیری طرح چکر مارتے پھرتے تھے کیسے ہنستے اور کیسی باتیں کرتے تھے اور ایسی تدبیریں کرتے تھے کہ بیس برس تک اُن کی حاجت پڑے۔ حالانکہ موت سر پر قریب کھڑی تھی۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا پَل کی خبر نہیں

انسان اپنے گناہ کے سبب ڈرتا ہے اور موت سے بھاگتا ہے۔ گویا موت آوے ہی نہیں۔ مرنے کے بعد کیا کیا سزا ملے گی۔ اس سے غافل۔ اے انسان سمجھ لے۔ خداوند کریم توبہ قبول کرتے ہیں۔ عاجز ہو کر توبہ کرے پھر اُس کام کو نہ کرے اور ہر دم نادم و پشیمان شرمندہ اپنے آپ کو کرے اور کہے تیرے سوا میرا کون یا اللہ کریم۔

حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ تین قسم کے آدمی کے حال سے تعجب آتا ہے:۔

(۱) دنیا کی محبت میں رات دن مفتون و دیوانہ پھرتا ہے۔ دین کے کام بھول جاتا ہے۔ جانتا بھی ہے کہ مرنا ہے۔

(۲) جو ایسا غافل ہوا کچھ سوچتا نہیں جو خیال آیا وُہ کر دکھلایا۔ ہر طرح کے بیہودہ کام کرتا ہے۔ حالانکہ کراماً کاتبین کاندھوں پر معیّن ہے۔

(۳) وُہ جو ہمیشہ بے غم و فکر رہتا ہے۔ نہ دنیا کی فکر نہ آخرت کی فکر۔ حیوان کی طرح کھاتا پیتا ہے۔ ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ بہت بیزار ہے۔

بے شک اس شخص نے فلاح پائی جو مسلمان ہوا اور اُس کے گزران کا رزق دیا گیا اور اُس پر قناعت کی۔ شکر گزار رہا۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى.

جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہش سے باز رکھا۔ پس بے شک جنّت ہی ہے اس کا ٹکانا۔

یہ آیت شریف اس بندہ کے حق میں ہے جو اکیلی جگہ کسی گناہ کے کام کا قصد کرے۔ کوئی منع کرنے والا نہ ہو۔ کسی کا ڈر خطرہ نہ ہو تو اُس وقت اللہ تعالیٰ سے ڈر کر گناہ کو چھوڑ دے (یعنی باز رہے)

نفس کی خواہشوں سے باز رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ جو خواہشات کے خلاف خداوند کریم و رسول اکرم ﷺ نفس میں پیدا ہوں انہیں دور کرے۔ نہ یہ کہ کل لذات سے بالکل کنارہ کش ہو۔ راہبانی اسلام میں نہیں۔ نوح علیہ السلام کی قوم کو گناہوں ہی نے غرق کیا۔ قوم عاد پر ہَوا کا تسلط معصیت کے باعث ہوا۔ ثمود کا چیخ سے ہلاک ہونا اسی گنہگاری سے ہوا۔ قوم لُوط علیہ السلام کی بستیوں کا اُلٹایا جانا اور اوپر سے پتھر برسایا جانا شامتِ اعمال سے ہی تھا۔ فرعون کا غرق اسی گناہ کی بدولت ہوا۔ قارُون کا زمین میں دھنس جانا گناہ ہی کا سبب تھا۔ بنی اسرائیل پر دشمنوں کا غلبہ پانا اور اُن کو ہمیشہ کی ذلت نصیب ہونا۔ بعض کا ان میں سُور بندر بنایا جانا انہیں گناہ کے باعث ہوا۔ مسلمانوں آدھا دین عبادت ہے اور آدھا اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا اور کوئی شخص عبادت سے غفلت نہیں کرتا مگر نفس و شیطان کے ورغلانے کے سبب سے گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ (سورہ عنکبوت)

(ترجمہ) اور نہیں دنیا کی موجودگی مگر ایک قسم کا کھیل یا تماشہ اور بے شک آخرت کا گھر ہمیشہ زندہ رہنے کی جگہ ہے اگر ہو تم جاننے والے۔

حضرت امیر المومنین اسدُ اللہ الغالب علی کرمُ اللہ وجہٗ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کی۔ مَیں نے ایک مکان خریدا ہے۔ آپ اس کا بیعنامہ تحریر کر دیجئے۔ فرمایا بیعنامہ کا مسودہ سُن لو پھر قبالہ لکھوا لینا۔

"ایک مکان دھوکہ کھانے والے نے دھوکہ کھائے ہوئے سے مول لیا۔ وہ نہ مکان رہے گا اور نہ مکانِ والا۔ غافل لوگوں کی گلی میں ہے۔ اس کی چار حدیں یہ ہیں۔ اوّل حد اس کی موت ہے۔ دوسری حد قبر ہے۔ تیسری حد میدانِ حشر ہے۔ چوتھی حد معلوم نہیں۔ جنت ہے یا دوزخ۔ جب یہ مسودہ خریدار نے سُنا روتا ہوا چلا گیا اور مکان کے خریدنے سے انکار کر دیا"۔

مسلمانو! اگر خُدا کی بھیجی ہوئی مصیبتوں کو نعمت جانو گے تو موت نہایت اچھی ہوگی۔

حضرت فاطمۃُ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جنازہ جب رات کو قبر میں اتارا تو حضرت ابُو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندوہ غم سے قبر سے خطاب کر کے کہا "اے قبر تجھے خبر ہے کہ ہم کس کے جنازہ کو لے کر آئے ہیں" یہ بیٹی ہیں رسول اللہ ﷺ کی۔ یہ زوجہ ہیں جناب علی مُرتضیٰ کی۔ یہ والدہ ہیں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ یہ فاطمۃُ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ جنت کی سردار"۔ قبر سے آواز آئی۔ اے ابُو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ! قبر حسب نسب بیان کرنے کی جگہ نہیں ہے۔ یہاں تو عملِ صالح کا ذکر کرو۔ یہاں تو وہی آرام پائے گا جس کے اعمال صالح ہوں گے۔ جن کا دِل مسلمان ہوگا۔

پیرزادگی بغیر اعمال نیک بیکار ہے۔ اچھے عملوں کا فائدہ نسب عمدہ کے بیشمار ہے۔

لُؤلُؤ وَ الْمَرْجَانُ

یعنی آپ کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے

انمول موتی

حصہ نظم

حضرت میاں صاحب خود شاعر نہ تھے لیکن بیخودانہ اور سرخوش حالت اور عالمِ وجد میں آپ کی زبان سے اس قسم کے اشعار وغزلیات اور قصائد ور باعیات نکلتے تھے جن پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ محبتِ الٰہی اور عشقِ محمدی ﷺ میں پاؤں سے سر تک ڈوبے ہوئے ہیں۔ جو کچھ آپ کہتے تھے وہ بالکل آپ کے دل کا آئینہ ہوتا تھا۔ اس میں کچھ بناوٹ یا تکلف کو دخل نہ ہوتا اور سننے والوں پر آپ کے ان برمحل اور برجستہ اشعار کا اثر اس قدر پڑتا کہ وہ کبھی زائل نہ ہوتا۔ بعض اوقات عالمِ محو اور بے خودی میں ایسے ایسے برجستہ اور پُر از بلاغت وفصاحت قصائد پڑھتے کہ سامعین حیران وششدرره جاتے۔ آپ کو اپنی طبیعت کے مناسب اور حسبِ حال فارسی، اردو اور عربی کے شعرائے عالی کا اس قدر کلام یاد تھا کہ اگر سب کو درج کیا جائے تو ایک الگ دفتر بن جائے گا لیکن مَیں بنظرِ اختصار آپ کے کلام کا انتخاب پیش کرتا ہوں۔ امید ہے ناظرین میرے اس کام کی قدر کریں گے۔

حمد

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمد چشم بر راہ ثنا نیست

خدا مدح آفریں مصطفیٰ بس
محمد حامد حمد خدا بس

مناجاتے اگر باید بیاں کرد
بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد

محمد از تو مے خواہم خدا را
خدایا از تو حُبِّ مصطفیٰ را

اِسمِ اعظم

اے خدا سازندہ عرش بریں
شام را تو وادی زلفِ عنبریں

روز را با شمع کا نور اے کریم
کردہ روشن تر از عقلِ سلیم

خود چہ شیریں است نامِ پاک تو
خوشتر از آبِ حیات ادراکِ تو

نامِ تو چوں بر زبانم مے رود
ہر بُنِ مُو از عسل جُوئے شود

اللّٰہ اللّٰہ ایں چہ شیریں است نام
شیر و شکر مے شود جانم تمام

اللّٰہ اللّٰہ ایں چہ نامِ خوش مذاق
حرفِ خوش مے دہد جاں را رواق

اللّٰہ اللّٰہ اَنْتَ لِی نِعْمَ الْوَکِیْل
اَنْتَ رَبِّی اَنْتَ حَسْبِیَ یَاجَلِیْل

اللّٰہ اللّٰہ اسمِ ذاتِ پاک دوست
اسمِ اعظم از برائے قُربِ اوست

اللّٰہ اللّٰہ کو بردتا سقفِ عرش
پیشِ معراج تو گردو چرخ فرش

چوں برآرم دم بہ اللّٰہُ الصَّمد
چرخ نعرہ لَیْتَنِی کُنتُ زند

اسمِ اعظم است اللّٰہُ العظیم
جانِ جانِ محیِ عظیم رمیم

سرورِ کونین ﷺ کی شان و مدح میں

همہ انبیاء در پناہِ تو اند — مقیمِ درِ بارگاہِ تو اند
تو مہرِ منیری ہمہ اختر اند — تو سلطانِ ملکی ہمہ چاکر اند

خُدا کس کو کہتے تھے کیا جانتے تھے — تیرے منہ سے ذکرِ خدا ہے محمدؐ
جسے کہتے ہیں سب کلامِ الٰہی — وہ تیری زباں سے سنا ہے محمدؐ
تیرا وصل جنت تیرا ہجر دوزخ — تیری دید، دیدِ خدا ہے محمدؐ

خدایا بدہ شوق ذاتِ رسول — بدر دِ محمدؐ مرا کن قبول
شب و روز در عشق حضرت بدار — ہمہ عمر در وصلِ احمد گزار
چوں بلبل براں گل فدائم کنم — چو پروانہ جلوہ نمائم کنم
حیاتی مماتی ہمہ وقتِ ما — عطا کن وصالِ مرا مصطفٰے

حمد محمودے کہ دَر جملہ صوَر — شُد بانوارِ محمدؐ جلوہ گر
زانکہ از نورش محمدؐ شُد عیاں — گشت از نُورِ محمدؐ دو جہاں
در لباسِ احمدی نُورِ اَحد — واسطہ شُد خلق را بہر رشد
امرِ صَلُّوْا بہرِ ایں فرمودہ حق — مومناں را بلکہ خود دارد سبق
قدر حُب خود دُرُود بَر رسول — بلغ اے غفار از عاجز خمول
بعد حمدِ ذاتِ بے چُون و چگوں — پس درود مظہر ایں جُملہ چوں

اے دل بگو بیاں زکمالِ محمدی — سِرّ خُدا عیاں زکمالِ محمدی
آں جلوہ کہ طور بہ موسیٰ کلیم تافت — شعلہ یکے نشان ز جمالِ محمدی
یُوسف کہ نیک سیرت و صورت کمال داشت — شد محو بے گماں زخیالِ محمدی

شمس و قمر کواکب اہلِ ضیا ہمہ | پرنور نور شاں زہلالِ محمدی
صدیق یارِ غار و عمر صاحب وقار | یک خلق دیگراں زجلالِ محمدی
عثمان باحیا ز حیائے عظیم شان | رمزے علی جوان زجمالِ محمدی
اظہر حسن رضا رضائے محمدی | وَے کشتہ دشمناں زنہالِ محمدی
وَاں غوث نامدار کہ گیلان زار شاں | حرفے جلی بیاں زمقالِ محمدی
یارب عطا کنی تو بعادل گدائے خوش | یک جامِ ارغواں ززلالِ محمدی

رَسُوْلُ اللّٰہِ مَبْعُوثٌ اِلَی الْکُلِّ اِلیٰ جِنٍّ وَّاِنْسٍ مَا سِوَاہُ

لِکُلِّ نَبِیٍّ فِی الْاَنَامِ فَضِیْلَۃٌ وَجُمْلَتُہَا مَجْمُوْعَۃٌ لِمُحَمَّدٍ

حُسنِ یُوسف دمِ عیسٰے یدِ بیضا داری | آنچہ خُوباں ہمہ دارند تُو تنہا داری

دل و جانم فدایت یا محمدؐ | سرِ من خاکپائیت یا محمدؐ

زمہجوری برآمد جانِ عالم | ترحّم یا نبی اللہ ترحّم
زمحروماں چرا فارغ نشینی | نہ آخر رحمتہ العالمینی

عرش است کمیں پایۂ زایوانِ محمدؐ | جبریلِ امین خادم دربانِ محمدؐ
آں ذاتِ خداوند کہ مخفی و نہاں بُود | پیدا و نہاں گشتہ بجشمانِ محمدؐ
گر نہ بودے ذات پاکت راوجود | کُن نہ گفتے خالقِ ارض وسما

منم خاکِ سرِ کوئے محمدؐ اسیرِ حلقۂ زمُوئے محمدؐ

نمازِ عشق ہردم میگزارم بہ پیشِ قبلۂ روئے محمدؐ

سجودِ عشق بازان است ہردم بحرابِ دواَبروئے محمدؐ

اگر چشمم بہ برروئے است مائل بُوَد رُوئے دِلم سُوئے محمدؐ

جہانِ درخیالِ لیلۃ القدر حسن در بندِ گیسُوئے محمدؐ

نعت

محمدؐ پر حق نے وہ قرآں اُتارا نہ اترے گا جو تا قیامت دوبارا

وہ مخفی جو تھا علم سینہ بہ سینہ محمدؐ نے سب پر کیا آشکارا

محمد کا رستہ نہ چھوڑو عزیزو وہی راہنما ہے ہمارا تمہارا

محمدؐ کی مداح دُنیا ہے ساری محمدؐ کا وصّاف عالم ہے سارا

مطیعِ محمدؐ مطیعِ خُدا ہے خُدا کا ہے پیارا محمدؐ کا پیارا

محمدؐ کی ہے ذات دریائے رحمت وہ ڈوبا کیا جس نے اُس سے کنارا

محمدؐ ہے پشت و پناہ غریباں وہی ہے فقط عاجزوں کا سہارا

نہیں جو کہ سائل محمد کے گھر کا وہ پھرتا رہا در بدر مارا مارا

محمدؐ نے کی اُس کی مشکل کشائی محبت سے جس نے اُسے جا پکارا

تری حاجتیں سب بر آئیں گے سرور رسُول خُدا جب کریں گے اشارا

نعت

زر مست کن نظر بر حالِ زارم یارسول اللہ فقیرم بے نوائیم خاکسارم یارسول اللہ

زبونِ زُلفِ شکیعت بسر سودائے خوشدارم بہ ذوقِ تیغِ ابرُ و جاں نثارم یارسول اللہ

فتادہ در الم تا آتشِ سوزانِ عشقِ تو
سپیدم شعلہ ام برقم شرارم یارسول اللہ

جمالِ خود نُما مرہم بند بر زخمہائے دل
زہجرت سینہ ریشم دلفگارم یارسول اللہ

مرا تا چند داری در بلادِ ہند سرگرداں
سُوئے یثرب ببر مشتِ غبارم یارسول اللہ

ہمہ تن غرق دریائے گناہم اے شفیعِ من
بجز تو نیست کس روزِ شمارم یارسول اللہ

دمِ آخر نمائی جلوۂ دیدار طالب را
زلفِ تو ہمیں اُمیدوارم یارسول اللہ

نعت

خطِ سبز و لبِ لعل و رُخِ زیبا داری
آنچہ خُوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

شیوۂ شکل و شمائل حرکات و سکنات
حسنِ یُوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری

تا تبسم نکنی عقل گوید ہرگز
کاندریں آبِ خضر لُولُوئے لالہ داری

عقل و دین و دل و جاں بُردی و ہم صبر و قرار
دیگر از خسرو بیدل چہ تمنا داری

نعت

یا محمدؐ ہست قرآں روئے تو
مد بسم اللہ خطِ ابروئے تو

قامتِ تو فوجِ وحدت را نشاں
تیغِ قتلِ ماسوا بُروئے تو

سجدہ گاہِ معنی آگاہانِ راز
طاقِ محراب از خمِ ابروئے تو

دستِ تو در ماندگاں را دستگیر
ناخدائے بیکساں بازوئے تو

جلوہ گاہِ شاہدِ وحدت دلت
معدنِ نورِ ہدا ئے پہلوئے تو

بلبلاں بر شوقِ رُویت نعرہ زن
گُل گریباں چاک رنگ و بُوئے تو

اے شفیع رحمۃ للعٰلمین
چشمِ اُمید دو عالم سُوئے تو

عالم از سیرِ گلستانِ ارم
پائے در زنجیر بہ در کُوئے تو

نعت

نسیما جانبِ کوئش گزر کن | بگو از نازنین شمشاد مارا
بہ تحریفِ قدومِ خود زمانے | مشرف کن خراب آباد مارا
کہ بے تشریفِ تو اسبابِ شادی | نشاید خاطرِ ناشاد مارا

نعت

وصلی اللہ علےٰ نورے کز و شد نورہا پیدا | زمیں از حُبِّ او ساکن فلک در عشق اُو شیدا
محمد احمد و محمود دیرا خالقش بستود | ز و شد جود ہر موجود ز و شد دیدہا بینا
اگر ذاتِ محمدؐ را نیاوردے شفیع آدم | نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا
نہ ایوب از بلا راحت نہ یوسف حشمت و شوکت | نہ عیسیٰ آں مسیحا دم نہ موسیٰ آں یدِ بیضا
دو چشمِ نرگسینش را کہ مازاغ البصر خوانند | دو زلفِ عنبرینش را چو واللیلِ اِذَا یغشیٰ
ز شرحِ سینہ اش جامی الم نشرح لک برخواں | ز معراجش چہ میخوانی کہ سبحان الذی اسریٰ

پیش از شاہان غیور آمدہ ہر چند کہ آخر بظہور آمدہ

"اے ختم رسل قرب تو معلومم شد | دیر آمدہ ز راہِ دور آمدہ" (از مولانا جامی)

نعت

دلا خاکِ رہِ کوئے محمد شو محمد شو | زہر کوئے بیا سوئے محمد شو محمد شو
بہ ہر دم سجدۂ جاں سوئے ابروئے محمدؐ کن | بہ روئے قبلہ روئے محمد شو محمد شو
تجرد پیشہ گیر از قیدِ عالم دار ہاں خود را | اسیرِ حلقۂ موئے محمد شو محمد شو
باخلاقِ الٰہی متصف بودن اگر خواہی | سراپا سیرت و خوئے محمد شو محمد شو
بکن خالی مشام از بوئے گلہائے جہاں اے دل | بیا دلدادۂ بوئے محمد شو محمد شو

نیاز اندر دلت گر مہر عرفانِ خدا باشد
فدائے جان و دل جوئے محمد شو محمد شو

اے احمدِ مرسل شرف ہر دو سرا
اعمیٰ شود از خاکِ درِ تو بینا

آنی کہ بہ شانِ تو ہا انسان و ملک
حق گفت بگو و سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ط

آراستہ گر دو جو قیامت را صف
عالم شود از افسردگی جملہ تلف

واللہ بایں شگفتہ رُوئے آں دم
آئی چو گل و گل شفاعت بر کف

نعت

ہے جسمِ محمد سراجاً منیرا
کہ ہے شان میں جس کے ذکراً کثیرا

خُدا نے ہماری ہدایت کی خاطر
محمد کو بھیجا بشیراً نذیرا

کہا اُس کے دشمن کے حق میں خُدا نے
فَیَدْعُوْا ثُبُوْرًا وَ یَصْلٰی سَعِیْرًا

منافق مخالف کے حق میں خُدا نے
کہا ہے جَھَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِیْرًا

محمد کی اُمت کو بخشی خُدا نے
وُہ جنت صفت جس کی مُلْکًا کَبِیْرًا

مکاں موتیوں کے حسین حور و غلمان
ہوا ٹھیک شَمْسًا وَّلَا زَمْھَرِیْرًا

محمد کا معبود سبحان اکبر
فَصَلُّوْا عَلَیْهِ کَثِیْرًا

مرحبا سیّد مکی مدنی العربی
دِل و جاں باد فدائت چہ عجب خوش لقبی

من بیدل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مُطلبی

نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
زانکہ از آدم و عالم چہ کہ عالی نسبی

ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبحیات
رحم فرما کہ زحد میگذرد تشنہ لبی

شبِ معراج عرُوج تو ز افلاک گذشت
بمقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

ذاتِ پاک تو کہ در ملک عرب کردہ ظہور
زاں سبب آمدہ قرآن بزبان عربی

نخلِ بُستان مدینہ ز تو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی

سپے خود بسکت کردم بس منفعلم — زنکہ نسبت بسکت کوئی تو شُد بے ادبی
عاصیانیم زما نکیے اعمال مپرس — سُوئے ماردئے شفاعت بکن از بے سببی
بردرِ فیضِ تو استادہ بصد عجز و نیاز — رُومی و طوسی و ہندی و مدنی و عربی
سَیِّدِیْ اَنْتَ حَبِیْبِیْ وَطَبِیْبُ قَلْبِیْ — آمدہ پیشِ تو قُدسی پے درماں طلبی
محمدؐ باعث کل آفرین است — محمدؐ مہبطِ رُوح الامین است
محمدؐ رونق فرشِ زمین است — محمدؐ رونق فرشِ زمین است
پیشوائے ماست صدرُ المرسلین — امتانِ اوست بدرُ المؤمنین
وست از پیغمبراں او خوب تر — اُمتِ او از ہمہ محبوب تر

مناجاتیں اور دعائیں

بندگی دکھلانے کو مت کیجئے — متقی کہلانے کو مت کیجئے
جو کہ عمل ہو برائے خدا — سب میں ملحوظ ہو رضائے خدا
دم بدم اس کی ہی رہے جستجو — اور نہ مطلب رہے کچھ آرزو
یاد میں سب اس کی بھلا دیجئے — رنگ محبت کا دکھلا دیجئے
ظاہر و باطن ہو برائے خدا — چاہیں خدا سے نہ سوائے خدا
دیدہ بینا ہو ہر اک موئے تن — محو تجلئے رہے روح و بدن
اے میرے مولا میرے والی ولی — کر عطا مجھ کو بہ طفیلِ نبی
جو کہ ہیں مسلماں بھائی میرے — فضل سے سب کو یہ رُتبہ تو دے
آلٰہی عاصیم استغفر اللہ — تُو ئی فریاد رس الحمد للہ
ندارم ہیچ توشہ اندریں راہ — بجز لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللهِ
کریما بہ بخشائے بر حالِ ما — کہ ہستم اسیرِ کمند ہَوا

نداریم غیر از تو فریاد رس | توئی عاصیاں را خطا بخش و بس
نگہدار ما را از راہِ خطا | خطا در گذار و صوابم نما
خیالِ غیر از من دُور گرداں | بدردِ عشق خود رنجور گرداں
خیالِ غیر از من دُور داریم | بہ بخش از آں کہ بس اُمید داریم
حدیثِ مصطفےٰ صورت دہانم | کلام اللہ باشد برزبانم
دِل پابند احکامِ شریعت | دِل آ گاہ از راہِ طریقت
شب و روز در شام و در بامداد | تو بر یادی از ہر چہ دارم بیاد
چو اوّل شب آہنگِ خواب آورم | بہ تسبیح نامت شتاب آورم
چو در نیم شب سر بر آرم زخواب | ترا خوانم و ریزم از دیدہ آب
دگر بامدادست راہم بہ تُست | ہمہ روز تا شب پناہم بہ تُست

(متفرق اشعار جو حضرت میاں صاحب دُعا کے وقت پڑھا کرتے تھے)

۱۔ ما ئیم پُر گُناہ تو دریائے رحمتی | جائیکہ فضلِ تست چہ باشد گناہ ما
۲۔ یارب از سودائے خود دلریش دار | زندہ رامُر دہ بعشق خویش دار
۳۔ تجلےٰ کر کے سب تن من جلادے | جو دکھانا کل ہو آج ہی دکھادے
۴۔ خداوندا مسلمانم مسلمانی نمیدانم | ولیکن چوں مسلمانم مسلماں دار یا اللہ
۵۔ جز تو پیشِ کے برآرد بندہ دست | ہم دعا وہم اجابت از تو ہست
۶۔ چو خواہم زتو روز و شب داوری | مکن شرمسارم دراں داوری
۷۔ چشم دِل از نعیم دو عالم بہ بستہ ایم | مقصودِ ما ز دنیا و عقبےٰ توئی بس
۸۔ چوں تو پنہاں شوی از من ہمہ تاریکی و کفرم | چوں تو پیدا شوی بر من مسلمانم بجانِ تو
۹۔ اَے خُدا تو کریمی و رسُولِ تو کریم | صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

مناجات

الٰہی واقفی بر حالِ زارم ۔ ہمیں دانم کہ جز تو کس ندارم
الٰہی کردہ ام بسیار تقصیر ۔ وزاں حضرت بغائت شرمسارم
الٰہی غرق ام در بحرِ عصیاں ۔ بدستِ رحمت افگن بر کنارم
الٰہی رفتہ ام در خوابِ غفلت ۔ بدہ بیداری زیں کاروبارم
الٰہی گر بخوانی ور برانی ۔ تو دانی بندۂ بے اختیارم
الٰہی نفس شیطاں در کمین است ۔ ز تقویٰ و عبادت کن حصارم
الٰہی از کمالِ لطف بپذیر ۔ دلِ سوزان و چشمِ اشکبارم
الٰہی بر یکے گفتن مدد بخش ۔ کہ تا من جاں بہ آسانی گزارم
الٰہی چوں دریں جا رستہ کردی ۔ قیامت ہمچناں امیدوارم
الٰہی راہِ مرداں سخت راہ است ۔ تو آساں بگذراں زاں راہگذارم
الٰہی چوں عزیزم کردی امروز ۔ مکن فردا بروئے خلق خوارم
الٰہی در ہمے در منزلِ گور ۔ بہ لطف خویش گرداں غمگسارم
الٰہی بر کشا از غیب راہے ۔ کہ چندیں سال و ماہ در انتظارم
الٰہی خاطرم را جمع گرداں ۔ کہ مسکین و پریشاں روزگارم
الٰہی بر جنید ایماں نگہدار ۔ کہ انیست حاصل جاں اعتبارم

مناجات خواجہ بختیار کاکیؒ

از شر نفسِ آمارہ نگاہم دار یا اللہ ۔ ہوائے حرص نفسانی ز من بردار یا اللہ
نہ دنیا دوست میدارم نہ عقبیٰ را خریدارم ۔ مرا چیزے نمے باید بجز دیدار یا اللہ
یقین خود ندانم کہ گبرم یا مسلمانم ۔ نہ در اسلام شایانم نہ در کفار یا اللہ
بمن درویش مسکینم نہ در دنیا نہ در دینم ۔ بروں از خرقہ پشمینم دروں زنار یا اللہ

رہ دور است درپیشم ندارم توشۂ دو شم — بہ بخش از رحمت خویشم توئی غفار یا اللہ
چو جانم برکنی از تن شود بیزار خلق از من — دراں ساعت جدا از من مشو بیزار یا اللہ
ازاں تنگی و تاریکی کہ اندر قبرے باشد — فراخی بخش و روشن کن تو از انوار یا اللہ
من کا کی چہ بد کردم ہر آنچہ ناسزا کردم — مکن چوں کاک رخ زردم دراں بازار یا اللہ

مناجات از شرف الدین بخاریؒ

از درد بے قرارم فریاد رس الٰہی — کس نیست جز تو یارم فریاد رس الٰہی
مسکین و درد مندم سوزندہ چوں سپندم — جز بر تو دل نہ بندم فریاد رس الٰہی
تلخ است زندگانی زہرم شدہ جوانی — تدبیر ما تو دانی فریاد رس الٰہی
دیدم بسے بلاہا کردم لبیسے خطاہا — بر نفس خود خطاہا فریاد رس الٰہی
بیچارۂ فقیرم در دست غم اسیرم — یک ذرۂ حقیرم فریاد رس الٰہی
چوں رحمتِ تو آید زحمت زمن رباید — صحت لقا نماید فریاد رس الٰہی
ہر درد را دوائی ہر رنج را شفائی — از تو کنم گدائی فریاد رس الٰہی
ہستم شکستہ خاطر در طاعت تو قاصر — ہستی خدائے قادر فریاد رس الٰہی
سلطان بے وزیری خلاق بے نظیری — رزاق دستگیری فریاد رس الٰہی
ہم عالم الغیوبی و ساتر العیوبی — ہم غافر الذنوبی فریاد رس الٰہی
معبود بے زوالی موجود با کمالی — مقصود لایزالی فریاد رس الٰہی
چرخ از تو شد معلق فرمان تست مطلق — ہستی خدائے برحق فریاد رس الٰہی
دردم مرا دوا کن زحمت زمن جدا کن — ایماں بمن عطا کن فریاد رس الٰہی
مشتے ضعیف خاکم در معرض ہلاکم — بسیار درد ناکم فریاد رس الٰہی
ترسندہ از عذابم سوزندہ از حسابم — بیروں کن از عقابم فریاد رس الٰہی
پیماں بسے بہ بستم عہدے لبیسے شکستم — با ہر بدے نشستم فریاد رس الٰہی

ازتو کرم ہزاراں از من گناہ ہزاران　　غم ہا رسیدہ پایاں فریاد رس الٰہی
گرچہ گناہ کردم لاتقنطوا است وِردم　　گوئیم ہماں بہ ہردم فریاد رس الٰہی
نام شرف چو دارم تشریف دہ ہزارم　　ایماں بہ تو سپارم فریاد رس الٰہی

مناجات خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

زشر نفس امارہ نگاہم دار یا اللہ　　ہوائے غیر را کلی زمن بردار یا اللہ
کریما از کرم ما را بدہ توفیق بر طاعت　　مرا از لطف خود ضائع فرو مگذار یا اللہ
اگرچہ من گنہگارم ترا اغفار میدارم　　بہ بخشا جرم عصیانم توئی غفار یا اللہ
گناہائے کہ من کردم خداوندا تو میدانی　　تو آں را ستر کن بر من توئی ستار یا اللہ
اَنَا الْعَاصِی کَثِیْرًا لذَّنْبِ فَاغْفِرْ کُلِّ ذُنُبِلی　　وَیَوْمُ الْحَشْرِ احْشَرْ فِی مَعَ الْاَبْرَارِ یَا اللّٰہ
الٰہی سخت مشتاقم ز بہر شوقِ دیدارت　　ز فضلِ خویش روزی کن مراد دیدار یا اللہ
ز سر تا پا گنہگارم گناہے بے عدد دارم　　رہائی دہ ازیں کارم بہ استغفار یا اللہ
جو وقت نزع جاں آید ملائک روئے بنماید　　در آں دم فضل تو باید بہ استظہار یا اللہ
بہ غفلت رفت عمرِ من چنانستے کہ در خوابم　　کنوں از بہرِ ذکرِ خود بکن بیدار یا اللہ
یکے گوئیم یکے دانم یکے در دل گرہ بستم　　بدل تصدیق دارم از زباں اقرار یا اللہ
ازاں تنگی و تاریکی کہ اندر قبر مے باشد　　فراخی بخش و روشن کن تو از انوار یا اللہ
رحیما قبر ایں مسکیں بگرداں روضہ جنت　　مگرداں خوابگاہے از سقر یا نار یا اللہ
مرا از درد و بیماری ز فضلِ خود نگہداری　　بہ رحمِ خویش کن یاری بہ تن بیمار یا اللہ
گواہی میدہم ہر جا کہ جز تو نیست معبودے　　زباں با دل موافق شد بہ من گفتار یا اللہ
نہالِ باغِ دل زایماں ہمیشہ تازہ تر گرداں　　بہ آبِ رحمتش پرور کہ گیرد بار یا اللہ

جوابم را تو تلقین کن جواب گور حق آید
چو بیہوشی رسد آنجا کنی ہشیار یا اللہ

اُمید مغفرت دارم تو ستاری و غفاری
ولیکن باز مے ترسم تو ئی قہار یا اللہ

بروز حشر در محشر نمے دانم چہ خواہد شد
مکن شرمندہ در سوا دراں بازار یا اللہ

ندارم ہیچکس مونس کہ در گورم بہ کار آید
ندارم توشہ از تقویٰ نہ نیکو کار یا اللہ

شکستہ دل ہے نالد نصیر الدین بہ درگاہت
بر اُو رحمت فراواں کن کرم بسیار یا اللہ

رُباعیات

یارب بر ہانیم زحرماں چہ شود
راہے دہیم بکوئے عرفاں چہ شود

بس گبر کہ از رحم مسلماں کردی
یک گبر دگر کنی مسلماں چہ شود (نظیری)

رُباعی

یارب زمعصیت تبہ شد حالم
زیں در دو بر آستانہ ات مے نالم

از قہر بسوز خرمن عصیانم
وز لُطف بشو نامہ اعمالم (واقف)

رُباعی

اے واقف اسرارِ ضمیرِ ہمہ کس
درحالتِ عجز دستگیرِ ہمہ کس

یارب تو مرا توبہ دہ و عذر پذیر
اے توبہ دِہ عذر پذیر ہمہ کس (عمر خیام)

رُباعی

یارب تو مرا بآتشِ قہر مسوز
درخانہ دِل چراغِ ایماں افروز

ایں خلعت بندگی کہ شد پارہ زجرم
از راہِ کرم برشتہ عفو بدوز (اشرف مقدسی)

رُباعی

یارب دلِ فارغ و تن آگاہ دِہ
دستے زگریبانِ اہل کوتہ دِہ

یکبار محروم کن از قید ہمہ
نزدیک خود از رہے کہ دانی رہ دِہ (مرزا جلال اسیر)

رُباعی

افعال بدم زخلق پنہاں مے کن
دشوار جہاں بردلم آساں میکن
امروز خوشم بدار فردا بامن
آنچہ از کرم مے سزد آں مے کن (سرمد)

رُباعی

اے آنکہ دوائے دردمنداں دانی
درمان وعلاج مستمنداں دانی
احوال دل خویش چہ گوئیم باتو
ناگفتہ تو ہزار چنداں دانی (ابوسعید ابوالخیر)

رُباعی

من بے تو دمے قرار نتوانم کرد
احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر برتنِ من زباں شود ہر موئے
یک شکرِ تو از ہزار نتوانم کرد (ابوسعید ابوالخیر)

رُباعی

اے آنکہ بملک خویش پائندہ توئی
در ظلمت شب صبح نمایندہ توئی
کارمن بیچارہ قوی بستہ شدہ
بکشائے خدایا کہ کشایندہ توئی (ابوسعید ابوالخیر)

رُباعی

اے در صفت ذات تو حیراں کہ دمہ
وز ہر دو جہاں خدمتِ درگاہ تو بہ
علت تو ستانی وشفا ہم تو دہی
یارب تو بفضل خویش بستاں ودبہ
(ابوسعید ابوالخیر)

رُباعی

یارب شدہ ام تبہ بیامُرز مرا
شدروئے دلم سیاہ بیامُرز مرا
دردا کہ بجز گنہ نکردم کارے
بخشندہ ہر گناہ بیامُرز مرا (نساخ)

رُباعی

پاکی و منزہی و بے ہمتائی
کس را رسد ملک بدیں زیبائی

خلقان ہمہ خفتہ اند در ہابستہ
یارب تو لُطف بما بکشائی (بوذرعہ)

رُباعی

نے تخت نہ من تاج شہاں میخواہم
نے خاتم دستے مُہر و نشاں میخواہم

مہرِ تو بدل زمان زماں سے خواہم
در دِ غمِ تو جہاں جہاں سے خواہم (نساخ)

رُباعی

اے جملہ بیکساں عالم راکس
یک جو لُطف تمام عالم راکس

من بیکسم و کے ندارم جُو تو
از لُطف بفریادِ من بیکس رس (فخری کاشی)

رُباعی

دارم دلے غمین بیا مرز مپرس
صد واقعہ در کمین بیا مرز و مپرس

شرمندہ شوم اگر بپرسی عملم
اے اکرم اکرمیں بیا مرز و مپرس

مناجات از حضرت بُو علیؒ شاہ قلندرؒ

یاالٰہی چشم بینائی بدہ
در سرم از عشق سودائی بدہ

آتش افگن در دلم مانند طور
شُعلہ برخیز و گردد زنگ دُور

سالہا شد از تو میخواہم ترا
حاجتم را چوں نمے سازی روا

از لسانُ الغیب ایں گردد نوید
از درِ تو کس بگشتہ نا اُمید

ہر کہ بر درگاہِ تو رُو آورد
نا اُمید از درگہِ تو چوں ردد

ہر کہ آید بر درت اُمید وار
شاہدِ مقصود یابد در کنار

اَے خُدائے من بحقِ مُصطفٰے — از طفیلِ حرمتِ آلِ عباس

روزِ محشر دار با آلِ رسُول — از طفیلِ مقبلاں گرداں قبول

عارفانہ کلام

۱۔ صد کتاب و صد ورق در نار کن — جان و دل را جانبِ دلدار کن

۲۔ اَے درُونِ جان و جاں از تو بیخبر — از تو جہاں پُر است از تو بے خبر

۳۔ خُدایا خودی سے بچالو مجھے — فقط اپنا بندہ بنالو مجھے

۴۔ عاشق حقی و بینی غیررا — کعبہ ے جوئی و سازی دیررا

۵۔ ہفت دریا گر بنوشم تر نگردد کام من — شربت دیدار باید تشنہ دیداررا

۶۔ قلم بشکن سیاہی ریز و کاغذ سوز دم درکش — حسن ایں قصہ عشق است در دفتر نمیگنجد

۷۔ خُدا دیدن کسے رانیست دشوار — خُدا خواہی وجود خویش بگذار

۸۔ تا نیفتد بر تو مردے رانظر — از وجُود خویش کے یابی خبر

۹۔ آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم — اب ہوئے خاک انتہا ہے یہ

۱۰۔ اُٹھ فریدا سُتیا توں جوں کرکا جوار — جب تک تانڈا نہ گرے تب تک حال پکار

۱۱۔ نشاں کیا کیا دکھائے تُو نے یارب بے نشاں ہوکر — عیاں کیا کچھ کیا تُو نے اَے خالق نہاں ہوکر

۱۲۔ وَفِی کُلِّ شَیْئٍ لَهٗ شَاهِدٌ — یَدِلُّ عَلٰے اَنَّهٗ وَاحِدٌ

۱۳۔ چشم بند و گوش بند و لب بہ بند — گر نہ بینی سرِّ حق بر من بخند

۱۴۔ تصور دل میں رکھے ذاتِ حق کا — بہر وقت و بہر حال و بہر جا

۱۵۔ زباں خاموش ہو پر دل میں جاری — رہے ہر وقت ذکرِ ذاتِ باری

۱۶۔ نہ بھولا ہوں نہ بھولوں گا حشر تک مَیں کبھی دل سے — مزے جو جو ارے قاتل تری تلوار میں آئے

۱۷۔ اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا — سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

۱۸۔ دیکھیں اسے اے وہ اس لقا سے بھی وراء — ہو جلوہ نما ہے اس ادا سے بھی وراء

۱۹۔ جو وہم میں دید میں گمان میں آوے — وہ اس سے وراء ہے بل وراء سے بھی وراء

۲۰۔ ہو فنا ذات میں کہ تُو نہ رہے — تیری ہستی کی رنگ و بُو نہ رہے

۲۱۔ اس قدر ڈوب اس میں اے صابر — کہ بجز ہو کے غیر ہو نہ رہے

ما در دو جہاں غیرِ خدا یار نداریم — جز یادِ خدا ہیچ دگر کار نداریم

درویش فقیریم دریں گوشہ دُنیا — با نیک و بد و خلق جہاں کار نداریم

ما مستِ صبوحیم ز میخانہ توحید — حاجت بے بادہ خمار نداریم

با جامہ صد پارہ و با خرقہ پشمیں — بر خاک نشستیم و ازیں عار نداریم

گر یار وفادار نداریم عجب نیست — ما یار بجز حضرتِ جبار نداریم

ما شاخ درختیم پُر از میوہ توحید — ہر رہگذر سنگ زند عار نداریم

ماتم زدگانیم دریں گوشہ دُنیا — چوں زاغ گذر بر سرِ مُردار نداریم

بنگر تو دل خستہ شمس الحق تبریز — ماجز ہوسِ دیدہ دیدار نداریم

اے کہ بُودی در حریمِ لامکاں — چوں جدا گشتی بگو راز نہاں

پاک بُودی در حریمِ کبریا — از چہ پیدا شد ترا حرص و ہوا

خوش خرامیدی تو از کتمِ عدم — خوش نہادی بر سرِ ہستی قدم

گاہ در دوزخ روی سازی مقام — گاہ در جنت روی اے خوشخرام

گاہ کنی جلوہ در اقلیمِ فنا — گاہ روی در عالمِ ملکِ بقا

جانِ من بامن بگو اسرارِ خویش — چشمِ دل روشن کن از دیدارِ خویش

مرض الموت اور وفات

ہر آنکہ زاد بناچار خواہد آشامید

زجامِ دہر مے کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ج

دنیا میں جس نے قدم رکھا ہے اُسے ایک نہ ایک روز موت کا تلخ اور ہلاکت آفرین ساغر ضرور منہ سے لگانا پڑے گا۔ اس دنیا کی ساری چیزیں ایک دن صفحہ ہستی سے مٹ جانے والی ہیں۔ ہر انسان کو معلوم ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے یا آئندہ کرے گا اس کا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔ دنیا کا ایک ایک ذرہ اس کی ناپائیداری اور بے ثباتی پر گواہ ہے۔ بڑے بڑے خدا کے پیارے اور برگزیدہ بندے دنیا میں آئے۔ مگر بالآخر چند روز مسافرانہ زندگی بسر کر کے انہیں اپنے اصلی مرکز کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ بڑے بڑے عظیم الشان بادشاہ اور مشہور و نامور تاجدار جن کی سطوت و جبروت کے پُر شوکت و شاندار جھنڈے دنیا کے چاروں کونوں میں گڑے نظر آتے تھے۔ موت نے انہیں ایسا گمنام کیا کہ آج ان کا نام ونشان بھی نہیں ملتا۔

رہیں گے پھول نہ پھولوں میں رنگ و بو باقی رہے گا اے معبود ایک تُو باقی

بقا کسی کو نہیں ہو کوئی ولی کہ نبی یہ سب تجھی پہ مٹینگے رہے گا تُو باقی

اگرچہ دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا المناک اور دل بجھا دینے والا خیال برقی قوت بن کر تمام جہان میں دوڑ رہا ہے اور زمانہ اپنے حیرتناک انقلابات کے نمونے مشاہدہ کرا کے یہ سبق پڑھا رہا ہے کہ دنیا ایک بے حقیقت چیز ہے۔ اور جینا مرنا ایک معمولی بات ہے۔ اس پر خوش ہونے اور اس پر رنج کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

لیکن صاحبو! جب کوئی خدا و خلق کا محبوب دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو پتھر کا دل بھی آنسو بہائے بغیر نہیں رہتا۔ حقیقت میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال کوئی

معمولی انتقال نہیں۔ جس جس کے کان میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی جاں گزا خبر پہنچی اور معلوم ہوا کہ آپ دنیا سے منہ موڑ کر خداوندی رحمت اور اس کی جنت میں انتقال کر گئے ہیں۔ وہ ایسے قلق و اضطراب میں گرفتار ہوا جو جگر کو پاش پاش کیے دیتا ہے۔ آپ کی شریف و مقدس ذات سے تمام پنجاب کو عموماً اور شرقپور شریف کو خصوصاً فخر و [illegible] حاصل تھا۔ یہی ایک فرید عصر اور یگانہ روزگار تھے۔ جن کی بدولت شرقپور کو شرقپور شریف کا لقب میسر آیا اور یہاں کے باشندے جس جگہ بھی جائیں۔ نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ حیف صد حیف اے دنیائے دوں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ط(البقرہ ۲:۱۵۶)

اسبابِ مرض

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت اوائل عمر کی ریاضت و زہد اور نفس کشی و مجاہدہ کی وجہ سے دیر سے نہایت کمزور ہو چکی تھی۔ لیکن گزشتہ دو تین سال سے آپ کے اعضا پر ضعف کا نہایت نمایاں اثر ہو گیا تھا۔ جب تک بدن میں طاقت رہی آپ پانچوں نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کرتے رہے لیکن گزشتہ دو تین سال سے صرف جمعہ کی نماز پڑھاتے۔ وفات سے دو تین ماہ پہلے یہ حالت ہو گئی کہ نماز جمعہ سے بھی رہ گئے۔ ضعف و نقاہت یہاں تک بڑھ گیا کہ اندر سے باہر اور باہر سے اندر جانا آپ کے لیے ایک مصیبت کا سامنا ہو گیا۔ جب متواتر تین جمعے مسجد میں نہ گئے تو احباب میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ خود زار و قطار روتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرے جینے سے موت بہتر ہے۔ لوگ دور دور سے جمعہ کی نماز میں شرکت کے لیے مسجد میں آتے ہیں اور میں بے حس و حرکت یہاں گھر میں پڑا ہوں۔ اطبا اور ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ آپ تبدیلی آب و ہوا کے لیے کشمیر جائیں۔ چنانچہ آپ نے شرقپور کے دکانداروں کے لین دین کا تمام حساب بے باق کر دیا۔

سفرِ کشمیر

اپنے مندرجہ ذیل خدام خاص کے ہمراہ سرینگر تشریف لے گئے:۔

(۱) مولوی دین محمد فیض پوری (۲) سید نور حسن شاہ صاحب (۳) مولوی خدا بخش صاحب لاہوری (۴) مولوی سراج الدین صاحب (۵) مستری کرم دین صاحب۔

سرینگر میں جناب شیخ محمد حسین المعروف ہری صاحب کے ہوٹل میں صرف چار یوم تک قیام کیا۔ جناب شیخ محمد حسین المعروف ہری صاحب ایک نومسلم انگریز ہیں اور میاں صاحب قدس سرہٗ کے قدیمی عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ میاں صاحب قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے متعدد بار شرقپور تشریف لا چکے ہیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس حالت میں دیکھ کر ان پر رقت طاری ہوگئی اور اسی وقت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بلائیں لینی شروع کردیں۔ جب تک میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں رہے آپ کی اور آپ ہمراہیوں کی اس قدر خدمت کی جو احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ چار روز کے بعد آپ کی طبیعت اکتا گئی۔ ہلکا سا بخار بھی ہوگیا۔ آخر واپس لاہور تشریف لے آئے۔ تین روز تک سر میاں محمد شفیع کی کوٹھی واقع مزنگ روڈ میں ٹھہرے رہے۔

علاج

لاہور کے چوٹی کے حکیم اور ڈاکٹر آپ کے معالج رہے۔ جب کچھ افاقہ نہ ہوا اور مرض بخار نے اشتداد پکڑا تو شرقپور واپس آ گئے۔ جناب حکیم سید علی احمد صاحب نیر واسطی، پروفیسر طبیہ کالج، لاہور، جناب حاذق الملک سید ظفریاب صاحب متند دہلی مقیم لاہور، حکیم احمد علی صاحب قصوری، حکیم محمد یوسف صاحب لاہوری، ڈاکٹر محمد یوسف صاحب، اسسٹنٹ سول سرجن، ڈاکٹر حاکم دین صاحب، اسسٹنٹ سول سرجن، میو ہسپتال، لاہور نے متفقہ اپنے یونانی و انگریزی طریقہ کے مطابق ٹائیفائیڈ فیور (تپ محرقہ بطنی) تشخیص کر کے شاہانہ نسخہ جات استعمال کروائے مگر سب بے سود ثابت ہوئے۔

ہذیان و غش

آپ پر غشی کے دورے بکثرت طاری ہونے شروع ہو گئے۔ کیا غشی کے عالم میں اور کیا افاقہ میں سوائے قرآن مجید کی تلاوت اور درود شریف کے اور کوئی لفظ آپ کی زبان پر نہ آتا۔ اگرچہ باتوں کے وقت آپ کی زبان لڑکھڑاتی تھی مگر الحمد شریف اور سورہ اخلاص نہایت صحیح پڑھتے۔ اس حالت میں بھی فریضہ دعوت و تبلیغ کو نہیں بھولے۔ نماز کی نہایت شدت سے تاکید فرماتے۔ کبھی ہذیان کے عالم میں وعظ کرتے۔ موت سے کوئی پندرہ سولہ روز پہلے آپ نے بجائے پنجابی کے اردو بولنا شروع کر دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے آپ کو کبھی کسی نے اردو بولتے نہیں سنا۔ کیا بیہوشی اور کیا ہوش کے عالم میں اردو زبان میں گفتگو کرتے۔ اس بیہوشی کے عالم میں اشاروں سے نماز ادا کر لیتے۔

وصایا

وفات سے چند روز پیشتر میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (اپنے چھوٹے بھائی) کو بلایا اور سید نور الحسن شاہ صاحب اور بابا عبداللہ فیروز پوری کے روبرو وصیت کی۔ ''گھبرانا نہیں۔ مہمانوں کی خدمت میں کوتاہی نہ کرنا۔ جمعہ کی نماز خود پڑھانا اور باقی نمازیں اور مسجد کا اہتمام میاں ابراہیم صاحب اور حاجی عبدالرحمن صاحب کے سپرد کر دینا۔ جمعہ کی نماز کے علاوہ اور بھی وقتاً فوقتاً مسجد میں جا کر نمازیں پڑھانا''۔ اس کے ساتھ تلقین و ارشاد کی اجازت بھی مرحمت فرما دی''۔

ایک بار عصا ٹیک کر زنانخانہ میں گئے اور سب کو الوداعی پیار دیا۔ فرمایا کہ اب میں گورستان ڈاہراں والے جانا چاہتا ہوں۔ دوشنبہ کے روز ۳ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ بمطابق ۲۸ اگست ۱۹۲۸ء کو جیسے جیسے دن چڑھتا تھا آپ پر بار بار غشی طاری ہوتی تھی۔ آپ نے فرما بھی دیا کہ آج میں رخصت ہو جاؤں گا۔ ہچکی اور سینہ کی گھر گھراہٹ شروع ہو گئی۔ اس عالم بھی سورہ اخلاص کی تلاوت سننے والے آپ کے لبوں کی جنبش سے سنتے تھے۔

وفات

آخر رات کے گیارہ بجے آپ کی روح پاک قفسِ عنصری سے پرواز کر کے عالمِ قدس میں پہنچ گئی اور یہ آفتابِ حقانی اپنی عمر کے پینسٹھ مرحلے طے کرنے کے بعد روپوش ہو گیا۔

حجابِ کثرت از ہم بردریدہ بخلوت گاہِ وحدت آرمیدہ
رہِ وہم وخرد برخویش بستہ بحق پیوستہ واز خویش رُستہ

انتقال کے وقت مندرجہ اصحاب آپ کی چارپائی کے گرد بیٹھے ہوئے زار و قطار رو رو کر تسبیح و تہلیل کر رہے تھے۔ (۱) حاجی عبدالرحمٰن صاحب مقیم مسجد میاں صاحبؒ (۲) میاں محمد ابراہیم صاحب قاری امام مسجد میاں صاحبؒ (۳) حافظ واحد بخش صاحب لائل پوری (۴) مولوی غلام اللہ صاحب برادرِ حقیقی میاں صاحبؒ (۵) مولوی دین محمد صاحب خادم خاص (۶) مولوی اشراف الدین صاحب، لائل پوری (۷) مستری کرم الدین صاحب (۸) میاں فضل احمد صاحب (۹) محمد صدیق ولد نو رالدین شیر فروش (۱۰) میاں محمد ابراہیم صاحب صوفی قصوری (۱۱) میاں فتح اللہ صاحب بی۔ اے (کینٹب) لائل پوری (۱۲) جناب حکیم محمد یوسف صاحب (۱۳) ملک کرم الدین از پھریانوالہ۔

رات کے اڑھائی بجے تک تجہیز و تکفین کا کام مذکورہ بالا اصحاب نے سرانجام دیا۔ تکفین کے وقت یہ سیاہ کار راقم الحروف بندہ حسن علی عفی عنہٗ آپ کے جمال اقدس کی زیارت سے شرف اندوز ہوا۔ اس وقت جو کیفیت طاری ہوئی وہ قیامت تک بھولنے کی نہیں۔ آپ کے محب صادق میاں فتح اللہ صاحب موصوف تو آپ کے فراق میں دیوانے اور مجنون سے ہو گئے۔ گویا انہیں حضور کی وفات کا یقین نہیں آتا تھا۔ آپ کے جنازے کو برابر پنکھا کرتے رہے کہ مبادا شدت گرما سے آپ کو تکلیف پہنچے۔ راتوں رات اکثر شہروں اور دیہاتوں میں اطلاع کر دی گئی۔ صبح تک آپ کے جانثاروں کا جمِ غفیر مختلف دیہاتوں اور شہروں سے حاضر ہو گیا۔ شرقپور کے ہندوؤں اور مسلمانوں نے مکمل ہڑتال کر دی۔ آپ کے مکان کے سامنے حفاظ نے قرآن شریف ختم کیے۔ شنبہ کے روز دن کے دس بجے آپ کا جنازہ ڈاہراں والا قبرستان کی طرف لے جایا گیا۔ جب جنازہ چلا تو لوگ

ان بانسوں سے جن سے آپ کا جنازہ بندھا ہوا تھا ہاتھ لگاتے اور تبرک حا
کرتے۔ عورتیں گھروں کی چھتوں پر آپ کے جنازے کی زیارت کرکے آپ کے ح
میں دعاوثنا کرتی تھیں۔ جب آپ کا جنازہ جنازگاہ میں پہنچا تو اچانک ایک طرف سے
ٹھنڈی ہوا چلی۔ بادل اٹھا۔ آپ کے جنازہ پر موسلادھار مینہ برسا۔ سب لوگوں نے اسے
رحمتِ خداوندی کا نزول سمجھا اور آپ کی کرامت تصور کیا کیونکہ اس سے پیشتر مطلع بالکل
صاف تھا۔ کئی ماہ تک بادل کا نام تک بھی آسمان پر نظر نہیں آتا تھا۔ انسان، حیوان اور پرند
مارے شدت گرما کے نیم جان ہو چکے تھے۔

نمازِ جنازہ

سہ پہر کے وقت چار بجے کے قریب حضرت میاں مظہر قیوم سجادہ نشین رتڑ چھتڑ نے
نمازِ جنازہ پڑھائی۔ خلقت کا اژدھام اس قدر تھا کہ صف بندی بھی مشکل ہوگئی۔ شرقپور
جیسے معمولی قصبہ میں آپ کا جنازہ ایک تاریخی یادگار ہے۔ کئی ہزار لوگ جنازہ میں شریک تھے۔
آپ کی زیارت کے لیے ہندو، سکھ اور دیگر غیر مسلم کثیر تعداد میں آجمع ہوئے۔
نمازِ جنازہ سے پہلے اور بعد میں سب لوگ آپ کے جمالِ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوتے
رہے۔ آپ کا چہرہ مبارک یہ معلوم دیتا تھا گویا کہ حسن وسپیدی میں مصحف کا کوئی ورق ہے۔

تدفین

شام کے قریب قبرستان ڈاہراں والا میں آپ کو سپردِ زمین کیا گیا۔ آپ نے اس
قطعہ زمین کو اپنی زندگی ہی میں اپنی قبر کے لیے پسند فرمایا تھا

خدایا بریں تربتِ نامدار بفضلت کہ بارانِ رحمت ببار

سوزِ دل

میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ دیکھ کر

شان وشوکت سے یہ کس دلہا کی آتی ہے برات تھرتھراتے ہیں فرشتے، کانپتی ہے کائنات

ہر زبردست اس کی سطوت کے مقابل زیر ہے
یہ کوئی شاید محمد کا بہادر شیر ہے

آج اٹھی ہے یہ کس عاشق کی میت دھوم سے
وصل ہے کس کا خدائے قادر و قیوم سے

کس جنید وقت کی میت چلی آتی ہے یہ
قدسیوں کو عصمت و عفت میں شرماتی ہے یہ

لوگ کہتے ہیں ہوا شیر محمد کا وصال
اٹھ گئے گویا ابوذرؓ، ہو گئے رخصت بلالؓ

اب یہ شکلیں پھر نہ دکھلائے گی دنیا دیکھ لو
مصطفٰے کے عاشقوں کی شکل زیبا دیکھ لو

ملت مرحوم کے ماتم میں اب روئیگا کون
دامنوں سے داغہائے معصیت دھوئیگا کون

اے زمین شرقپور! شیر الٰہی کی کچھار
دفن ہوتا ہے تری مٹی میں شیر کردگار

ہے دعا نیّر کی برسے تجھ پر بدلی نُور کی
ہو ہمیشہ تجھ پہ نُور افشاں تجلّے طور کی

(از حکیم علی احمد نیر واسطی۔ لاہور)

ماتمِ کُبریٰ

وَمَا كَانَ قَيْسًا هَلْكُهُ هَلْكَ وَاحِدٍ ۝ وَلٰكِنَّهُ بُنْيَانُ قَوْمًا لَتَهُدِّ مَا

ہائے ہماری بستی تباہ و برباد ہو گئی۔ ہمارا گھر لٹ گیا۔ آج ہمارے سر سے تاج اتر گیا یعنی آفتابِ ولایت روپوش ہو گیا۔ اب غریبوں اور ضعیفوں کی خبر گیری کون کرے گا۔ یتیموں اور بیواؤں کا حال پُرساں کون گا۔ آپ رحیم تھے۔ شفیق تھے۔ صرف انسانوں سے نہیں بلکہ حیوانوں سے بھی۔ اے خدا کے برگزیدہ ولی تیرا وجود شرقپور کے لیے ایک ڈھال تھا۔ تُو نے ٹوٹے ہوؤں کو جوڑا۔ بگڑے ہوؤں کو بنایا۔ روٹھے ہوؤں کو منایا۔ لڑتے ہوؤں کو شیر و شکر کیا۔ اے مصیبت میں غیروں کے کام آنے والے۔ خطا کاروں سے درگزر کرنے والے۔ ہم سیاہ کاروں سے کیوں روٹھ گیا۔ کیا تیرے سوہنے مکھڑے کی زیارت سے اب ہم ہمیشہ کے لیے محروم رہیں گے؟ وہ آپ کا مسجد میں وعظ کرنا۔ مسجد کی در و دیوار کو اپنے وعظ پر گواہ ٹھہرانا۔ تیری کن کن باتوں کو یاد کر کے ہم نہ روئیں گے۔ تیرے انعامات اور فیوض سے ایک دنیا مالا مال ہے۔

اے بادِ مشکبوبگذر سُوئے آں نگار
بکشا گرہ ز زلفش وبوئے بمن بیار

اے شرقپور کے لوگو ذرا گوش ہوش سے سنو! حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ مر گئے ہیں۔ وہ پہلے بھی زندہ تھے اور اب بھی زندہ ہیں۔ بلکہ آپ کی موجودہ زندگی سابقہ زندگی سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اب آپ اپنے محبوبِ حقیقی سے جا ملے ہیں اور توحید کے اس بحرِ ناپیدا کنار میں غوطے لگا رہے ہیں جو آپ کی زندگی کا اصلی اور حقیقی منشا تھا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شُد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

نہ باشد مورد ہرگز انبیارا نہ ہر یک اصفیا واتقیارا

زدارے تابدارے نقل باشد شغل کار دنیا عزل باشد

اولیاء اللہ کو جو زندگی مرنے کے بعد نصیب ہوتی ہے اس کے آگے دنیا کی بادشاہت ہونے کی کچھ وقعت نہیں۔ یہ بات میرے دل کی بنائی ہوئی نہیں۔ قرآن حکیم اس پر گواہ اور ناطق ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ط (ترجمہ) اور نہ کہو جو کوئی مارا جائے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔

بزرگوں کے لیے موت بمنزلہ ایک دروازہ کے ہے۔ جس سے گزر کر وہ خدا تعالیٰ کی ایسی وسیع سلطنت کے وارث جا بنتے ہیں۔ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ط (الدھر ۷۶:۲۰) ترجمہ۔ اور جب تُو دیکھے وہاں تو دیکھے نعمت اور سلطنت بڑی۔

میرے ہم وطن بھائیو! تمہارا اس ذات ستودہ صفات سے اظہارِ عقیدت ومحبت بناوٹی ومصنوعی نہ ہو۔ اگر تمہاری محبت صادق ہے اور تم چاہتے ہو کہ آپ کی پاک روح تم سے راضی وخوش رہے اور اس عالمِ مثال اور برزخ میں خدا کی جناب اور بارگاہ میں تمہاری دُعاؤں کا باعث ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی برکتیں تم پر نازل ہوں تو اس کی واحد صورت یہی ہے کہ تم آپ کی پاک تعلیم پر عمل کرو اور آپ کے پاک اُسوۂ کو اپنے لیے راہِ عمل بناؤ۔ تم نے سب کچھ اپنے کانوں سے سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا ہے۔ مَیں نے اس تالیف میں آپ کی تعلیمات کا لب لباب جمع کر دیا ہے۔ یاد رکھو کہ آپ جن امور کو اپنی حیاتِ طیبہ میں ناپسند رکھتے تھے اب بھی بدستور رکھتے ہیں۔ آپ کے وجود سے مردوں سا برتاؤ نہ کرو بلکہ زندوں کا سا۔

اے خدا کے برگزیدہ بزرگ! میری روح تیری محبت میں گداز ہے۔ میرا دل تیری عزت وعظمت میں لبریز ہے۔ میرے جسم کے ہر رونگٹے اور میرے بدن کے ہر ذرے سے تیری مدح وثنا کا اک شور بپا ہے۔ میری طرف سے لاتعداد سلام وصلوٰۃ تیری روح پر۔ اس سیاہ کار اور ادنیٰ خادم کو اے خدا کے برگزیدہ ولی میدانِ محشر میں نہ بھول جانا۔

افسوس جب آپ کا آفتاب نور وعرفان پوری تابانی سے چمک رہا تھا تو غفلتوں اور تاریکیوں نے دروازہ نہ کھلنے دیا اور جب کہ طلب نے آنکھیں کھولیں اور غفلت نے کروٹ لی تو راہ دور اور نشانِ منزل گم۔ وقت جا چکا اور اب پس ماندگانِ غفلت کی خاطر کب لوٹ سکتا ہے۔

احبّ الصالحین ولستُ منهم
لعلّ الله یرزقنی صلاحاً

حضرت میاں صاحب کی اولاد اور پسماندگان

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں یعنی کل پانچ اولادیں ہوئیں۔ دونوں صاحبزادے اور دو چھوٹی صاحبزادیاں چھوٹی عمر ہی انتقال کر گئے۔ آپ کی بڑی عصمت مآب صاحبزادی کا نام حضرت غلام فاطمہ مرحومہ تھا۔ حضرت غلام فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا تقویٰ اور دینداری میں اپنی نظیر نہیں رکھتی تھیں۔ شب بیدار اور پابند صوم وصلوٰۃ تھیں۔ دینی مسائل سے پوری واقفیت رکھتی تھیں۔ حضرت میاں صاحب کے گھر جو عورتیں آتیں انہیں ہدایت کرتیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے حد درجہ محبت تھی۔ بعض سخت مجبوریوں کی بنا پر نکاح ہو جانے کے بعد اپنے والد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہی عمر بسر کرنی پڑی۔ حضرت میاں صاحب کی والدہ مرحومہ مغفورہ کا جب ۱۳۴۰ھ میں انتقال ہو گیا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کھانے پینے یعنی لنگر خانے کا سارا انتظام ان کے سپرد کر دیا۔ آپ کی یہ محبوب ترین آخری اولاد اپنے باپ کو تن تنہا چھوڑ کر ۱۳۴۳ھ میں عالمِ آخرت کو سدھار گئیں۔ کہتے ہیں کہ جب انتقال کا وقت قریب آیا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور آپ سے معرفت کی بہت سی باتیں کیں۔ حضرت غلام فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کی وفات کا آپ کو سخت صدمہ ہوا لیکن طبیعت بوجہ ضبط وقابو ہونے کے اس کا اظہار عوام الناس سے نہیں کرتے تھے۔ ہاں !! البتہ خواص سے کبھی کبھی فرما دیتے کہ اب میں اکیلا رہ گیا ہوں اور میری باری بھی آ گئی ہے۔ الغرض حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صلب سے کوئی اولاد بوقت رخصت نہیں چھوڑی۔ آپ کی محسوس یادگار آپ کے برادر خورد میاں غلام اللہ صاحب مدظلہ اور دو مہربان بہنیں رہ گئی ہیں۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی رحلت سے چند روز پیشتر سید نور الحسن شاہ صاحب سکنہ حضرت کیلیانوالہ اور میاں بابا عبداللہ صاحب کے روبرو تلقین وارشاد کی ہدایت مرحمت فرما کر میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ چنانچہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ میاں غلام اللہ صاحب میرے قدیمی احباب میں سے ہیں۔ میرے دل میں ان کی بڑی قدر و وقعت ہے۔ شروع شروع میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ان کی طبیعت دنیوی مشاغل مثلاً ملازمت، طبابت اور زمینداره کی طرف راغب رہتی تھی اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دور رس نظر جس کام کے لیے انہیں تیار کرنا چاہتی تھی۔ اس سے قدرے گریزاں تھے۔ لیکن بالآخر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ہی برق نظر نے ان کے سارے حجابات دور کر کے انہیں اپنا ایسا گرویدہ بنایا کہ سوائے اس خاص کام کے سب کاموں سے چھڑوا دیا۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
مے برد آنجا کہ خاطر خواہ اوست

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء

معشوق نہیں کوئی حسین تم سے زیادہ مشتاق ہیں کس ماہ کے انجم سے زیادہ
کیا کہیے تیرے عاشق بیتاب ہیں کتنے ذروں سے زیادہ ہیں یہ انجم سے زیادہ

اگرچہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ رخصت ہوتے وقت اپنی صلب سے کوئی اولاد نہیں چھوڑی لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بعد ایک ایسی جماعت چھوڑ گئے ہیں۔ جو بمنزلہ معنوی اور روحانی اولاد کے ہے۔ وہ بحمد اللہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیض صحبت کے تربیت یافتہ ہیں۔ اکثر اُن میں سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی کا حق نہایت اخلاص سے ادا کر رہے ہیں۔ آپ کے معتقدین و متوسلین کی تعداد کا

تو کوئی گنت شمار ہی نہیں۔ پنجاب کا کوئی ضلع آپ کے احباب سے خالی نہیں ہے۔ وابستہ دربار مکان شریف اور کوٹلہ شریف خزائن برکات وفیضان کا کلید بردار آپ ہی کو سمجھتے ہیں اور اپنے اپنے چراغ اسی مصباح ہدایت سے روشن کرتے ہیں۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دارورسن کہاں

۱۔ حضرت صاحبزادہ مظہر قیوم، سجادہ نشین مکان شریف جن کو اپنے والد بزرگوار میر بارک اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھی۔ اپنے والد کی وفات کے بعد وہی عقیدت اور ارادت جو انہیں اپنے والد سے تھی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رکھتے رہے۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت بھی کی اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے تلقین وارشاد کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ اس طرح گویا حضرت خواجہ مظہر قیوم دوگونہ کمالات کے جامع ہو گئے اور ان کا وجود مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ کی تفسیر کا مصداق بن گیا۔ لباس نہایت سادہ پہنتے ہیں۔ طبعیت میں بناوٹ اور تصنع کا نام تک نہیں۔ غرض کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اکثر صفات میں مشارکت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انوار و برکت کو دائم وقائم رکھے۔

۲۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص جانشین حضرت میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ چنانچہ ان کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔

۳۔ حضرت سید اسمٰعیل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکنہ کرموواله ضلع فیروز پور بھی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک نہایت سلیم الطبع اور مستقل مزاج جانشین ہیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عین حیات میں ہی ان کے ظاہری وباطنی محاسن کی وجہ سے انہیں تلقین وارشاد کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ ضلع فیروز پور وغیرہ کے نواح سے جتنے

لوگ آتے انہیں آپ ارشاد فرماتے کہ اتنی دُور آنے کی ضرورت نہیں۔ اگر ضرورت ہو اسمٰعیل شاہ صاحب سے ملاقات کرلیا کرو۔ آپ میں زہد، سخاوت وحلم وکرم وعفو وشفقت وغیرہ تمام صفاتِ حمیدہ موجود ہیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پروانہ وار عاشق ہیں۔ آپ کے پاس ہر طبقہ کے لوگ کثرت سے آتے ہیں اور آپ کا سلسلہ دن بدن وسیع ہورہا ہے۔ آپ کے مرید بھی آپ کے فیضان کے بیحد مداح ہیں۔

۴۔ حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے گھرانے میں کئی پشتوں سے علم وفضل اور سلوک وتصوف کا کمال چلا آتا ہے۔ خود بھی روشن دماغ عالم ہیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بغیر آپ کے دِل کو کہیں تسکین نہیں ہوئی۔ حضرت میاں صاحب اللہ علیہ نے اپنی طرف سے انہیں بیعت لینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ضلع شاہ پور وغیرہ کی طرف کے لوگ جو یہاں شرقپور آتے، نصیحت فرماتے کہ یہاں آنے کی تکلیف نہ کیا کرو۔ صاحبزادہ محمد عمر صاحب کی خدمت میں جایا کرو۔ صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات کا ابرِ کرم اس قدر برستا تھا کہ دوسرے لوگوں کے لیے باعث رشک ہوجاتا۔

۵۔ حاجی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکنہ ٹولوانوالہ علاقہ قصور۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ علوم ظاہری وباطنی کے ماہر ہیں۔ مدت سے شرقپور میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے زیب وزینت بنے ہوئے ہیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ہی ترکِ وطن کر کے یہاں شرقپور میں مقیم ہوگئے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی مفارقت کو برداشت نہ کرسکتے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دردِ دل سننے والا اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سچا راز دار صحیح آشنا سارے شرقپور میں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوا اور کوئی نہ تھا اور نہ ہی ان

کے سوا حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصل مقام تک کسی کی رسائی ہوئی۔

کس زبانِ مرانمے فہمد ﴿ بغریزاں چہ التماس کنم

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس قدر صفات کے مالک ہیں کہ اس جگہ بیان نہیں ہوسکتیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں ہی میں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تلقین وارشاد کی اجازت فرمائی تھی۔ مرض الموت میں بھی وصیت کی تھی کہ اگر لوگ آئیں اور اصرار کریں تو انہیں اسمِ ذات اور درُود شریف کے وظیفہ کی تلقین کریں۔

۶۔ حضرت سید نُور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیلیانوالہ کو بھی خلافت کی خلعت حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دستیاب ہے۔

۷۔ ایک اور صاحب سید محمد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ معروف علی حیدر شاہ صاحب کو بھی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت لینے کی اجازت فرمائی ہوئی ہے۔

ممکن ہے اور بھی اصحاب ہوں جنہیں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت لینے کی اور حلقہ ارادت میں داخل کرنے اجازت عطا فرمائی ہو لیکن مجھے جس قدر ذاتی علم کی بنا پر اور وثوق واستنباد سے معلوم ہوا میں نے درج کر دیا ہے۔

حلیہ مبارک حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ میانہ قد اور نحیف الجسم تھے۔ رنگ گندمی تھا۔ پیشانی چوڑی۔ ابرو پیوستہ اور داڑھی گھنی تھی۔ داڑھی کے اکثر بال سیاہ اور کچھ سفید تھے۔ چہرہ ہلکا تھا اور اس سے انوارِ حقانی واضح ولائح تھے۔ بینی مبارک درازی مائل تھی اور آنکھوں میں سرمہ لگایا کرتے تھے۔ چونکہ بوجہ گریہ مِنْ خَشْیَتِ اللّٰہ بینائی میں دھندواقع ہوگئی تھی۔ اس لیے بوقتِ وعظ و مطالعہ کتب چشمہ لگا لیتے۔ بالوں میں نیز بدن پر روغن لگا لیتے تھے۔ رفتار بہت تیز تھی۔ چلتے تھے تو یہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ گئے وہ گئے۔ آپ تفکر میں زیادہ رہتے اور ہنستے بہت کم۔ کبھی

کبھی ظرافت کی باتیں بھی فرماتے۔

لباس سفید رنگ کا استعمال فرماتے۔ عام لباس، رومال، پگڑی، کرتہ اور تہہ ہوتا تھا اور پگڑی کے نیچے سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی ہوتی تھی۔

زرد رنگ کا بند گلے کا کوٹ بھی جمعہ کے روز پہنتے تھے۔ جوتا دیسی زرد رنگ کا جھلمی طرز کا اکثر استعمال کرتے تھے۔ جمعہ کے روز خوشبو بھی لگاتے تھے۔ آپ نے سوائے ایک دفعہ کے کبھی پاجامہ استعمال نہیں فرمایا۔ موسمِ سرما میں چرمی موزے استعمال فرماتے تھے۔ طبیعت میں حد درجہ کی نظافت تھی۔ ہاتھوں کی انگلیاں ریشم کی طرح ملائم تھیں۔ نسوار بھی لیا کرتے تھے۔

کرامات و مکشوفات

مقصودِ بالذات ذوق و شوق اور محبتِ الٰہی ہے۔ کشف و کرامات ثمراتِ زائدہ ہیں۔ ہُوئے ہُوئے۔ نہ ہُوئے نہ ہُوئے۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کشف و کرامات کو نہایت ادنیٰ درجہ کی چیز سمجھتے تھے اور آپ نے ظاہر کرنے کی کبھی رغبت و خواہش نہیں کی۔ لیکن بایں ہمہ آپ کے راسخ الاعتقاد احباب سینکڑوں کرامتیں بیان کرتے ہیں۔ کرامت یا خرقِ عادت درحقیقت خُدا کا فعل ہوتا ہے۔ جسے وہ اپنے بندہ کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے۔ مَیں مشتے نمونہ از خروارے ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتا ہوں:

1۔ ایک شخص کی بھینس کے تھنوں سے بجائے دودھ کے خون نکلتا تھا۔ جب ہر جگہ سے وہ شخص لاچار ہوگیا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر ماجرا بیان کیا۔ آپ نے اپنے دسترخوان سے اُسے ایک روٹی عنایت کی اور فرمایا: اسے بھینس کو کھلا دو۔ چنانچہ اُس نے ویسا ہی کیا تو خُدا کے فضل سے اُس کے تھنوں سے دودھ جاری ہوگیا۔

2۔ اکثر دیہاتی لوگوں کی گائیں، بھینسیں وغیرہ وقت پر دودھ نہ دیتیں یا اُنہیں نظر بد لگ جاتی

تو آپ کی خدمت میں آتے۔ آپ کسی کو یہ فرماتے کہ اس گائے یا بھینس کو جا کر یہ کہہ دو الحمد شریف پڑھ دو۔ کسی کو آپ یہ فرماتے کہ اس گائے یا بھینس کو جا کر کہہ دو کہ کیا وجہ ہے؟ تمہیں چارہ اور گھاس ڈالتے ہیں تو تُو دودھ کیوں نہیں دیتی؟ آپ کے ان ارشاد کے عمل کرنے سے اس قسم کی کوئی شکایت باقی نہ رہتی۔

3۔ آپ کی دعا سے مختلف لاعلاج بیماریوں کے کئی مایوس مریض اچھے ہوئے۔ بے اولاد، صاحب اولاد ہو گئے۔

4۔ کئی چور اور ڈاکو آپ کی برکت سے تائب ہو کر راہِ راست پر آ گئے۔

5۔ شرقپور شریف چاہ طیچیانوالہ پر ایک آم کا درخت قطعاً پھل نہ دیتا تھا۔ میاں اللہ بخش کاشتکار چاہ مذکور نے جبکہ ایک بار آپ کا چاہ مذکور کی طرف گزر ہوا۔ آپ سے اس کے متعلق گذارش کی۔ آپ نے دعا کی اس وقت سے برابر ہر سال پھل دیتا ہے۔

6۔ موضع پھریانوالہ میں ایک شخص محمد علی ولد رمضان نامی بہشتی رہتا تھا۔ وہ اپنی زبان سے قصہ یُوں بیان کرتا ہے کہ وہ اپنے والد سے لڑ جھگڑ کر گھر سے بھاگ گیا۔ اُس کے والد نے اُسے بہت تلاش کیا مگر وہ کہیں نہ اُسے ملا۔ آخر اُن کے والد صاحب حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے دعا کے لیے درخواست کی۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جاؤ اور اطمینان سے بیٹھ رہو۔ اگر خُدا کو منظور ہوا تو تمہارا بیٹا آ جائے گا۔ وہ رات کے وقت کسی مسجد میں سو رہتا تھا۔ وہ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ رات کے وقت اُس کے خواب میں ارشاد فرما رہے ہیں کہ بیٹا اپنے وطن باپ کے پاس چلے جاؤ۔ دوسری رات بھی یہی واقعہ ہوا۔ آخر تیسری رات جب اُس نے یہ ماجرا دیکھا تو صبح اٹھتے ہی اپنے گاؤں پہنچ کر دم لیا۔

7۔ کئی ملزموں کو پھانسی کی سزا ہو جاتی۔ اُن کے ورثا آپ کی خدمت میں آتے۔ آپ کی دعا

سے ٹل جاتی۔

اولیاء راہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گرداند ز راہ

8۔ کئی مقروض اور تنگدست آپ کی خدمت میں آتے۔ آپ کی دعا و برکت سے ان کے رزق میں فراخی ہوتی اور قرض کے بار سے سبکدوش ہو جاتے۔

9۔ آپ کے لنگر خانہ کے طعام میں ایسی برکت ہوتی تھی کہ اگرچہ معلوم ہوتا تھا کہ کھانا مہمانوں کی نسبت تھوڑا ہے لیکن سارے مہمان اور فقراء سیر ہو کر کھا لیتے۔ پھر بھی کھانا بچ رہتا یا برابر ہو جاتا تھا۔

10۔ میاں غلام اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ایک وقت ایسا تھا کہ دنیا مجھے تھالی کیطرح معلوم ہوتی تھی۔ ایک بار یہ بھی فرمایا: مَیں شاہی مسجد لاہور میں گیا۔ وہاں ایسا معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ میرے پاس آ گیا ہے اور مَیں نے اس کا طواف کیا ہے۔

11۔ اس نوع کے بہت سے واقعات حاجی صاحب بیان کرتے ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو خانہ کعبہ کا حج کرتے ہُوئے دیکھا ہے۔ (آپ نے ظاہرا حج نہیں کیا)

12۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بعض اوقات صاحب سلوک اور اہلِ باطن آتے تو حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور وہ ایک دوسرے کی طرف دوزانو ہو کر مراقبہ کی صورت میں بیٹھ جاتے۔ اسی خاموشی کے عالم میں ہی سارے مطالب حل ہو جاتے اور وہ رُخصت ہو جاتے۔ بعض لوگوں کی صرف پنڈلی یا زانو دبانے ہی سے مطلب براری ہو جاتی۔

۱۳۔ ہندوستان کے اکثر اولیاء اللہ قدس سرّہم کے مزارات پر آپ تشریف لے جا
اور عالمِ مراقبہ میں اُن کے ارواحِ پُر فتوح سے آپ کی ملاقات ہوتی اور وہ ارواح آپ
توجہ فرماتے۔

عرضِ مؤلف

زباں زنکتہ فرو ماند وراز من باقیست بضاعتِ سخن آخر شد وسخن باقیست

اِس امر کا مَیں اعتراف کرتا ہوں کہ کتاب میں بعض فروگذاشتیں رہ گئی ہیں۔
ملفوظات، کمالات اور کرامات کا حصہ بہت مختصر لکھا گیا ہے۔ آپ کی زندگی کے بعض
اور شعبوں پر بھی بہت کچھ تحریر کیا جا سکتا تھا۔ لیکن تاہم جس قدر لکھا ہے۔ گرچہ مختصر اور مجمل
ہے۔ لیکن واقعات اور صداقت کے لحاظ سے قابل اعتماد و وثوق ہے۔ قارئین کرام سے
درخواست ہے کہ کتاب کے مطالعہ کے وقت الفاظ کی بندش و برجستگی کے بجائے اصل
مضمون اور حقیقی غرض و غایت کو پیشِ نظر رکھیں۔ قارئین کرام کی حرف گیری اور نکتہ چینی سے
پہلے ہی مجھے اپنے عجز اور ہیچ میرزی کا پُورا پُورا احساس ہے۔

نہ گُلم، نہ برگِ سبزم، نہ درختِ سایہ دارم ہمہ حیرتم کہ دھقان بچہ کار کشت مارا

میرے عزیز دوستو! اِن اوراقِ پریشان میں جو کچھ درج ہو چکا ہے اس میں کوئی
نئی بات نہیں۔ یہ تمام وہی صداقت ہے جس کی طرف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تڑپ تڑپ کر اور لَوٹ لَوٹ کر متواتر تیس سال تک تمہیں بلاتے اور پکارتے رہے۔ میرا
خیال ہے کہ ان کی دعوتوں کی پیہم صدائیں جو اُن کی زبان سے فریاد کا اضطراب اور طلب کی
چیخ بن کر نکلتی تھیں اور تمہارے پتھر کے دلوں سے ٹکرا ٹکرا کر واپس آجاتی تھیں۔ ابھی تک

تمہارے حافظہ سے فراموش نہیں ہوگئی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا کی ایک کایا پلٹ دی ہے لیکن خاص شرقپور میں بہت کم روحیں ایسی نکلیں جن کو حقیقت کا فہم ہوتا۔ بہت کم دِل ایسے ملے جو دولتِ عشق وطلب سے معمور ہوتے۔

من بہر جمعیتے نالاں شدم ... جُفت خوشحالاں و بدحالاں شدم

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من ... وز درون من نجست اسرارِ من

سرِ من از نالہ من دُور نیست ... لیک کس را گوش آں منظور نیست

آخر محمد کے اِس بہادر شیر کو جو دنیا میں صِرف محمد کے دین کی خدمت کے لیے آیا تھا اور صِرف اسی کے لیے جیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم جیسے ناقدر شناسوں سے ہمیشہ کے لیے چھین لیا۔ اگر ہم اس عظیم الشان شخصیت کو اس کی زندگی میں نہ پہچان سکے تو کیا تو اَب ہمارا فرض نہیں کہ موت کے بعد اسے پہچانیں اور جس مقصد کے لیے وُہ آیا تھا اس کے تکمیل کی کوشش کریں۔

آخر میں، مَیں حضرت میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیش بہا احسان کا معترف ہُوں کہ آپ نے ''حیاتِ جاوید'' کی نظرِ ثانی کر کے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور اس تالیف کی تکمیل کی ضروریات بھی مہیا فرمائیں۔ نیز میاں محمد ابراہیم صاحب قصوری کا ممنون ہُوں کہ مجھے ملفوظات کے باب میں اُن کی معلومات سے گراں قدر مدد ملی ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ علٰے رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ۝

معمورۂ تمنا

ملک حسن علی بی اے (جامعہ ملیّہ) شرق پُور

شجرہ نقشبندیہ

تصنیف حضرت امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ پیرِ طریقت حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اے خدا مجھ پر عطا کر باطفیلِ مصطفٰے
واسطے صدیق اکبر ہے وہ صادق بے ریا

واسطے سلمان فارس قاسم و جعفر ولی
باطفیل بایزید و بوالحسن اور بو علی

واسطے ہمدان یوسف عبد خالق غجدوان
خواجہ عارف ریوگر محمود کی خاطر چناں

واسطے خواجہ علی راہ متیں کے اے خدا
خواجہ بابا سماسی میر آلِ مصطفٰے

واسطے خواجہ بہاؤ الدین کہ ہے مشکلکشا
حضرت یعقوب چرخی کیلیے ہے التجا

واسطے خواجہ عبید اللہ کے ہے میری یہ عرض
خواجہ محمد زاہد کیخاطر خدایا الغرض

واسطے درویش میری عرض ہے درباز گاہ
خواجہ امکنگ خاطر میرے اوپر کر نگاہ

واسطے خواجہ محمد باقی باللہ باصفا
خواجہ احمد مجدد الف ثانی باخدا

خواجہ معصوم حضرت الف ثانی کے پسر
خواجہ عبد الاحد کی خاطر خدایا لطف کر

واسطے سعید کی خاطر حنفی و پارسا
واسطے شیخ محمد خواجہ زکی باخدا

واسطے خواجہ محمد حاجی احمد کر نظر
باطفیل شاہ حسین نظر رحمت فضل کر

واسطے ان قطب عالم پیر پیراں دستگیر
خواجہ حضرت امام علی شاہ روشن ضمیر

واسطے ان پیر صادق علی شاہ خلف امام
ماسوا اللہ حُب دل سے دور ہو میرے تمام

واسطے ان خواجگان نقشبنداں اے خُدا
بر امیر الدین نظر کر فضل سے ہر دم عطا

ہے امیر الدین فدا سب عاشقاں اللہ کے پر
عشق اپنی ذات کا کرنا عنایت ایس پر

واسطے شیر محمد ہادی رحمۃ اللہ علیہ راہنما
غیر سے مجھ کو ہٹا کر حُب اپنی کر عطا

التماس

معزز ناظرین! ہمارا ارادہ ہے کہ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت میاں شیر محمد صاحب قدس سرّہٗ کی یادگار میں ایک ماہوار رسالہ "پیغامِ رسول ﷺ" کے نام سے جاری کریں جس کے مقاصد یہ ہوں:-

(۱) قرآن وسنت یعنی پیغام الٰہی اور پیغام رسول ﷺ کی نشر واشاعت۔

(۲) مصلحین امت محمدیہ ﷺ اور علماء وصُلحا کی سیرتوں کا پیش کرنا۔

(۳) دورِ حاضرہ کی بہترین علمی اور حیرت انگیز معلومات کا ذخیرہ فراہم کرنا۔ اسکی تعلیم حقیقی شریعت اور طریقت کے مطابق ہوگی۔ اسکے مضامین صحیح جذباتِ انسانی کے متعلق ہوں گے اور اس کا لٹریچر نہایت سلیس اور پراز متانت ہوگا لیکن اس کام کا شروع کرنا آپ لوگوں کی خواہش، سرپرستی اور معاونت پر مبنی ہے۔

جُملہ خط وکتابت بنام مولوی محمد عاشق، امام مسجد جامع شرقپور ضلع شیخوپورہ (پنجاب)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةًج (النحل۔97)

تجلّیاتِ شیرِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

(حصہ سوم)

بحوالہ آفتابِ ولایت

یعنی

اعلیٰ حضرت شیرِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وتعلیمات پر ہونے والی تحریری

کاوشوں کا مجموعہ

کاوش: ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری

نظرِ ثانی: ابوالبقاء قدر آفاقی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَھُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ج (النحل۔97)

جس نے نیک عمل کیا وہ مذکر ہو یا مؤنث میں سے ہم اُسے پاکیزہ زندگی دیتے ہیں۔

خوشا شیرِ حق شمع بزمِ ہدایت

اِمامُ الہُدیٰ آفتابِ ولایت

آفتابِ ولایت

یعنی

سوانحعمری زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، برہان الواصلین، حجۃ الکاملین، حامیٔ شریعت، شہبازِ طریقت، ہادیٔ راہِ حقیقت، سلطان الاولیاء، آفتابِ ولایت، ربانی، مجددِ عصر، قبلہ عالم، مخدومنا اعلیٰحضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

حسبُ الارشاد

جناب صاحبزادہ میاں غلام احمد صاحب، سجادہ نشین آستانہ عالیہ

مُصَنّفہ

خاکپائے سگِ دربارِ شیرِ ربانی احمد علی شرقپوری غفرلہٗ الصمد

ملنے کا پتہ: مکتبہ حضرت میاں صاحب شرقپور شریف

تہدیّہ

آفتابِ ولایت

آفتابِ ولایت کے نام

ع: گر قبول افتد زہے عز و شرف

ناچیز

احمد علی عفی عنہٗ

مطبوعہ: اشرف پریس، ایبک روڈ، لاہور

طبع اول: تعداد دو ہزار

قیمت: ایک روپیہ دو آنے

ناشر: احمد علی شرقپوری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

حمد باری تعالیٰ

حمد بیحد مر خدائے پاک را | آنکہ ایماں داد مُشت خاک را
آنکہ در آدم دمیدہ رُوح را | داد از طوفاں نجاتے نُوح را
آنکہ فرماں کرد قہرش بادرا | تا سزائے داد قومِ عادرا
آنکہ لُطف خویش را اظہار کرد | بر خلیلش نار را گلزار کرد
آں خُدا وندے کہ ہنگامِ سحر | کرد قومِ لُوط را زیر وزبر
چُوں عنایت قادرِ قیّوم کرد | در کفِ داوٗد آہن موم کرد
با سلیماں داد ملک و سروری | شُد مطیع خاتمش دیوو پری
اُوست سُلطان ہرچہ خواہد اُو کند | عالمے را دردمے ویراں کُن
ہست سُلطانی مُسلم مرورا | نیست کس را زہرۂ چُون وچرا
از زمینِ خُشک رویان گیاہ | آسمان رابے ستُوں دارد نگاہ

ہیچکس در ملکِ اُو انبازنے!
قولِ اُو راالحن نے آوازنے!

(شیخ فرید الدین عطارؒ)

نعت

سیدُ المرسلین حبیب ربُ العالمین ختم الانبیاء

حضرت حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بعد ازیں گویم نعتِ مُصطفیٰ — آنکہ عالم یافت از نورش صفاء

سیدُ الکونین ختم المرسلین — آخر آمد بود فخر الاولین

آنکہ آمد نُہ فلک معراجِ اُو — انبیا و اولیا محتاجِ اُو

شُد وجودش رحمۃً للعالمین — مسجدِ اُو شُد ہمہ روئے زمیں

صد ہزاراں رحمتِ جاں آفریں — بروے و برآلِ پاک طاہریں

آنکہ شُد یارش ابوبکرؓ و عمرؓ — از سرِ انگشت اوشق شد قمر

آں یکے اُو را رفیق غار بود — وآں دگر لشکر کشِ ابرار بود

صاحبش بودند عثمانؓ و علیؓ — بہر او گشتند در عالم ولی

آں یکے کانِ حیا و حلم بود — واں دگر باب مدینہ علم بود

آں رسول اللہ کہ خیر الناس بود — عم پاکش حمزہؓ و عباسؓ بود

ہر دم از ما صد درود و صد سلام

بر رسول و آل و اصحابش تمام

(شیخ فرید الدین عطار)

ارشادات وتعلیمات شیرِ ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ

توحید کے متعلق ارشادات:

- ''یہی سارا کمال نہیں کہ منہ مغرب کی طرف کرلیا جائے، ایسا تو دوسری قومیں بھی کرتی ہیں، بلکہ کمال اس میں یہ ہے کہ توحید اور رسالت کو اس طرح جانو جس طرح جاننے کا واقعی حق ہے''۔
- ''توحید اور رسالت باہمی مربوط ہیں۔ توحید کے بغیر رسالت نہیں اور رسالت کے بغیر توحید نہیں'' (یعنی توحید کی معرفت رسالت کے بغیر ممکن نہیں)۔
- ''اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مان کر امر و نہی پر سختی اور استقامت سے عمل کرنا اور حضور اقدس ﷺ کو سچا پیغمبر مان کر صدق دل سے اتباع سنت کرنا ہی بڑی سعادت ہے۔ جب اس پر دل و جان سے عمل ہوگا تو باقی جملہ امور از خود فرمان خداوندی کے عین تابع ہو جائیں گے''۔
- ''اسلام کے پانچ رکن ہیں اور ایمان کے دو یعنی رسالت و توحید۔ کیونکہ رسالت کی متابعت سے توحید تک پہنچا جا سکتا ہے اور ایمان میں تصدیق قلبی ہوتی ہے''۔
- ''اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جانو''۔
- ''جب خداوند کریم کو حاضر و ناظر جانتے ہو تو پھر اس کی نافرمانی کیوں کرتے ہو؟ اور جو کہے کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر نہیں وہ کافر ہے''۔
- ''کلمہ پڑھنے کو تو پڑھتے ہیں لا الہ الا اللہ مگر اس پر عمل نہیں کرتے معاذ اللہ''۔
- ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے حقیر پانی (منی) کی ایک بوند سے انسان کو پیدا کیا''۔
- ''ہمہ اعضاء اجسام درست پیدا فرمائے۔ کان، ناک، آنکھ، زبان، ہاتھ اور پاؤں

پیدا فرمائے۔ ان میں سے اگر کوئی ضائع ہو جائے یا خراب ہو جائے تو قادرِ مطلق کے علاوہ وہ کون کاریگر ہے جو اسے درست کرے؟ بس ہر دم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ دانا عبرت حاصل کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ انسان کو نیست سے ہست میں لایا۔ تو دیکھ نہیں سکتا مگر وہ تیرے ہر نفس (سانس) کی رفتار سے بھی واقف ہے"۔

- "دل و جان جو تمہارے پاس ہے، یہ اللہ کی امانت ہے"۔
- "آدمی اپنی نفسانی خواہشات کی خاطر اللہ تعالیٰ سے گلہ و شکوہ کرتا ہے (معاذ اللہ) حالانکہ اس کو چاہیے کہ ہر حالت میں رب کریم کا شکر ادا کرتا رہے"۔
- "کارخانہ قدرت میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ حکم خداوندی کے تحت ہو رہا ہے"۔
- "جو خدا سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے خواہ وہ کسی اور جنس میں سے ہی کیوں نہ ہو"۔
- "خداوند کریم دم بدم تیری نگرانی اور حفاظت کرتا ہے، بے شمار نعمتیں عطا فرماتا ہے کیا تو نے بھی کبھی اس کا حقیقی شکر ادا کیا ہے؟
- "تو خداوند کریم پر قربان ہو جا، وہ تجھ پر جنت نثار کر دے گا"۔
- "جس کی طرف رب اس کی طرف سب"۔
- "اس وحدہ لاشریک کا پتہ حضور ﷺ نے بذریعہ سورہ اخلاص دیا"۔
- "وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے دین کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ حضور ﷺ ہی کی خاطر ایجادِ دو عالم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس دین کو سب پر غالب رکھے گا"۔
- "مخلوق کا سوالی نہ ہو، خالق کی طرف رجوع کرنے والا ہو اور اسی سے سوالی ہو"۔
- "ہر چیز اپنے رب سے مانگ۔ جو کچھ تیری قسمت میں ہو گا مل کر ہی رہے گا"
- "جب عظمت الٰہی دل میں موجود ہو تو پھر کس کی مجال ہے جو اسے ہراساں اور پریشان کرے"۔

- ''جو دردِ دل کا مریض ہے، اس کا علاج دیدار یار ہی سے ہوسکتا ہے''۔
- ''ذات باری بے مثال ہے اور لا فانی ہے۔ کوئی اس سے مشابہ نہیں ہوسکتا''۔
- ''حق جل مجدہ کی ذات نہ تقسیم ہوسکتی ہے، نہ محدود ہوسکتی ہے اور نہ شمار میں آسکتی ہے''۔
- ''قرآن پاک کا تہائی حصہ ذات باری تعالیٰ کی توحید کے متعلق ہے''۔

رسالت کے متعلق ارشادات:

- ''اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا پتہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے ہی دیا''۔
- ''حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے افضل و اعلیٰ ہیں اور سب انبیاء علیھم السلام پر حضور ﷺ کے احسانات ہیں''۔

همه انبیاء در پناه تو اند مقیم در بارگاه تو اند
تو ماه منیری همه اختر اند تو سلطان ملکی ، همه چاکر اند

ترجمہ:

یا رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام آپ کی پناہ میں ہیں اور آپ ﷺ کے آستانے کے باشندے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ روشن چاند ہیں اور وہ (انبیاء کرام) ستارے ہیں، آپ سلطنت خداوندی کے بادشاہ ہیں اور وہ (انبیاء کرام) سب خادم (وزیر) ہیں۔

- ''ہمارے حضور پر نور نبی کریم ﷺ اپنے جسد اور روح دونوں کے ساتھ زندہ ہیں۔ زمین اور ملکوت کے اطراف میں جہاں چاہتے ہیں، سیر فرماتے ہیں''
- ''جس طرح گلاب تمام پھولوں کا سردار ہے اسی طرح ہمارے نبی ﷺ بھی تمام رسولوں کے سردار ہیں۔
- ''اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام اور قرآن کا پتہ ہمیں صرف اور صرف نبی کریم ﷺ نے ہی دیا ہے''۔

- ''اگر اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کے نور کو ظاہر کرنا مقصود نہ ہوتا، تو اپنا آپ ہرگز ظاہر نہ فرماتا''۔

بنا ساری خدائی سے محمد مصطفےٰ ﷺ پہلے
نہ آدم، نہ فرشتہ تھا، نہ تھا ظاہر خدا پہلے

- ''رسول اللہ ﷺ انسانوں کے علاوہ جنوں کے بھی رسول ہیں''۔
- ''حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حضور ﷺ فرشتوں کے رسول تھے''
- ''تمام پیغمبر علیہم السلام عادات درست کرنے کے واسطے مبعوث ہوئے''۔
''کیونکہ قیامت کے دن فیصلہ عادات پر ہوگا۔ لہذا عادات کا درست کرنا اشد ضروری ہے''۔
- ''پہلے رسالت پھر توحید، اگر رسالت کے تابع نہ ہوگا توحید سے دور ہو جائے گا''۔

فضائل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

- ''حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ جن وانس کے علاوہ ہر چیز کے بھی رسول ہیں''۔
- ''حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دنیا میرے سامنے پیش کر دی تو میں واقعات عالم کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے کوئی چیز ہاتھ کی ہتھیلی پر موجود ہو۔ لہذا نہایت ضروری ہوا کہ ہمہ افعال، اقوال اور احوال میں سنت کی پیروی ہو، اسی میں صحیح عزت نصیب ہوگی''۔
- ''جو کچھ دین کی نعمتیں ہمیں ملی ہیں، یہ سب حضور نبی کریم ﷺ کے طفیل نصیب ہوئی ہیں''۔
- ''قادر مطلق کا حکم ہے، جو نبی کریم ﷺ کے فیصلہ پر راضی ہوگا اللہ تعالیٰ بھی اسی پر راضی ہوگا''۔
- ''جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر حضور ﷺ کے احکامات کی

پیروی نہیں کرتا، وہ جھوٹا ہے، جھوٹا ہے"۔

- "ہمیں جو کچھ نصیب ہوا ہے یہ سب حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک نور علیٰ نور سے ملا ہے"۔
- "اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا: جو فرض کی ادائیگی میں سستی کرے اسے آپ پکڑلیں اور جو سنت میں غفلت کرے گا اس کو میں پکڑ لوں گا"۔
- "اگر نبی کریم ﷺ راضی ہیں تو رب العالمین بھی راضی ہے"۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

"قرآن شریف حضور نبی کریم ﷺ کی صفات سے بھرا پڑا ہے"۔

- قیامت کے دن سات گروہ سایۂ عرش میں خوش باش ہوں گے اور سایہ عرش کے نیچے محفوظ ہوں گے۔ لوگ پوچھیں گے کیا آپ کا ابھی حساب و کتاب نہیں ہوا۔ وہ جواب دیں گے کیسا حساب و کتاب؟ لوگ پھر پوچھیں گے وہ کونسا نیک عمل تم لوگوں نے کیا ہے جو یہ درجہ ملا، وہ جواب دیں گے یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی اتباع سنت نبوی ﷺ کی وجہ سے ہوا ہے۔

فقہی و علمی لطائف کے متعلق ارشادات:

سورۃ العصر کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے فی البدیہہ فرمایا:

- "یہ کلام اللہ ہے، جو ہمارے پاس حضور اقدس ﷺ لائے ہیں۔ اس میں وقت عصر کی یا حضور انور ﷺ کے زمانہ کی قسم اٹھائی گئی ہے۔ اس میں عبرت کا مقام غور طلب ہے۔ جس طرح دن کا بیشتر حصہ گزر کر انجام کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ جو پھر واپس نہیں آ سکتا اسی طرح انسان کی زندگی بھی زوال پذیر ہے"

ایک شخص سے پوچھا "تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: ابراہیم، آپ نے فرمایا: تو کہاں کا ابراہیم ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے تو اپنے بیٹے کی گردن پر چھری چلادی تھی"۔

- لَا کی تلوار سے جب تک فنا نہ ہوا اللہ تک پہنچ نہیں سکتا۔

- ایک شخص جو داڑھی منڈا تھا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا مہر دین۔

فرمایا: شادی شدہ ہو؟ عرض کیا ''حضور شادی شدہ ہوں'' فرمایا: بیوی کا سر بھی مونڈ دو: پھر مہر اور دین پورا بن جائے گا''۔

اس نے اپنے فعل سے توبہ کی اور آئندہ پکا وعدہ کر لیا''۔

- ''شریعت کا فتویٰ ظاہر پر ہے اگر کوئی خلوص نیت سے ظاہری طور و اطوار درست کرلے تو خداوند کریم اس کے باطن کو بھی درست فرما دیتے ہیں''۔
- ''انسان اپنی ادنیٰ سے ادنیٰ خواہش کو پورا کرنے کے لیے بے حد جدوجہد کرتا ہے حتیٰ کہ بغیر جوتی چل پھر بھی نہیں سکتا، مگر ہائے افسوس لوگ قرآن شریف پر عمل کیے بغیر زندگی کے دن کیسے گزار دیتے ہیں''۔
- ''کسی سے اگر پوچھا جائے کہ پہنے ہوئے لباس میں فلاں سے فلاں چیز کتنے کی لی ہے تو وہ ضرور قیمت بتائے گا، لیکن اگر پوچھا جائے کہ دین کتنے کا لیا تو کیا جواب دو گے؟
- ''مسلمانی در کتاب و مسلمان در گورست''۔ (یعنی مسلمانی کتاب میں اور مسلمان قبر میں ہے)۔
- ''اے انسان تو نے کبھی غور نہ کیا میں کیا ہوں؟ کہاں سے آیا؟ کہاں جاؤں گا؟ کیا ہو گا؟ کیا کرنا ہے؟ اور کیا کرتا ہوں؟''
- ''خلاف سنت کام کرنے والے کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو رنج ہوتا ہے اور جو حضور کو رنج پہنچائے دونوں جہاں میں ذلیل ہوتا ہے''۔
- ''روح عجیب چیز ہے نہ اس کے آنے کا پتہ چلتا ہے اور نہ جانے کا۔ جب روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے تو جسم مردہ ہو جاتا ہے۔
- ''لا کی تلوار سے تمام خواہشات نفسانی کو قتل کر کے الا اللہ کی وادی انوار و اسرار میں

ابدی طور پر داخل ہو جا مگر یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بغیر کہاں نصیب ہو؟"

- "اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا رشتہ اختیار کر لے کہ تیری ذات کی بو تک نہ رہے، مگر یہ ہے بہت مشکل"۔
- "مسلمان آگ میں کود جانے کو آسان جانے، مگر سنت کو چھوڑنا مشکل جانے"۔
- "اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی عزیز سے عزیز چیز کو قربان کرو"۔

ہر چہ داری صرف کن در راہ او لن تنالوا البر حتی تنفقوا

- "چودھریوں، نمبرداروں اور عزت والوں کے لیے لازمی ہے کہ وہ دین کی اشاعت میں کوشش کریں"۔
- "جو کھایا سو گوایا، جو جوڑا سو بوڑا اور جو دیا سو لیا"۔
- "ایمان اور اسلام مل کر دین بنتا ہے۔ دین باطن کو صاف رکھتا ہے اور اسلام ظاہری شکل و صورت کو درست رکھتا ہے اور افعال و اقوال کی اصلاح کرتا ہے"۔
- "قرآن شریف کا ہر نقطہ، زیر، زبر اور پیش اپنی اپنی جگہ پر جامع ہے۔ ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ قرآن پاک رسمی طور پر پڑھیں گے۔ مرد عورت پڑھنے والے زیادہ ہوں گے لیکن عمل نہیں ہوگا"۔
- "نبی پاک ﷺ کا دین اس قدر سچا ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے سب سچے دینوں کو بھی منسوخ کر دیا تو بھلا جھوٹے دینوں کی کیا حیثیت ہے؟"
- "شادی صرف دودھ کے ایک پیالہ سے بھی ہو سکتی ہے پھر اتنی فضول خرچی کیوں؟"
- "جو شخص اپنی خواہشوں کے تابع ہو جائے وہ انسان نہیں رہتا بلکہ مثل کتے کے ہو جاتا ہے"۔

فضائل علم وعلماء:

- ''ہر مسلمان مرد وعورت پر دین کی نگرانی کرنا فرض ہے''۔
- ''آج کل لوگ نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے شریعت کے فتویٰ کو تلاش کرتے ہیں مگر دین حق کی تلاش میں کوشش نہیں کرتے''۔
- ''دین کی اشاعت میں ملامت اٹھانے والا اللہ کے نزدیک پیارا ہے''۔
- ''ہر مسلمان مرد وعورت پر لازم کردیا گیا ہے کہ دین کی حفاظت اور نگرانی کرے''۔
- ''اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو فرمایا کہ تیری امت کے علماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہمت رکھنے والے بنادیے ہیں''۔
- ''دینی علم پڑھ کر دین کی ہدایت کرنی چاہیے۔لوگوں کو بری باتوں سے روکنا اور نیک باتوں کا رواج ڈالنا چاہیے''۔
- ''دین کی خاطر ہر طرح کی مصیبت اور طعنہ برداشت کرنے والے کو اللہ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ملے گا، جو اسی کا حصہ ہوگا''۔

عبادات:

- ''خداوند کریم نے ہر چیز انسان کے لیے پیدا فرمائی ہے، مگر انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے''۔
- ''نفلی عبادت فرضیت کو تقویت دیتی ہے مثل چھلکا بیضہ کے''۔
- ''نماز نہایت عاجزی ،اطمینان اور توجہ سے پڑھی جائے تاکہ اس کا اثر چہرے سے عیاں ہو، ممنوع افعال سے ہمیشہ بچا جائے''۔
- ''زمین کے جس ٹکڑے پر عبادت کی جاتی ہے وہ ٹکڑا قیامت کے دن عبادت کرنے

والے کے لیے سفارش کرے گا"۔

- "نماز کی شکل ہے، لیکن نظر نہیں آتی، جس طرح روح نظر نہیں آتی"۔
- "نمازی کے لیے لازم ہے کہ وہ دوسروں کو بھی نماز کی طرف بلائے"۔

روز محشر کہ جان گداز بود اولیں پرسش کہ نماز بود

- "جب اذان کی آواز کان میں آئے تو فوراً کھڑے ہو جاؤ نماز میں غفلت تباہی کا موجب ہے"۔
- "جب نماز میں کھڑے ہو تو یہ خیال کرو کہ تم تمام مکروہات دنیوی کو چھوڑ کر دربار الٰہی میں کھڑا ہوں"۔

معاملات:

- "برادری، خویش و اقارب کے حقوق کا خیال رکھنا چاہئے اور دنیوی معاملات ترک نہیں کر دینے چاہئیں"۔
- "خود نیک، صالح اور پرہیز گار بنو اور گھر والوں کو بھی دوزخ کی آگ سے بچاؤ یہ ان کے ساتھ اچھی دوستی اور محبت ہے"۔
- "جب گھر میں لڑکا، لڑکی، بھائی اور بیوی وغیرہ بے نماز ہوں اور گھر کا مالک ان کو نماز کا پابند نہ کرے تو اسے باز پرس ہوگی"۔
- "ہمہ افعال، اقوال اور معاملات اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ہوں گے تو یہ عین عبادت ہوگی"
- "کسی کی دل آزاری نہیں کرنی چاہئے خواہ گھر کا کوئی فرد ہو یا باہر سے کوئی ہو، یہاں تک کہ گاؤں کے کسی انسی (نچلی قوم) کو بھی دکھ نہیں پہنچانا چاہیے"۔
- "بیوہ، یتیم اور غریب کا خیال رکھنا چاہیے"۔

نعت شریف

سارے نبیوں کے عہدے بڑے ہیں
لیکن آقا کا منصب جدا ہے

وہ امام صف انبیاء ہیں
ان کا رتبہ بڑوں سے بڑا ہے

کوئی لفظوں میں کیسے بتا دے
ان کے رتبے کی حد ہے تو کیا ہے

ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے
صرف اللہ ان سے بڑا ہے

وہ جو اک شہر نور الھدٰی ہے
جلوہ گاہوں کا اک سلسلہ ہے

جس کی ہر صبح شمس الضحٰے ہے
جس کی ہر شام بدر الدجٰے ہے

نام جنت کا تم نے سنا ہے
میں نے اس کا نظارہ کیا ہے

میں یہاں سے تمہیں کیا بتا دوں
ان کی نگری کی گلیوں میں کیا ہے

مستقل ان کی چوکھٹ عطا ہو
میرے معبود یہ التجا ہے

کوئی پوچھے تو یہ کہہ سکوں میں
باب جبریل میرا پتہ ہے

آفتابِ ولایت

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اور بچپن

آپ ۱۸۶۳ء میں بمقام شرقپور شریف پیدا ہوئے۔ آپ مادرزاد ولی تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام مائی عائشہ تھا جو میاں بدرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصوری کی صاحبزادی تھیں۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن عام بچوں کی طرح نہ تھا بلکہ آپ بچپن ہی سے بڑے متقی اور بڑے پرہیزگار تھے۔ اس کا اثر صرف آپ کے والد حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ پر ہی نہ تھا بلکہ آپ کے نانا حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ سے بے حد محبت کرتے تھے۔

حیاء

آپ کی حیاء حد درجہ کی تھی۔ ”خزینہ معرفت“ میں لکھا ہے: ”حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بچپن کی عمر میں جب محلہ سے گزرتے تو سر پر چادر اوڑھی ہوتی تھی اور محلہ کی عورتیں کہتی تھیں کہ یہ ہمارے محلہ میں ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے جو چہرہ پر نقاب لے کے چلتی ہے“۔

علاوہ ازیں بچپن کی عمر میں گھوڑے کی سواری کا بہت شوق تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جس گھوڑی پر سوار ہوتے وہی آپ کی مطیع ہو جاتی تھی۔ شرقپور کے لوگ آپ کو گھوڑوں کے ”وحی“ (ملک الموت) کہا کرتے تھے۔

تعلیم و تربیت

سب سے پہلے آپ کو قرآن مجید کی تعلیم دی گئی۔ جب آپ نے قرآن مجید پڑھ

لیا تو پھر آپ کو مڈل سکول شرقپور میں بٹھایا گیا مگر آپ کی طبیعت مدرسہ میں بالکل نہیں لگتی تھی۔ بڑی مشکل سے آپ نے پانچویں جماعت تک تعلیم پائی۔ یہ تو اوپر بیان ہو چکا ہے کہ آپ عام بچوں کی طرح نہ تھے۔ جب سکول سے چھٹی ہوتی تو آپ سیدھے سکول سے مسجد چلے جاتے اور گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر "اللّٰـــــــہ" کا ذکر کرتے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ "ذِکْرُ اللہِ ضِیَاءُ لِلْقُلُوْبِ" مدرسہ کی تعلیم کے بعد فارسی کی چند کتابیں آپ نے اپنے چچا حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ پھر آپ کی طبیعت خوشنویسی کی طرف مائل ہو گئی۔ آپ کے دِل میں خوشنویسی کا شوق ابتداء ہی سے تھا۔ مدرسہ میں بھی آپ کی عموماً خوشنویسی مشہور تھی۔ آپ نے بہت سے قلمی قرآن مجید لکھے اور بوسیدہ قرآن مجیدوں کو اپنے قلم سے درست اور مکمل کیا۔ آپ کے قلم سے تحریر شدہ قطعات، کاتبوں اور نقاشوں کو آج بھی محوِ حیرت کر دیتے ہیں۔ آپ کی بیشتر قلمی یادگاریں چھپا دی گئی ہیں۔

بچپن ہی سے آپ کی پیشانی مبارک سے انوار نمودار تھے۔ آپ کے چہرہ مبارک سے اس قدر جلال نمایاں تھا کہ کوئی بھی شخص آپ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا اور اسی کیفیت سے آپ کی آئندہ جاہ و جلال کا پتہ چلتا تھا:۔

بالائے سرش ز ہوشمندی
مے تافت ستارۂ بلندی

عام حالات

بچپن ہی میں آپ کی یہ حالت تھی کہ ذرا سی آواز پر آپ کو وجد ہو جاتا۔ جو کئی کئی گھنٹوں تک رہتا تھا۔ ایک دِن آپ مسجد میں تشریف فرماتے تھے کہ کنوئیں کی چرخی کی آواز آپ کانوں میں پڑ گئی۔ بس پھر کیا تھا؟ آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ جب آپ کی یہ حالت ایک عرب نے دیکھی جو کہ اُس وقت مسجد میں موجود تھا۔ اس حالت کو دیکھ

کر بولا "ھٰذَا مَجْنُوْنٌ" یہ دیوانہ ہے۔ حالانکہ آپ دیوانہ نہ تھے بلکہ آپ عشقِ حقیقی کی آتش ازلی میں مستغرق تھے۔ آپ کو اس کے یہ الفاظ سُن کر جوش آ گیا۔ آپ نے عرب پر ایک ایسی نگاہ ڈالی کہ وُہ بے خود ہو گیا۔ "خزینہ معرفت" میں ہے کہ:

"اس عرب کا نام عبدالعزیز تھا اور وُہ آپ کی نظر پڑتے ہی اس قدر لوٹنے لگا کہ اچھل اچھل کر مسجد کی چھت کے قریب چلا جاتا تھا۔ اسی حالت میں مسجد کی چھتی (پڑچھتی) پر جا پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: تم مدینہ چھوڑ کر ہند میں کیوں آئے؟ اب تمہاری بیعت یہی ہے کہ "واپس چلے جاؤ" اس نے بہت اصرار کیا مگر آپ نے قبول نہ کیا۔ پھر اس عرب نے کوٹلہ شریف میں جا کر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہت زیادہ منت سماجت کی اور انہیں ہمراہ لے کر شرقپور شریف آیا۔ تب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان سے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بیعت سے مشرف فرمایا"۔

آپ بڑے سخی تھے۔ آپ کے والد آپ کو جو کچھ خرچ کرنے کے لیے دیتے اسے آپ غرباء میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ آپ کسی بھی سائل کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتے تھے آپ کی سخاوت حد درجہ کو پہنچی ہوئی تھی۔ جس کے سامنے حاتم طائی جیسے شخص بھی کچھ حیثیت نہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ جب کبھی آپ کے پاس رقم نہ ہوتی تھی تو آپ سائل کو اپنے کپڑے اُتار کر دے دیتے تھے۔ آپ کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی اس روش کو ناپسند فرماتے تھے۔ بلکہ ایک دن اس حالت پر پریشان تھے کہ آپ کے کانوں میں ایک غیبی آواز آ پڑی "گھبراؤ نہیں، ایک دن ایسا آنیوالا ہے جب تمہارا یہی بیٹا آفتاب کی طرح چرخِ ولایت پر درخشندہ ہو گا"۔

اس آواز کو سن کر آپ کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور آپ کے ساتھ پہلے کی نسبت بہت زیادہ محبت اور پیار کرنے لگے۔

بیعتِ طریقت

اب آپ کو بیعت کی ضرورت محسوس ہوئی کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ کا یہ ارشاد وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ جانتے تھے۔ اس لیے آپ نے مُرشد کی تلاش شروع کردی۔

چونکہ آپ کے اکثر بزرگ حجرہ شاہ مقیم والوں کے مرید تھے۔ لہٰذا آپ نے بھی وہاں مرید ہونے کی تمنا ظاہر کی لیکن وہاں کے پیروں نے یہ کہہ کرانکار کردیا کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہم اس قابل نہیں ہیں جو آپ ایسے صاحبِ کمال کو بیعت کریں۔ آپ کسی ایسے پیشوا کی تلاش کریں جو آپ کو آپ کی منزل تک پہنچا سکے۔ اس کے بعد جب کئی ایک سجادہ نشینوں نے سنا کہ حجرہ شاہ مقیم والوں نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت نہیں کیا تو انہوں نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو مرید کرنے کی کوشش کی لیکن آپ کی طبعیت ان رسمی دوکانداروں سے مطمئن نہ ہوئی۔ چنانچہ آپ نے مرشد کامل کی تلاش بدستور جاری رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر فضل کیا اور آپ کو حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن کوٹلہ شریف جیسے کامل پیشوا مل گئے جن کی صحبت سے آپ کے دل کو پوری طرح سے تسلی ہوئی۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ مختصر عرض کروں تاکہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کامل کے حالات سے فائدہ حاصل ہو۔

حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کامل حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد نہایت بلند قامت اور خوبرو تھے۔ آپ کا رنگ سرخ، ریش سفید، پیشانی کشادہ اور بنی دراز تھی۔ آپ کی عمر سو سال سے زیادہ تھی لیکن ابھی تک آپ

کا چہرہ مبارک جاہ وجلال کا پتہ دیتا تھا۔ آپ شیخ المشائخ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیرِ طریقت حضرت حاجی شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ المعروف بھورے والے تھے۔ آپ کے مُرشد حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو کوٹلہ شریف میں اراضیاتِ متعلقہ مکان شریف کی نگرانی کے لیے مقرر فرمایا۔ آپ کا وطن مالوف دھرم کوٹ ضلع گورداسپور تھا۔

حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سے کئی سال پہلے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ کشف جتلایا کہ شرقپور شریف میں ایک شیر مرد پیدا ہوگا۔ اس لیے آپ سال بسال شرقپور شریف میں تشریف لایا کرتے تھے۔

اکثر لوگوں سے سنا گیا ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے پیشتر ہی ایک فقیر شرقپور شریف میں آیا کرتا تھا اور آپ کے محلے میں پھر کر لمبے لمبے سانس لیا کرتا تھا۔ جیسے خوشبو کو سونگھا جاتا ہے۔ کسی کے دریافت کرنے پر فقیر نے کہا کہ: ''اس محلے میں حضرت میاں عزیز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ پیدا ہونے والا ہے۔ مَیں اسی کی تلاش میں ہوں''۔

ایسی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقیر حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے جو ولادت سے قبل ہی لوگوں کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کی بشارت سناتے تھے۔

آپ کو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیحد محبت تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی بہت عزت وتکریم کیا کرتے تھے جس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جو کہ راقم الحروف کے نانا جان بابا حاجی محمد عاشق صاحب مونگہ شرق پوری نے بتایا ہے۔ (میرے نانا جانِ تادمِ تحریر حیات ہیں) فرماتے ہیں کہ: ''ایک دفعہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف میں حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے

ملنے کے لیے تشریف لائے۔ اس وقت برسات کا موسم تھا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے چائے پکانی چاہی۔ تو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دستار مبارک پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالی اور لکڑی کی بجائے اپنی دستار مبارک ہی سے چائے پکالی۔ جب بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کشف سے یہ سب حال معلوم کیا تو فرمایا ''ہم اور شیر محمد ایک ہیں۔ ہمارے درمیان فرق سمجھنے والا بے ایمان ہے''۔

اکثر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرمایا کرتے کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ تُو دنیا سے کیا لایا ہے؟ تو مَیں عرض کروں گا کہ اے پروردِگارِ عالم مَیں دنیا سے ''شیر محمد'' کو لایا ہوں۔

کئی دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے پیرومُرشد حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تشریف لے جاتے۔ وہاں کئی کئی روز رہ کر خدمت کرتے۔ چکی پیستے، جنگل سے لکڑیاں لاتے اور گھر کے کام کاج کرتے۔ غرضیکہ اس قسم کے کئی واقعات سننے میں آتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آجکل کے مرید اپنے مُرشد کی نہ تو اتنی خدمت کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوا لیکن یہ نہیں سوچتے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے باکمال مرید اپنے پیرومُرشد کی خوشنودی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔ پھر کہیں جا کر یہ منزل حاصل ہوتی ہے۔ اسی لیے تو سلطان العارفین حضرت سلطان باہُو رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ

جے تُوں چاہیں وَحدت رَبدی مَل مُرشد دیاں تلیاں ھُو
مُرشد لطفوں کرے نظارا گُل ، تھیون سَب کلیاں ھُو

اور دوسری جگہ تو سلطان العارفین حضرت سلطان باہُو رحمۃ اللہ علیہ نے کمال فرمایا ہے۔ مُرشد کے دیدار کو لاکھوں اور کروڑوں حجوں سے زیادہ اچھا سمجھتے ہیں۔ پھر کہیں جا کر یہ ولایت کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

ایہہ تن میرا چشماں ہووے مَیں مُرشد ویکھ نہ رجاں ھُو
لُوں لُوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں اک کھولاں اک کجاں ھُو
اتنیاں ڈٹھیاں مینوں صبر نہ آوے مَیں ہور کتے ول بھجاں ھُو
مُرشد دا دیدار ہے باھُو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ھُو

ایک جگہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہُو رحمۃ اللہ علیہ مرشد کی شان میں یوں بھی فرماتے ہیں:

مَیں کوجھی میرا مرشد سوہنا مَیں کیوں کر اسنوں بھانواں ھُو
ویہڑے ساڈے وڑدا ناہیں پئی لکھ وسیلے پاواں ھُو
نہ مَیں سوہنی نہ دولت پلے مَیں کیونکر اسنوں مناواں ھُو
ایہہ دُکھ مینوں ہردم رہسی باھُو تے روندی ہی مرجاواں ھُو

آگے ارشاد فرماتے ہیں:۔

مُرشد میرا شہبازِ الٰہی ونج رلیا سنگ حبیباں ھُو
تقدیر الٰہی چھکیاں ڈوراں کدی مِلسی نال نصیباں ھُو
کوہڑیاں دے دکھ دور کریندا کرے شفا غریباں ھُو
ہر مرض دا دارُو توہیں باھُو کیوں گھتنا ایں وس طبیباں ھُو

جب یہ اپنے مرشد کو اچھی طرح سے پہنچان لیتے ہیں، تب مرشد کی دعا سے قرب ایزدی حاصل کر کے اعلےٰ رتبوں پر فائز ہو جاتے ہیں اور ساری دنیا ان کے سامنے ایک رائی کے دانہ کی مانند ہوتی ہے۔ اسی لیے تو حضرت پیرانِ پیر جناب سیّدنا غوثِ اعظم دستگیر عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں کہ:

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا

گــخــرُدَلَۃٍ عَــلــےٰ حُــکْــمِ اتِّــصَــال

ترجمہ: اللہ کے لطف و کرم سے میری نظر اللہ کے شہروں (دنیا) پر یوں ہے جیسے رائی کا دانہ ہتھیلی پر ہوتا ہے۔

آج ہم نے اپنے پیرو مرشد کے ارشادات کو پس پشت ڈال رکھا ہے اور بیعت کرنے کے بعد سمجھ لیا ہے کہ اب ہم آزاد ہو گئے ہیں۔ ہمیں عبادت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ عبادت ہم پر فرض نہیں رہی بلکہ یہ کام اب پیرو مرشد کا ہے۔

اسی لیے تو ہم ذلیل و خوار ہو گئے ہیں اور اغیار کو اپنا منہ کھولنے کا موقعہ مل گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مرشد کے ارشادات پر چل کر دین و دنیا میں فلاح پانے کی توفیق عنایت فرمائے اور ہمارے دِلی زنگاروں کو دُور فرما کر ہمارے شیشہ دِل کو پاک و صاف فرمائے۔ آمین!

کئی مرید تو مرشد کے وصال کے بعد دوسروں کی پیروی کرتے ہوئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا مرشد مر گیا ہے لیکن یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ چنانچہ یہ سُنا گیا ہے کہ ایک آدمی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ مجھے اپنے سلسلہ عالیہ میں داخل فرمایئے۔ آپ نے نُورِ باطن سے دیکھ کر فرمایا کہ تُو تو فلاں صاحب کا مرید ہے۔ اس نے کہا "حضرت وہ تو مر گئے ہیں"۔ آپ کو اس کے یہ الفاظ سُن کر جوش آ گیا اور فرمایا: "وہ نہیں مرے بلکہ تُو مر گیا ہے"۔ آپ نے اسے بہت ڈانٹا اور فرمایا: "اگر تو مرید صادق ہوتا تو اپنے مرشد کی قبر سے بھی فیض حاصل کر سکتا تھا"۔ اب ایک مرید صادق کے متعلق سنئے۔ اس واقعہ کو حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب سجادہ نشین بیربل شریف وخلیفہ مجاز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "انقلاب الحقیقت" میں لکھا ہے کہ:۔

"میاں احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکنہ بکھر، ضلع شاہپور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پروانہ وار عاشق تھے اور ایک ایک ماہ میں کئی مرتبہ گھر پہنچ کر پھر حاضر ہو جاتے۔ گھر میں زادِ راہ (کرایہ) وغیرہ نہ ہوتا تو پاپیادہ ہی چل دیتے۔ راستہ میں دریا پڑتا۔ اکثر کشتی کا موقعہ نہ ہوتا تو چھلانگ لگا کر دریا میں کود پڑتے۔ غرضیکہ کوئی روکاوٹ یا مانع اس مردِ خدا کے سامنے حائل نہ تھا اور یہ "پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس" کا مصداق بنے ہوئے تھے۔

ایک بار جمعہ کے روز حاضر ہوئے اور کھانا کھانے بیٹھے ہی تھے کہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بالا خانے سے تشریف لے آئے۔ اُن کو دیکھ کر خادم سے فرمایا کہ "اسے نکال دو" میاں احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھتے جاتے تھے اور زبانی عرض کیے جاتے تھے کہ کتے کو کہاں تک دھتکارو گے؟ ابھی پھر واپس آجائے گا۔ آخر حضور رحمۃ اللہ علیہ کی محبت بھی بیتاب ہوگئی اور اپنے دستِ اطہر سے پکڑ کر پھر دستر خوان پر بٹھا دیا"۔

"ایک بار حاضر خدمت تھے تو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے تھے "مرید صادق وہ ہے جو اپنی جان اور مال پیر پر نثار کر دے" یہ (میاں احمد دین) اپنے گھر آئے۔ تمام زیور، برتن اور تمام پارچہ جات لے کر الگ الگ گٹھڑیاں باندھ کر احباب سے کہا کہ آج حضور کی خدمت میں جانے کا ارادہ ہے۔ چونکہ سبھی یارانِ طریقت ان پر فدا تھے اور ان کے ہمراہ اپنے پیرومرشد کی خدمت میں شرقپور شریف حاضر ہونا سعادتِ عظمٰے جانتے تھے۔ اس لیے سب احباب ہمراہی کے لیے تیار ہو گئے۔ گھر بلایا اور ایک ایک گٹھڑی اُن کے حوالے کر دی لیکن ان کو کچھ نہ بتلایا۔ سب ٹٹولتے تھے لیکن کسی کو بھی مجال دریافت نہ ہوئی۔ شرقپور شریف میں حاضر ہوئے تو سب سامان خادم کے ذریعے حوالے کر دیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تمام اشیاء کیوں لائے؟ تو میاں احمد دین نے عرض کی کہ حضور جان تو پہلے

ہی حاضر تھی۔ مرید صادق بننے کے لیے یہ کمی تھی سو حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ زیور اپنے گھر میں دینا کہ وہ ہماری بہو ہے اور برتن اور دیگر پارچہ جات والدہ کو، کہ وہ ہماری ہمشیرہ ہے۔ اس کے حوالے کر دینا۔ ایسی اشیاء کی یہاں کچھ ضرورت نہیں"۔ سبحان اللہ! مرشد ہو تو ایسا غنی اور مرید ہو تو ایسا با اخلاص۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۝ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (قرآن مجید)

ہرچہ داری صرف کن درراہِ او
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا

کی یہی تعبیر ہے۔

اس پروانہ محبت کو ایک طرف تو دردِ محبت اور آتشِ عشق کھائے جاتی۔ دوسری طرف اسے مجاہدہ و ریاضت گھائل کرتا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ بتیس (۳۲) تینتیس (۳۳) برس کی عمر میں بھی ساٹھ سالہ معلوم ہوتے تھے اور حرارتِ قلبی نے دِق کا لباس لے لیا اور چارپائی پر جا مُصلّٰے بچھایا۔ اگرچہ باطنی حرارت ظاہر میں نمودار ہو گئی تھی لیکن تنورِ عشق دمبدم تیز ہوتا جاتا۔ وفات سے چند روز پیشتر جب قدرے آرام ہوا تو میاں احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ غسل کر کے جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ جمعہ کا خطبہ ہو رہا تھا۔ لوگوں نے جونظر کی تو سب کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بذاتِ خود تشریف لے آئے ہیں۔ سبحان اللہ! اسے ہی فنافی الشیخ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس عاشقِ صادق کے صدقہ میں ہمیں بھی یہ دولت نصیب فرمائے۔

اٰمِين يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ۝

وجدانہ کیفیت

یہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بات بات پر وجد ہو جاتا تھا۔ چنانچہ کوٹلہ شریف کا مشہور و معروف واقعہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں:۔

''ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرو مُرشد حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے کے لیے کوٹلہ شریف گئے ہوئے تھے۔ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: ''آؤ نہائیں'' چنانچہ آپ کوٹلہ شریف سے باہر ایک چھپڑ میں نہانے کے لیے پانی میں اترے۔ اُسی وقت حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کانوں میں ایک کتے کے بھونکنے کی آواز پڑی۔ آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ آپ پانی سے چھ فٹ اوپر آتے اور پھر پانی کی تہہ تک جا گرتے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''پکڑو، پکڑو'' لیکن آپ کسی کے بھی قابو میں نہ آتے اور پانی میں مچھلی کی طرح لوٹتے۔ بڑی مشکل کے ساتھ آپ کو پانی سے باہر نکالا گیا۔

خلافت

حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب آپ کے خلوص اور عقیدت کو دیکھا تو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو نقشبندی سلسلہ میں بیعت لینے کی اجازت دے دی۔ حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مزار پر جا کر باطنی فیوض و برکات حاصل کرتے۔

آپ ہر ایک شخص سے بیعت نہ لیتے تھے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ ''لفظ بیعت کے معنی ہیں اپنے آپ کو مرشد کے ہاتھ فروخت کر دینا اور جب لوگ ایسا نہیں کرتے تو اس ظاہری بیعت کی کیا ضرورت ہے''۔ علاوہ ازیں آپ خاص خاص لوگوں کو جو پابندِ شریعت ہوتے تھے۔ اپنے حلقہ میں داخل فرما کر ذکر و اذکار کی تعلیم فرما دیتے تھے۔

جذبہ محبت

جن دنوں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سُکر اور جذبہ محبت رہتا تھا۔ اسی حالت میں آپ کی نظر میاں غلام محمد صاحب کثاریہ پر پڑی۔ ان سے آپ کو اس قدر لگاؤ ہوا کہ جو بڑھ کر عشق کے مراتب تک پہنچ گیا۔ بغیر ان کے دیکھے چین نہ پڑتا۔ کبھی اس کو بے قرار ہو کر تلاش کرتے۔ مل جاتا تو اپنے ہاتھ کے انگوٹھے کو دکھلاتے اور حرکت دے کر فرماتے "تو کچھ بھی نہیں ہے"۔ اور کبھی کبھی فرماتے: "ادھر تو جذبہ الوجود ستا رہا ہے، ادھر غلام محمد کا خیال دُکھ دے رہا ہے"۔ پھر میاں غلام محمد کو اپنے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لائے اور بیعت کرا دیا۔ ایک دفعہ فرمایا: "غلام محمد حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نہیں آتا۔ دریافت کرنے پر اس نے جواب دیا "کیا آؤں؟" مجھے ایسی محویت ہو جاتی ہے کہ کاروبار دنیوی سب بھول جاتے ہیں۔" اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحْرِقُ مَا سِوَی اللّٰہِ" یہ عشق کی نعمت ہر کسی کو میسّر نہیں ہوتی" (خزینہ معرفت)

اشاعتِ کتب

آپ کو دینی کتابوں سے خاص انس تھا۔ اس لیے آپ نے چند ایک کتابیں جو بازار میں نہیں ملتی تھیں۔ چھپوا کر اپنے مریدوں میں مفت تقسیم کیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) حکایات الصالحین (مترجم اردو) مجالس الحسنین

(۲) مراۃ المحققین، معہ ترجمہ

کتاب مذکور حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جمع فرمائی۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے میں حضرت حاجی شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور دوسرے حصہ میں آنحضرت کے کلمات ہیں جو کہ سلوکِ نقشبندیہ کے متعلق ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے کئی کتابیں اپنی لاگت سے خرید کر مفت تقسیم فرمائیں۔ کتابوں کا آپ بہت ادب کرتے تھے

اور فرمایا کرتے تھے کہ چھاپہ خانوں نے کتابوں کی قدر عوام کے دلوں سے محو کر دی ہے۔

(۳) تفسیر مرادیہ کا آخری ربع معہ مطالب۔

توضیحاتِ ضروری کے ساتھ متن کے علاوہ کہیں کہیں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے ارشادات بھی ہیں۔

(۴) منہاج السلوک ترجمہ ذخیرۃ الملوک۔

یہ کتاب فارسی زبان میں تھی۔ اس کا ترجمہ مولوی غلام قادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن کوٹ بھوانیداس سے کروا کر شائع کی۔ مولوی صاحب مذکور نے اس کتاب میں ایک نظم لکھی ہے جس کے ہر مصرعہ کا شروع حرف لے کر جمع کرنے سے ''مولوی عثیر محمد شرقپوری'' بنتا ہے۔ اس طریقہ سے اس لیے لکھا گیا ہے کہ آپ اس کتاب میں اپنا نام نہ لکھوانا چاہتے تھے۔

مسجدوں کی تعمیر

آپ کو مساجد کی تعمیر کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ آپ نے کئی ایک مساجد تعمیر کرائیں۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے خود مومن کی یہی پہچان بتائی ہے کہ وُہ مسجدیں تعمیر کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:۔

اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ط (توبہ ۹:۱۸)

ترجمہ: سوائے اس کے نہیں کہ آباد کرتا ہے اللہ کی مسجدوں کو وہ شخص جو ایمان لایا یقیناً وُہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کرتا ہے۔ جو مساجد آپ نے تعمیر فرمائیں وُہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) مسجد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

یہ مسجد پہلے بہت چھوٹی تھی۔ جمعہ کے دن زیادہ ہجوم کی وجہ سے صف باندھنا بھی سخت دشوار تھا اور بسا اوقات کئی لوگ جگہ نہ ملنے کی وجہ سے، حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سننے

سے محروم رہ جاتے تھے۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ اوّل تو مخلوق خدا مسجد میں پوری نہیں آتی اور جتنے لوگ آتے ہیں وُہ بھی تنگی سے جمعہ پڑھتے ہیں۔ اس لیے آپ نے ۱۳۴۰ھ میں مسجد کے چند ملحقہ مکانات خرید کر، مسجد کی توسیع فرمادی اور تقریباً تیس ہزار روپیہ کی لاگت سے اس مسجد کو کوٹلہ شریف کے نمونہ پر بنوایا۔

(۲) مسجد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نمبر۲:

یہ مسجد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ کی طرف شہر شرقپور شریف کے مغرب کی جانب، جنوب جانبولی شاہراہ کے کنارے واقع ہے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعمیر میں شان وشوکت پیدا کرنے کے لیے ہر قسم کی مفید واحسن خدمات کیں۔ حضرت میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین و برادرِ حقیقی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقوق تولیت استعمال کرانے کے لیے ۱۹۴۰ء کو اپنے عہدِ خلافت میں کتبہ تحریر کرایا۔

(۳) مسجد قبرستان ڈاہرانوالہ نزد شرقپور:

اس قبرستان کے اندر کوئی مسجد نہ تھی۔ چنانچہ آپ نے ضرورت محسوس فرماتے ہوئے یہاں بھی ایک مسجد تعمیر فرمائی۔ یہ قبرستان شرقپور شریف کے جنوب مغرب میں واقع ہے اور آج کل اسی جگہ آپ کا مرقد ہے۔

(۴) مسجد محلہ نبی پورہ شرقپور:

یہ محلہ شرقپور قصبہ کے مشرق میں، شرقپور شریف سے موضع بھینی کی طرف جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔ مسجد نہ ہونے کی وجہ سے اہلِ محلہ کو بڑی دقت تھی۔ چنانچہ آپ نے یہاں پر بھی ایک مسجد تعمیر کرائی اور مسجد کے ساتھ امام کی رہائش کے لیے ایک مکان تعمیر کرایا۔ پہلے مسجد کچی سی تھی۔ حضرت میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ برادرِ حقیقی حضرت میاں صاحب

رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۵۲ء میں دوبارہ انہی بنیادوں پر ایک عالیشان (پختہ) مسجد بنوائی۔

(۵) مسجد کوٹلہ شریف:

کوٹلہ شریف میں آپ نے ہزاروں روپے خرچ کر کے ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی جو اپنے علاقہ میں اپنی مثال آپ ہے۔

(۶) مسجد محلہ ڈھدل پورہ شرقپور:

محلہ ڈھدل پورہ میں برلبِ سڑک ایک چھوٹی سی مسجد بنوائی۔ یہ محلہ شرقپور کے قصبہ کے مغرب میں دربار حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جانیوالی سڑک پر واقع ہے۔

(یہ مسجد اب انجمن نقشبندیہ مجددی غوثیہ کے زیرِ اہتمام دوبارہ وسیع صورت میں تعمیر کی جارہی ہے جس سے انشاء اللہ العزیز اس کی عظمتِ دیرینہ کافی عرصہ کے لیے محفوظ ہو جائے گی۔)

مزارات اولیائے کرام پر حاضری

آپ نے ہندوستان کے اکثر اولیاء اللہ کے مزاروں پر حاضری کے لیے دُور دُور تک سفر کیا۔ آپ کے ساتھ عموماً سیّد محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصوری اور مستری کرم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری جاتے تھے۔ آپ ہمیشہ رات کے آخری حصہ میں سفر کرتے تھے۔ مندرجہ ذیل مقامات پر آپ تشریف لے گئے:۔

لاہور:

حضرت مخدوم علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُرانوار پر آپ عموماً تشریف لے جاتے۔ آپ کو حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گہری محبت تھی۔ اسی لیے آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''جس شخص کے پاس مدینہ منورہ پہنچنے کے لیے

خرچ نہ ہو تو وہ لاہور جا کر داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کر لے"۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ آپ کو اپنے مزار سے تقریباً نصف میل دُور جہاں آج کل "بڈھا دریا" موجود ہے، خود تشریف لا کر ملے۔ جس کا ذکر انشاء اللہ العزیز کرامات کے باب میں آپ کی نظروں سے گزرے گا۔

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ آپ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی تشریف لے گئے، جو کہ لاہور میں دہلی دروازہ کے باہر واقع ہے اور حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے جناب حضرت آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین سے فیض باطنی حاصل کیا۔

قصور:

چونکہ آپ کے بزرگ پہلے قصور میں رہائش رکھتے تھے۔ اس لیے قصور میں بھی اکثر جلوہ گر دکھائی دیتے تھے اور وہاں مولوی غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بلھے شاہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر اولیاء اللہ کے مزارات پر تشریف لے گئے۔

پانی پت:

حضرت سیّد غوث علی شاہ صاحب قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو بہت محبت تھی۔ اس لیے اُن کے مزار پر پانی پت کرنال تشریف لے گئے اور آپ کے خلیفہ حضرت سیّد گل حسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی طور پر اکتسابِ فیض کیا۔

سرہند شریف:

اپنے سلسلہ عالیہ کے بزرگ و برتر حضرت قبلہ امام احمد سرہندی المعروف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی کثرت کے ساتھ تشریف لے جاتے اور وہاں

سے متاعِ فیض پاتے۔

ملتان:

ملتان میں بہت سے اولیاء اللہ کے مزارات پر خاص کر حضرت شمس الدین تبریز رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزاراتِ متبرکہ کی زیارت فرمائی۔

دہلی: (سرزمینِ معرفت ورُوحانیت میں)

دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے صاحب کمال کے مزار کی زیارت کی۔ علاوہ ازیں آپ نے ہندوستان کے کئی ایک مقامات پر بزرگانِ عظام کے مزارات کی زیارت فرمائی۔ اس بیان کی طوالت کی وجہ سے، صرف مذکورہ بالا مقامات کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔ واللہ اعلم ورسولہٗ بالصواب۔

اخلاق وعادات

آپ اخلاق رحمۃ للعلمین ﷺ کا نمونہ تھے۔ آپ نے ساری زندگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقشِ قدم پر (چل کر) گزاری۔ سنّت نبوی ﷺ کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ اسی لیے ہر وقت دوزانو بیٹھتے اور مجلس میں احباب کو بھی دوزانو بیٹھنے کی تلقین فرماتے تھے۔ یہ آپ کی خاص بات تھی کہ آپ کھانا کھلانے کے وقت دسترخوان کے وسط میں تشریف فرما ہوتے اور کھانے والوں پر یکساں نظر رکھتے۔ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھلائے جاتے۔ سب کو سنّت مصطفوی ﷺ کے مطابق بٹھلا دیا جاتا۔

کھانے کے بعد مسنون دعا مانگی جاتی۔ یہاں ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ اپنے احباب کو کھانا کھلانے کے بعد آپ کتوں کو بھی کھانا کھلایا کرتے تھے جو کہ آپ کے دروازہ پر پہلے ہی موجود ہوتے تھے۔ آپ ہر کتے کے آگے روٹی رکھتے جاتے تھے اور

ہر ایک کتا اپنے آگے سے اٹھا کر کھاتا تھا۔ کسی کی ہرگز مجال نہ تھی کہ دوسرے کتے کے آگے سے اٹھا کر کھالے۔ جب کوئی نیا کتا آجاتا اور وہ کسی دوسرے کتے کے آگے سے اٹھا کر کھانے لگتا تو آپ اسے ڈانٹتے اور فرماتے "کسی دوسرے کا حق کھاتے تمہیں شرم نہیں آتی"؟ پھر تو یہ حالت ہوتی تھی کہ وہ نیا کتا بھی کسی دوسرے کے آگے سے اٹھا کر نہ کھاتا تھا اور جب دوسرا دن آتا تو وہی شرارت پسند کتا نہ صرف اپنے آگے سے کھاتا بلکہ پھر دوسری طرف نظر تک نہ اٹھاتا تھا۔ یہ تھا اثر آپ کی زبان مبارک میں کہ جانور بھی فوراً سر جھکا دیتے تھے۔

کتوں سے آپ بہت پیار کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے فرمایا کہ "مجھے آج حلوا تیار کردو۔ جب آپ کی والدہ ماجدہ نے حلوا تیار کر کے ایک بڑے برتن میں ڈال کر آپ کے سامنے رکھا تو آپ نے وہ اٹھا کر باہر دروازے پر کھڑے ہوئے کتے کو کھلا دیا۔ آپ کی والدہ محترمہ نے فرمایا: "بیٹا! تم نے کیوں نہ کھایا؟ کتے کو کیوں سارا کھلا دیا؟" تو آپ نے فرمایا: 'اماں جان! مجھے شرم آئی کہ اللہ کے بھیجے ہوئے مہمان کو نہ کھلاؤں اور خود کھالوں"۔

خزینہ معرفت میں ہے۔" کہ ایک روز آپ نے ایک گدھے کو بوجھ اٹھائے ہوئے دیکھا تو فرمایا: "سوہنیاں! توں بھار چکی پھرنا ایں" اور آپ اس کو مٹھیاں بھرنے لگے اور اس سے ایسی محبت کی جس طرح کسی محبوب سے کی جاتی ہے۔ کبھی اس کی گردن کو چومنے لگتے، کبھی پیار کرنے لگتے"۔

ایک روز آپ نے فرمایا کہ "میں لاہور سے شرقپور آرہا تھا۔ جب کشتی سے اترا تو سامنے ایک کتا اپنی دونوں ٹانگیں اٹھا کر کھڑا ہوگیا جو کہ اپنی زبانِ حال سے کہہ رہا تھا کہ "مجھے گلے لگالو۔ میں نے اُسے گلے سے لگالیا"۔ ذرا آپ اندازہ لگائیں کہ مخلوقِ خدا

سے آپ کو کس قدر محبت تھی۔

نوٹ:۔ایسے واقعات سے ناظرین کے دِل میں شاید کوئی خیال پیدا ہو۔اسی قسم کی بہت مثالیں متقدمین بزرگوں کے حالات میں بھی ملتی ہیں۔ زیادہ وضاحت درکار ہو تو خزینہ معرفت دیکھئے''۔

آپ سنّت نبوی ﷺ پر اس قدر قائم تھے کہ آپ اپنی مجلسِ وعظ و نعت خوانی میں کسی داڑھی منڈھانے والے یا حد سے زیادہ کترانے والے کو کچھ سنانے کے لیے کھڑا نہ ہونے دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ کئی آدمی جب دوبارہ شرقپور شریف میں حاضر ہوتے تو باشریعت ہوتے۔

یہی طریقہ حضرت قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ برادرِ حقیقی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں رہا اور اب جناب صاحبزادہ میاں غلام احمد صاحب مدظلہٗ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں بھی چلا آرہا ہے۔

حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عہدِ خلافت کا ایک واقعہ سنئے:۔

ایک شخص نے مجھے اپنی زبانی بتایا جس کا نام محمد علی ہے۔اس کا کہنا ہے کہ مَیں نے جمعہ کے موقعہ پر ایک دفعہ نعت شریف پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ کئی آدمیوں نے حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سفارش کی لیکن آپ نے یہ فرماتے ہوئے نعت پڑھنے کا موقعہ نہ دیا کہ مَیں سنّت نبوی ﷺ اور اپنے برادر محترم قبلہ عالم حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کے خلاف نہیں کر سکتا۔ وُہ شخص کہتا ہے کہ مجھ پر اس بات کا اتنا اثر ہوا کہ مَیں نے نیّت کر لی کہ اب داڑھی نہیں منڈھواؤں گا۔ چنانچہ مَیں نے داڑھی رکھ لی اور جب تھوڑے عرصہ کے بعد مَیں عرس شریف کے موقعہ پر حاضر ہوا تو حضرت ثانی صاحب رحمۃ

اللہ علیہ مجھے دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور سب سے پہلے مجھے ہی نعت سنانے کا موقعہ عنایت فرمایا اور اَب آپ کی دعا سے مجھے نعت پڑھنے میں وہ لطف آتا ہے جو کہ اس سے پہلے کبھی نصیب نہ ہوا تھا۔

نماز کے وقت بھی آپ کسی داڑھی منڈھوانے والے یا حد سے زیادہ کترانے والے کو پہلی صف میں ہرگز نہ کھڑا ہونے دیتے چاہے کوئی کتنا بڑا افیسر ہی کیوں نہ ہو۔ آپ سنّت نبوی ﷺ کا مجسم نمونہ تھے۔ غرضیکہ آپ کی ہر چیز اور حرکت حضور نبی کریم ﷺ کا نمونہ پیش کرتی تھی۔

آج بھی آپ سے ملنے والا ہر فرد کہہ رہا ہے کہ جس قدر آپ کو مجھ سے محبت تھی اور کسی سے نہ تھی۔ آپ بڑے غریب نواز تھے۔ جب آپ بازار سے گزرتے تو نگاہیں نیچی رکھتے۔ گو خود اس حالت میں گزرتے مگر لوگوں کا حال آپ پر عیاں ہو جاتا۔ جس دوکاندار یا چھابڑی والے کے پاس زیادہ سودا پڑا دیکھتے جسے دن میں کوئی گاہک نہیں اٹھاتا تھا تو آپ اس دوکاندار سے سارے سودے کے دام دے کر خرید لیتے جو کچھ عقیدت مند لوگوں سے نذرانہ حاصل ہوتا وہ آپ اپنی مجلس برخاست ہونے سے پیشتر ہی غرباء میں تقسیم فرما دیتے۔ روزانہ ہزاروں تھیلیاں آپ کی دست بوسی کے لیے تڑپا کرتیں لیکن آپ اتنا قبول فرماتے جتنا کہ حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لیے کافی ہوتا۔ آپ نے اپنی ساری زندگی میں اپنے کو نہ صاحب زکوٰۃ ہونے دیا، نہ صاحب حج۔ جو کچھ پاس ہوتا سارے کا سارا غریبوں، بیکسوں، یتیموں اور بیواؤں کی امداد میں صرف فرما دیتے۔ علاوہ ازیں آپ ہمسائیوں کے حقوق ادا فرماتے اور آج ہم ہیں کہ ہمیں اپنے عزیز واقرباء کا بھی پتہ تک نہیں کہ وہ کس حال میں رہتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث پاک میں ہے:

''جو مسلمان خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہے، وہ ایمان سے خالی ہے''۔

اَب غور کا مقام ہے کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان پر کس حد تک کاربند ہیں۔ سوچئے اور خوب سوچئے کہ کل بروز قیامت اللہ تعالیٰ اور حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے سامنے کیا جواب دیں گے؟ افسوس کہ ہم نے اپنے آپ کو خود ہی ہلاکت میں ڈال دیا اور اپنے اسلاف کے ارشادات کو بھول کر نئی تہذیب کے دِلدادہ ہو گئے مگر ہم نے ذرا بھی نہ سوچا کہ "نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے"۔

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس بہادر شیر، حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صدقہ میں ہمارے حال پر مہربانی فرما کر ہمیں صحیح معنوں میں مسلمان بنائے۔ آپ اپنی تعریف کسی کی زبان سے ہرگز نہ سننا چاہتے تھے۔ اگر کوئی شخص آپ کی تعریف کرتا تو آپ کا چہرہ سُرخ ہو جاتا تھا اور دیکھنے والے پر ایسا رُعب طاری ہوتا جو کہ بیان سے باہر ہے۔ آپ قول کے پکے، مدبّر اور ثابت قدم تھے۔ جس بات کا اظہار کرتے اس کو پابندی سے پورا کرتے۔ جب کسی سے ملتے تو پہلے آپ السَّلامُ علیکُم کہتے۔ آپ آج کل کے بناوٹی پیروں اور ملنگوں سے نفرت فرماتے تھے۔ جب کبھی آپ ایسے بناوٹی قسم کے آدمی کو دیکھ پاتے تو آپ کا چہرہ اور نگاہیں غصہ کی وجہ سے سُرخ ہو جایا کرتی تھیں۔ لیکن پھر بھی آپ درگذر فرماتے اور ایسے طریقہ سے اسے سمجھاتے کہ سننے والے پر فوراً اثر ہو جایا کرتا تھا۔ جب آپ بازار سے گزرتے تو آپ کی نگاہیں نیچی ہوا کرتی تھیں۔ لیکن پھر بھی آپ کا رُعب بازار والوں پر اس قدر چھا جاتا تھا کہ خلاف شریعت لوگ اِدھر اُدھر چھپ جایا کرتے تھے اور مارے ڈر کے کانپ جایا کرتے تھے۔ لیکن نگاہ نیچی ہونے کے باوجود آپ پر سب حال ظاہر ہو جاتا تھا اور آپ مجلسِ وعظ میں لوگوں کی عام برائیوں کا ذکر فرماتے تھے۔ کسی کا نام لے کر رسوا نہ کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سب کی اصلاح ہو جاتی تھی اور مخصوص شخص ذلت وخواری سے بچ کر راہِ راست پر آ جاتا تھا۔ شہر کے لوگ آپ کی خدمت میں اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کروانے آتے تھے۔ آپ فوراً فیصلہ فرما دیتے

جسے فریقین بخوشی تسلیم کر لیتے تھے۔ آجکل کے لوگوں کی طرح ہر بات کچہریوں میں لے جانے سے منع فرماتے۔ بلکہ اس پر سختی سے عمل پیرا ہوتے اور فرماتے کہ اپنے فیصلے شریعت کے مطابق خود کر لیا کرو۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْئٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ہ (قرآن) ترجمہ: پس اگر تم کسی معاملہ میں جھگڑا کر بیٹھو تو اس کو اللہ اور رسُول کے سپرد کر دو۔

لیکن کچہریوں میں جا کر ایمان نہ گنوایا کرو۔

یہ آپ کی صفت تھی کہ کوئی آپ کی مجلس سے کھائے پیئے بغیر واپس نہ ہوتا تھا بلکہ جو کچھ پھل اور میوہ جات آپ کے پاس آتے تھے وُہ سب حاضرین میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ سوال کرنے اور مانگنے سے سخت نفرت تھی۔

حاجی کریم بخش صاحب شرقپوری نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ مولوی احمد دین صاحب ساکن موضع پادشاہانی نے مسجد ٹاہلی والی شرقپور شریف میں سوال کیا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چل گیا تو آپ نے مولوی صاحب کو بلا کر فرمایا: ”تم کو جتنے روپے مسجد میں سوال کرنے سے ملے ہیں اتنے مجھ سے لے لیا کرو لیکن آئندہ سے مسجد میں سوال نہ کیا کرو“۔

مولوی صاحب پر اس بات کا اتنا اثر ہوا کہ آپ کے معتقد ہو کر ہمیشہ آپ کے ساتھ رہنے لگے اور سوال کرنا چھوڑ دیا۔

آپ کے وسیلہ سے کئی بے کار لوگ برسرِ روزگار ہو گئے۔ کئی ایک کو آپ نے ملازمت دلوادی۔ کچھ آدمیوں نے مزدوری کرنی شروع کر دی۔ آپ ہر کام میں میانہ روی اختیار کرتے اور اکثر یہ حدیث مبارک آپ کی زبان فیض ترجمان پر جاری رہتی:

”خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا“۔

ترکِ دنیا سے منع فرماتے۔ صرف یہ ارشاد فرمایا کرتے کہ دین کو دنیا پر ترجیح د
انگریزی تہذیب وتمدّن کے آپ سخت خلاف تھے۔ آپ خود سادہ زندگی بسر فرما
اور دوسروں کو بھی سادہ سی زندگی بسر کرنے کی تلقین فرماتے۔ انگریزی لباس سے خا
طور پر منع فرماتے اور اکثر ارشاد ہوتا کہ جب سے ہم نے انگریزی تہذیب وتمدّ
کو اپنا لیا ہے۔ ہم پر خیر و برکت کے دروازے بند ہو گئے ہیں اور اس تمدّن نے ہمیں دی
سے بیگانہ کر دیا ہے۔ اِسی لئے ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں بلکہ ہماری دعاؤں کے پ
ٹوٹ گئے ہیں اور تمام دعائیں رستے ہی میں رُک جاتی ہیں۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے ک
ہم نے خدا کی عبادت چھوڑ کر، بتوں والے پیسوں کی عبادت شروع کر دی ہے۔ اسی و
سے ہم رسوا اور ذلیل ہیں۔

جب کبھی اچھا سالن ہوتا تو آپ اس میں پانی مِلا لیتے تھے تاکہ نفس کو لذّت ن
آسکے۔ اس سے اندازہ لگایئے کہ آپ نے اپنے نفس پر کس قدر قابو پالیا تھا۔ اسی لی
تو حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے:

لکھ ہزار کتاباں پڑھیاں پر ظالم نفس نہ مردا ھو
باجھ فقیراں کسے نہ ماریا ایہہ ظالم چور اندر دا ھو

بڑے بڑے جلیل القدر علماء اور مشائخ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ہماری
دِلی بیماریوں کو اگر شفاء نصیب ہوئی ہے تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت
میں ہوئی ہے۔

صحبتِ مردانِ حُر آدم گر است

مہمان نوازی

آپ بڑے فیاض اور مہمان نواز تھے۔ میاں سردار علی صاحب نوشاہی ساکن شرقپور شریف بیان کرتے ہیں کہ "مَیں اور میرے ماموں حضرت حکیم میاں نیک محمد صاحب نوشاہی، حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیماری کے ایّام میں نمازِ عصر کے بعد ایک دن عیادت کے لیے حاضرِ خدمت ہوئے، حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت سخت ناساز تھی۔ ہم کچھ وقت وہاں بیٹھ کر واپس آ گئے۔ شام کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے گھر پر ہمارا کھانا بھجوا دیا۔ ہم نے کھانا تو اس لیے رکھ لیا کہ واپس کر دینے سے آپ کہیں ناراض ہی نہ ہو جائیں لیکن دِل سے یہ عہد کر لیا کہ ہم صبح پھر خدمت میں حاضر ہو کر اس تکلف کے بارے میں عرض کریں گے۔ کہتے ہیں کہ جب صبح کو حاضر ہو کر عرض کی تو فرمانے لگے کہ "میاں ہر وُہ شخص جو عصر کے بعد کسی کے گھر میں جائے، وُہ اسی گھر کا مہمان ہوتا ہے"۔ یہ سُن کر ہم نے خاموشی اختیار کر لی۔

کِس قدر پُر خلوص تھی آپ کی محبت اور مہمان نوازی۔ حضرت میاں نیک محمد صاحب کا بیان ہے کہ:

"ایک دفعہ شرقپور شریف میں چار سادھو آ نکلے۔ وُہ بازار میں یہ سوال کرتے جاتے تھے کہ چار کوٹھے چاہئیں اور چاروں کے لیے خوراک چاہیے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِدھر سے گزرے اور سُن کر انہیں ٹھہرا لیا۔ گھر لے آئے۔ خادم سے کہا، چار کمبل لاؤ۔ کمبل لائے گئے۔ آپ نے اُن چاروں میں سے ہر ایک کو ایک ایک کمبل (کوٹھہ) عطا فرما دیا اور ساتھ ہی چاروں کو پیٹ بھر کھانا کھلایا اور رخصت کرتے وقت ہر ایک کو ایک ایک روپیہ بھی عنایت فرما دیا"۔ سبحان اللہ!

انمول موتی

(حصہ نظم)

گو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاعر نہ تھے لیکن حالتِ وجد اور عالمِ بے خودی میں، ایسے ایسے اشعار، مناجات، غزلیات اور قصائد آپ کی زبان سے نکلتے تھے جن سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کس قدر عشقِ رسول ﷺ میں مستغرق تھے۔

ہر مصرع آپ کے دِل کی حقیقت کا آئینہ دار ہے جس میں بناوٹ اور ریا کو ذرّہ بھر بھی دخل نہیں۔ آپ کو فارسی، عربی اور اُردو کے شعراء کا کلام اس قدر یاد تھا کہ اگر سارے کا سارا یہاں درج کیا جائے تو ایک مکمل کتاب بن جائے۔ تاہم بطورِ تبرک مختصر پیش کرتا ہوں تا کہ عوام اِن درہائے شہوار سے فیضیاب ہوسکیں۔

مناجات

کریما بہ بخشائے بر حالِ ما   کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہَوا

نداریم غیر از تو فریاد رَس   توئی عاصیاں را خطا بخش وبس

نگہدار ماراز راہِ خطا   خطا در گذار وصوابم نماء

یارب تو کریمی و رسُولِؐ تو کریم   صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

الٰہی عاصیم اَستَغفِرُاللّٰہ   توئی فریادرس اَلحَمدُ لِلّٰہ

ندارم ہیچ توشہ اندریں راہ   بجز لَا تَقنَطُوا مِن رَّحمَتِ اللّٰہ

خُدایا بدہ شوقِ ذاتِ رسُول   بدردِ محمدؐ مَرا کُن قبول

شب وروز در عشقِ حضرت بدار   ہمہ عُمر در وصلِ احمد گزار

چوں بُلبُل بر آں گل فدایم بکن   چوں پروانہ جلوہ نمایم بکن

حیاتی مماتی ہمہ وقتِ ما عطا کن وصال مرا مصطفیٰ

خداوندا مسلمانم بمسلمانی نمیدانم ولٰکن چوں مسلمانم مسلماں دار یااللہ

خیالِ غیر از من، دور گرداں بدردِ عشق خود، رنجور گرداں

خیالِ غیر از من دور دارم بہ بخشش از آں کہ بس اُمید وارم

حدیثِ مصطفیٰ صوت دہانم کلامُ اللہ باشد بر زبانم

دلِ پابندِ احکامِ شریعت دلِ آگاہ از راہِ طریقت

مائیم پرگناہ تو دریائے رحمتی جائے کہ فضلِ تست چہ باشد گناہِ ما

اے خامہ خاصانِ رسل وقتِ دُعا ہے اُمت پہ ترِی آ کے عجب وقت پڑا ہے

وہ دیں جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے پردیس میں وہ آج غریبُ الغرباء ہے

بندگی دکھلانے کو مت کیجئے متقی کہلانے کو مت کیجئے

جو کہ عمل ہو برائے خدا سب میں ملحوظ ہو رضائے خُدا

دمبدم اس کی ہی رہے جستجو اور نہ مطلق رہے کچھ آرزو

ظاہر و باطن ہو برائے خُدا چاہیں خدا سے نہ سوائے خدا

دیدۂ بینا ہو ہر اک موئے تن اور محو تجلّے ہو روح و بدن

اے مرے مولا، میرے والی ولی کر عطا مجھ کو بہ طفیلِ نبیؐ

جو کہ ہیں مسلمان بھائی میرے فضل سے سب کو یہ رتبہ تو دے

خُدایا خودی سے بچا لو مجھے فقط اپنا بندہ بنا لو مجھے

توحید و معرفت

ما در دو جہاں غیر خدایا رندا ریم
جز یادِ خدا ہیچ دگر کار ندا ریم

درویش فقیر دریں گوشہ دنیا
با نیک و بد و خلق جہاں کار ندا ریم

ما مست صبوحیم زمیخانہ توحید
حاجت بے بادہ خمار ندا ریم

با جامہ صد پارہ و با خرقہ پشمیں
بر خاک نشینیم وازیں عار ندا ریم

گر یار وفادار ندا ریم عجب نیست
ما یار بجز حضرت جبار ندا ریم

ما شاخِ درختیم پُر از میوۂ توحید
ہر راہگزر سنگ زند عار ندا ریم

بنگر تو دلِ خستہ شمس الحق تبریز
ماجز ہوسِ دیدۂ دیدار ندا ریم

دلم با من ہے گوئید منم شہباز لاہوتی
بہ سیر عالم قدسی پریدن آرزو دارم

دریں وحشت سرائے من چرا باشم چرا باشم
کہ من در گلشنِ وحدت چمیدن آرزو دارم

صد کتاب و صد ورق در نار کن
جان و دل را جانب دلدار کن

زباں سے کہتے ہیں سب لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
مگر عمل نہیں اس پر کبھی مَعَاذَاللّٰہُ

جو پوچھو دیں کی حمیّت نہیں ہے وہ ہم میں
جو پوچھو دیں کی حرارت نہیں ہے وہ ہم میں

اسی لیے تو ہیں ہم میں خرابیاں پیدا
خُدا کے قہر کی یہ ہیں نشانیاں پیدا

ترک کر دنیا کا غم بے باک ہو
چھوڑ دے اس کی نجاست پاک ہو

خاک ہو جائے گا جب آخر کو تو
خاک ہو جانے سے پہلے خاک ہو

تصورِ دل میں رکھو ذاتِ حق کا
بہر وقت و بہر حال و بہر جا

زباں خاموش ہو پر دل میں جاری
رہے ہر وقت ذکرِ ذاتِ باری

جدھر دیکھا حقیقت میں ادھر اللہ ہی اللہ ہے
نظر آیا ہر اک جا پر رقم اللہ ہی اللہ ہے

ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے
تیری ہستی کی رنگ و بو نہ رہے

اس قدر ڈوب اس میں اے صابر
کہ بجز ھُو کے غیر ھُو نہ رہے

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا — سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

مراز پیرِ طریقت نصیحتے یاداست — کہ غیرِ یادِ خُدا ہرچہ ہست برباد است

بہ حضور رسالتمآب ﷺ

رَسُوْلُ اللّٰہِ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْکُلِّ — اَلْجِنِّ وَالْاِنْسِ مَاسِوَاہُ

لِکُلِّ نَبِیٍّ فِی الْاَنَامِ فَضِیْلَۃٌ — وَجُمْلَتُھَا مَجْمُوْعَۃٌ لِمُحَمَّدٍ

زمہجوری برآمد جانِ عالم — ترحم یا نبی اللہ ترحم

زِ محرو ماں چرا فارغ نشینی — تو آخر رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنِی

عرش است کمیں پایہ زایوانِ محمدؐ — جبریلِ امیں خادم و دربانِ محمدؐ

آں ذاتِ خُداوند کہ مخفی و نہاں بُود — پیدا و عیاں گشتہ زِچشمانِ محمدؐ

ہمہ انبیاء در پناہ تُو اند — مقیمِ درِ بارگاہ تُو اند

تو مہرِ منیری ہمہ اختر اند — تو سُلطانِ ملکی ہمہ چاکر اند

حضرت حاجی شاہ حسین قدس سرہُ العزیز جب مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو روضہ انور حضور رسالتمآب ﷺ کے سامنے بڑے درد کے ساتھ ایک نعت عرض کی جسے قبلہ عالم حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "مراۃ المحققین" میں لکھوایا۔ اس لیے ذیل میں چند اشعار ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں۔ کیونکہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اس نعت شریف کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔

ہستم سگِ جنابت یاسیّدالمدینہ — جانم فدائے خاکت یا سیّدالمدینہ

مسکین و مستمندم محزون و دردمندم — سوزندہ چوں سپندم یا سیّدالمدینہ

درمرض حرص جانم شدہ مبتلا چنانم — چارہ از وندانم یا سیّد المدینہ

بے حد گنہگارم جائے اماں ندارم — شرمندہ شرمسارم یاسیّد المدینہ

بہر دوا دویدم در حضرت رسیدم — چارہ دگر ندیدم یاسیّد المدینہ

ہستم سگِ سگانت مشتاق آستانت مسکین ومدح خوانت یاسیّدالمدینہ
خواہم ز تو عدایت ہردم کنم ثنایت سرافگنم بہ پایت یا سیّدالمدینہ
عرض حسین مسکین بپذیر یاشہِ دیں کن کرم حالِ مابیں یاسیّدالمدینہ

☆

خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
دِل وجانم فدایت یامحمدؐ سرِ من خاکِ پایت محمدؐ

☆

گر نبودے ذاتِ پاکت راوجود کن نہ گفتے خالق ارض وسماء

☆

مرحبا سیّدِ مکیِ مدنیِ العربی ، دِل وجاں باد فدائت چہ عجب خُوش لقبی
من بیدل بجمالِ تو عجب حیرانم اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی
چشمِ رحمت بکشا سوئے من اندازِ نظر اے قریشی لقبی ہاشمی و مُطلبی
نسبتے نیست بذاتِ تُو بنی آدم را زانکہ از آدم وعالم چہ کہ عالی نسبی
ماہمہ تشنہ لبانیم وتوئی آبحیات رحم فرما کہ زحدمی گزرتشنہ دلبی
شبِ معراج عروجِ تُو زافلاک گذشت بمقامیکہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبیؐ
ذاتِ پاک تُو کہ در مُلکِ عرب کردہ ظہور زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی
نخلِ بُستانِ مدینہ زتُو سرسبز مدام زاں شدہ شہرہ آفاق بشیریں رطبی
نسبتِ خود لسگت کردم وبس منفعلم زانکہ نسبتِ لبسگِ کوئے تُوشُد بے ادبی
عاصیانیم زماکیّ اعمال مپرس سوئے ماروئے شفاعت بکن از بے سببی
بردرِ فیضِ تو ستادہ بصد عجزونیاز رُومی وطوسی وہندی ومدنی وعربی

سیّدی انت حبیبی وطبیبِ قلبی آمدہ پیشِ تو قدسی پئے درماں طلبی

☆

خُدا کس کو کہتے تھے کیا جانتے تھے تیرے منہ سے ذکرِ خُدا ہے محمدؐ

جسے کہتے ہیں سب کلامِ الٰہی وہ تیریؐ زباں سے سُنا ہے محمدؐ

تیرا وصل جنت، تیرا ہجر دوزخ تیریؐ دید، دیدِ خُدا ہے محمدؐ

محمدؐ ایک دریا ہیں، دو عالم ان کی موجیں ہیں غریق بحرِ عرفاں ہو تو تب یہ ماجرا جانیں

محمدؐ فی الحقیقت آفتابِ لایزالی ہے اُنہیں کا دو جہاں میں...... پرتوہ جانیں

پندونصائح

نال تصور اسم اللہ دے دل نوں قید لگائیں درود سلام پڑھیں ہمیشہ طرف رسول پہنچائیں

پاٹا پوٹا پہن عزیزا، رُوکھا سُوکھا کھائیں گِلہ گزاری مُول نہ کرنا، شکر بجا لیائیں

انگریزی فیشن انگ نہ لاویں، لباس محمدی پائیں داڑھی تیری مردنشانی، اسنوں نہ منوائیں

تھوڑے اتے راضی ہوویں، رزق حلال کمائیں نرمی سختی سہیں پیارے قرض نہ مول اٹھائیں

اولادوں نت قرآن پڑھائیں، نیکاں کول بٹھائیں عورت نوں وچہ پردے رکھیں، ماریں کٹیں ناہیں

نفسانی خواہش دُور کریں تے شریعت عمل کمائیں نافرماناں تے مجھولاں واگر جان نوں روگ نہ لائیں

عمل کریں توں حدایت اتے ''اللہ'' نام پکائیں حقے، سگرٹ، چرسی، بھنگی، مجلس وچہ نہ جائیں

رب کہے میں رازق تیرا، مینوں بُھل نہ جائیں حل کراں مَیں مشکل تیری، میری یاد بُھلائیں

کلے نال توں ماریں رہتا، کلمے نال اٹھائیں کریں شفاعت نال اساڈے، جنت وچہ لیجائیں

ارشاداتِ عالیہ

۱۔ ہر کام بسم اللہ شریف پڑھ کر شروع کیا کرو، کیونکہ جس کام سے پہلے بسم اللہ شریف نہ پڑھی جائے، اس سے برکت اٹھ جاتی ہے۔

۲۔ سود خوری سب سے بڑی لعنت ہے، اس سے بچئے۔

۳۔ مُردے کو دیکھ کر اپنی موت یاد کرو۔

۴۔ یہاں کے قیام وطعام کے لیے تو کئی قسم کے سامان مہیا کرتے ہو۔ آخرت کے لیے بھی کوئی سامان تیار کرو۔ یہ سب سامان تو یہاں رہ جائیں گے۔ آخرت کے لیے جو کچھ تم نے بنایا ہے، وہی تمہارے ساتھ جائے گا۔

۵۔ جو آدمی ایک دن صدقِ دِل سے خدمت کرے۔ اس کے ایک دن کی برکت ساری عمر کو کافی ہے اور جو ساری عمر خدمت کرے۔ اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔

۶۔ جو اپنے کام میں خدا اور رسول ﷺ کو بھلا دیتا ہے۔ وہ ہمیشہ ہی ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

۷۔ پانچ آدمی پانچ وجہ سے دوزخ میں جائیں گے (ا) عرب کے لوگ تعصب اور عداوت کی وجہ سے (ب) گاؤں کے رئیس تکبر کی وجہ سے (ج) سوداگر دغابازی کی وجہ سے (د) عوام جہالت کی وجہ سے اور (ہ) عالم حسد کی وجہ سے۔

۸۔ تمام خلقت تین قسم کی ہے:

اوّل۔ فرشتے، یہ عقل رکھتے ہیں، خواہش اور غصہ نہیں رکھتے۔

دوم۔ حیوان، یہ خواہش اور غصہ رکھتے ہیں، عقل نہیں رکھتے۔

سوم۔ انسان، یہ خواہش، غصہ اور عقل تینوں رکھتا ہے۔

اگر انسان خواہش اور غصہ کو تابع عقل کرے تو فرشتہ سے اعلیٰ درجہ پائے اور اگر اس کے خلاف کرے تو حیوان سے بدتر، کیونکہ ان کی عادت ہے اور اس کا کسب، آدمی لذّت حیوانی اور خواہشِ نفسانی طلب کرتے ہیں۔ ان کی اتنی ضرورت ہے جتنی کھانے میں گرم مصالحہ کی۔

۹۔ قرآن وسنت پر عمل کرو۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رَسُول ﷺ سے محبت پیدا کرو۔

۱۱۔ اپنے فیصلے شریعت کے مطابق خُود کرو، کچہریوں میں جاکر ذلیل وخوار نہ ہو۔

۱۲۔ ہر بستی میں تبلیغ دین کی جماعت تیار کرکے، برائی سے روکو۔

۱۳۔ حلال روزی کھاؤ، رشوت ستانی اور دوسروں کا حق نہ کھاؤ۔

۱۴۔ حقہ نوشی چھوڑ دو، کیونکہ جس جگہ حقہ پیا جائے، اُس جگہ رحمت کے فرشتے نازل نہیں ہوتے۔

۱۵۔ تصورِ شیخ رکھو تو بہتر، ورنہ تصورِ اِسمِ ذات ''اَللّٰہ'' سب وظیفوں سے بڑا وظیفہ ہے۔

ذکرِ اسمِ ذات

قبلہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسمِ ذات یعنی ''اللّٰہ'' کے ذکر کی بہت تاکید فرماتے کہ اپنے ہاتھ کے پنجہ پر غور کرو اور ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی الف۔ درمیانی تین انگلیاں ''للّٰہ'' اور انگوٹھا ذرا ٹیڑھا کرنے سے (ہ) کی شکل بن جائے گی اور سب مل کر اِسمِ ذات اللّٰہ بن جائے گا۔

اس طرح سے اسم ذات تمہارے پاس موجود ہے۔ اس کا تصور دل پر لگاؤ۔ یہ دین و دنیا کے سب کام آسان کر دیتا ہے۔ یہ بڑا طاقتور نام ہے۔ اس کا کثرت سے ذکر کرنے والا، دُور دراز سے آدمی کو بُلا لیتا ہے اور یہ اسم ہر مشکل میں ذاکر کے کام آتا ہے۔ بڑے بڑے اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کا یہی وظیفہ رہا ہے۔ حضرت جناب سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو ایک بیت کے اندر یوں ادا فرمایا ہے:

یار یگانہ مِلسی تینوں جے سِر دی بازی لائیں ھُو
عِشق اللہ وِچ ہو مستانہ ھُو ھُو سدا الائیں ھُو
نال تصور اسم اللہ دے، دل نوں قید لگائیں ھُو
ذاتی نال جاں ذاتی رلیا تد باھُو نام سدائیں ھُو

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اسم ذات کے کمال درجہ کے ذاکر تھے۔ چنانچہ کتاب ''خزینہ معرفت'' میں ہے، ایک روز آپ نے فرمایا کہ ''مجھے زمین پر چلنا پھرنا، پیشاب پاخانہ کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ ہر جگہ اسم ذات روشن اور نورانی نظر آتا ہے''۔

آپ اِس کے بہت فوائد بیان فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات میں گزر چکا ہے کہ یہ سب وظیفوں سے بڑا وظیفہ ہے اور حضرات نقشبندیہ کا یہ خاص وظیفہ ہے۔ اِس کا ذکر ہر ایک مشکل سے نجات دیتا ہے۔ تمام بیماریوں

کو دُور کرتا ہے۔ خاص کر دِلی بیماریوں کا واحد عِلاج ہے۔ اِسمِ ذات کے متعلق یہ شعر آپ کثرت سے بیان فرمایا کرتے تھے۔

تصور دِل میں رکھو ذاتِ حق کا بہر وقت وبہر حال وبہر جا
زباں خاموش ہو پر دِل میں جاری رہے ہر وقت ذکرِ ذاتِ باری

حاجی کریم بخش صاحب کھراؤنہ شرقپوری نے پانی پت میں حضرت سیّد غوث علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر، حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اِسمِ ذات کے ذریعہ ایک آدمی کو دُور سے بلاتے ہوئے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وُہ فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دِن مجھے فرمایا کہ ہم نے حضرت غوث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر، گُل حسن شاہ صاحب، سجادہ نشین کو ملنے کے لیے پانی پت جانا ہے۔ اس لیے تم لاہور ریلوے اسٹیشن پر چلے جاؤ اور فلاں شخص سے میرا نام لے کر دو ٹکٹ لاہور سے پانی پت کے لے لو۔ مَیں شام کے وقت لاہور پہنچ جاؤں گا۔ پھر ہم دونوں رات کی گاڑی سے سفر کریں گے تاکہ کِسی کو ہمارا پتہ نہ چلے۔ مَیں نے حسبِ الارشاد لاہور پہنچ کر اس آدمی سے (جو ریلوے کا ملازم تھا) قبلہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا اور آپ کا حکم سنایا۔ اس نے فوراً دو ٹکٹ مجھے دے دیے۔

شام کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور پہنچ گئے اور اِس شخص نے ہم کو گاڑی پر سوار کرایا۔ ہم رات کو گاڑی پر سوار ہو کر صبح پانی پت اسٹیشن پر اترے اور وہاں پر فجر کی نماز ادا کر کے دربار حضرت سیّد غوث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف روانہ ہوئے جو کہ یہاں سے نصف میل کے فاصلہ پر تھا۔ دربار پر پہنچ کر جاروب کش سے معلوم ہوا کہ گُل حسن صاحب، سجادہ نشین رام پور کے نواب کے ملنے کے لیے گئے ہوئے ہیں اور وُہ آج واپس نہیں آئیں گے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسمِ ذات کے زبردست ذاکر تھے۔ جیسا کہ

اُوپر بیان ہو چکا ہے۔ حتّٰی کہ آپ کے دِل سے ہر وقت ہی ھُو ھُو کی آواز آتی تھی۔

آپ نے اسمِ ذات کی طاقت سے تھوڑی ہی دیر میں انہیں بلا لیا اور کچھ دیر ان کے پاس بیٹھ کر آپ واپس تشریف لے آئے۔

تبلیغِ مذہب

آپ پکے حنفی المذہب تھے۔ اس لیے آپ اپنے تمام دوستوں کو حنفی مذہب کی تبلیغ و تلقین فرمایا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ جس کا مسلک ائمہ اربعہ سے باہر ہے وُہ غلط راستہ پر ہے اور حنفی مذہب سب سے عظمت والا ہے کیونکہ ہمارا فاروق عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فاروقِ اعظم ہے۔ ہمارا امام، امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور ہمارا غوث، غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہے اور ہم تین اعظموں کے درمیان ہیں لیکن اس کے باوجود آپ مذہبی جھگڑوں میں حصہ نہ لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر فرقہ کے لوگ آپ کو برگزیدہ، مقبول اور محسن ملت جانتے اور مانتے ہیں۔

کرامات

☆ یوں تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات بے شمار اور بے حساب ہیں۔ بلکہ یُوں کہیے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرتاپا خود مجسمہ کرامات ہیں۔ مگر چونکہ یہ مختصر سی کتاب ہے۔ اس لیے اس میں آپ کی چند مشہور و معروف کرامات جو غالباً پہلے بیان نہ ہوئی ہوں گی ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ میری اس محنت کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ سب سے پہلے آپ کے رفیقِ سفر، مستری کرم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ ایک کرامت ہے جو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ کا پتہ دیتی ہے۔ راقم الحروف کو یہ کرامت معتبر ذرائع سے معلوم ہوئی ہے۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف سے

حسبِ معمول حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضر ہونے کے لیے لاہور تشریف لے گئے۔ دو تین آدمی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

جب آپ لاہور میں بڈھا دریا پر پہنچے تو خلاف معمول وہیں ایک چادر بچھا کر مراقبہ میں بیٹھ کر نذرِ محویت ہو گئے۔ اتنے میں ایک نقاب پوش کی آمد ہوئی۔ جس سے نورانی شعائیں نکلتی تھیں۔ وُہ بھی مصافحہ کر کے آپ کے ساتھ بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر تک راز و نیاز کرنے کے بعد آپ سے بغل گیر ہو کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے سیدھے شرقپور شریف تشریف لے آئے لیکن کِسی کو بھی اس واقعہ کے متعلق پوچھنے کی جرات نہ ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد مستری کرم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے اس واقعہ کی بابت پوچھا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ''وُہ نقاب پوش حضرت جناب داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو فرماتے تھے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ بیس میل سے میری خاطر تشریف لے آتے ہیں۔ آج مجھے خیال آیا کہ مَیں بھی کچھ دُور جا کر سنّتِ نبوی ﷺ کے مطابق اپنے مہمان کا استقبال کروں۔

یہ واقعہ حیاتِ انبیاء واولیاء کے منکرین پر حجت ہے کیونکہ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۴۶۵ھ ہجری ہے اور یہ واقعہ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے تقریباً (۸۷۵) یعنی پونے نوسو سال کے بعد کا ہے۔ اگر قبلہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اتنی بڑی مدت کے بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرقد سے نصف میل کے فاصلہ پر آ کر ملتے ہیں تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اولیائے کرام تو زندہ ہیں مگر ہماری آنکھیں انہیں دیکھنے سے قاصر رہتی ہیں۔ خزینہ معرفت میں ہے کہ:

''آپ نے فرمایا کہ مَیں دربار حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے

گزرا تو درگاہ سے آواز آئی۔ مَیں نے کہا: جو کچھ دینا ہے میرے پیچھے بھیج دو تو آپ کی نسبت ہمارے ساتھ ساتھ ہی چلی آئی"۔

☆ یہ بات معتقدین سلسلہ پر عیاں ہے کہ آپ کے بھائی حضرت جناب ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایامِ جوانی میں دین متین کی طرف ہرگز رغبت نہیں رکھتے تھے۔ کسی نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یوں عرض کی: قبلہ! آپ کے بعد جانشین کون ہوگا؟ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "ہمارا بھائی"۔ پھر کہا گیا کہ وعظ کون کرے گا؟ آپ نے فرمایا "ہمارا بھائی کرے گا"۔ پھر پوچھا گیا "آپ کا قلمدان کون استعمال کرے گا؟ آپ نے فرمایا "ہمارا بھائی کرے گا"۔ پھر کہا گیا کہ وہ تو اس طرف رغبت ہی نہیں رکھتے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: "اُسی کو دوں گا اور ضرور اُسی کو دوں گا"۔

حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کے خطبہ میں عموماً دیر سے آیا کرتے تھے۔ ایک دِن آپ خلافِ عادت بہت پہلے مسجد میں تشریف لے آئے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ خطبہ آپ پر ایک نگاہ ڈالی تو حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ کافی دُور بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگوں کے سروں پر سے ہوتے ہوئے حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں آ گرے۔ کپڑے پھاڑ ڈالے۔ عینک ٹوٹ گئی اور آپ کی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی ریزہ ریزہ ہوگئی۔ عجیب کیفیت تھی۔ مچھلی کی طرح لوٹتے تھے اور آپ کے گرد چکر کاٹتے تھے۔ بیخود پڑے تھے۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ پڑھایا اور دوستوں سے فرمایا کہ انہیں اٹھا کر مسجد کی چھت پر چھوڑ آؤ۔ جب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نمازِ عصر کے بعد دوستوں سے فارغ ہو کر اوپر تشریف لائے تو ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بالکل بیخود پڑے تھے۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ فرمائی۔ اس حالت میں ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمارہے تھے: "تُو تو میرا رَبّ ہے۔ تُو تو میرا رَبّ ہے۔ اَب بس کر مجھ میں ہمت نہیں رہی"۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکراتے تھے۔ آپ رَبّ نہ تھے مگر چونکہ لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ آلخ ۔ حدیث قدسی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ جب میرا بندہ نفل پڑھ پڑھ کر میرا مقرب بن جاتا ہے تومَیں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں کہ جن سے وُہ دیکھتا ہے۔ اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وُہ سنتا ہے۔ اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وُہ چلتا پھرتا ہے۔ اس کا دیکھنا ربّ کا دیکھنا، اس کا سننا حقیقت میں رب کا سننا ہے۔ بندہ ربّ تو نہیں بن جاتا مگر عبادت کثیر کی وجہ سے ذاتِ الٰہیہ کا مظہر ہوجاتا ہے۔ جب وُہ کلام کرتا ہے۔ زبان تو اُس کی ہوتی ہے لیکن حقیقت میں رب بولتا ہے۔ اس نقطہ کو حضرت عارفِ رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خُوب سمجھا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

گفتہِ او گفتہِ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

حضرت قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہلے تو صرف غلام اللہ تھے۔ لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب توجہ فرمائی، تو حضرت قبلہ عالم میاں غلام اللہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بن گئے اور تیس سال تک حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین رہ کر ۷ ربیع الاوّل ۱۳۷۷ ہجری میں ۶۷ برس کی عمر پا کر وصال فرمایا اور حضرت رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے یار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک کے اندر آپ کے پہلو میں جگہ پا کر اعلیٰ مقام حاصل کیا اور دنیا کو ثابت کر دیا کہ آپ واقعی حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح

معنوں میں جانشین اور حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

خُدا رحمت کند ایں، عاشقانِ پاک طینت را

اگر پھر کبھی اللہ کریم نے موقعہ فرمایا تو حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ھدیہ ناظرین کروں گا۔

ایک دفعہ بزرگوں کی ایک جماعت میں آپ کا ذکر ہو رہا تھا۔ ایک نے کہا حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو قطب تھے۔ ان میں سے ایک بزرگ جو واقفِ اسرار تھے، فرمانے لگے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قطب نہیں تھے بلکہ قطب ساز تھے۔ یعنی قطب تو آپ کی نگاہِ کمال سے ہی بنتا ہے۔

☆ آپ کے پاس سیّد نُور حسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا نام ہے؟ عرض کی حضور! نام نُور الحسن ہے۔ آپ نے فرمایا: تو تمہیں نُور الحسن بنا دیں؟ یہ خاموش کھڑے رہے۔ آپ نے ایک ہی نگاہ سے منازل طے کرا دیں اور نُور حسن سے سیّد نُور الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ بنا دیا۔ جن کی شہرتِ ولایت سے سلسلہ طریقت مفتخر ہے۔

☆ میاں رحمت علی صاحب تشریف لائے۔ نام پوچھا تو عرض کی میرا نام رحمت علی ہے۔ آپ کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا اور ایک ہی نگاہ سے رحمت علی کو حضرت میاں رحمت علی صاحب مدظلہ العالی بنا دیا۔

☆ حضرت محمد اسمٰعیل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کرموں والے حاضر ہوئے۔ آپ نے پیار سے فرمایا: تم تو کرمانوالہ ہو۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا لفظ "کرمانوالہ" دنیا کے دل پر ایسا ثبت ہوا کہ تا قیامت قائم رہے گا کیونکہ یہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عطا کردہ لقب ہے۔ اسی لیے تو کسی نے کہا ہے: "ولی کے منہ سے جو نکلی وُہ بات ہو کے رہی" جناب دائم اقبال صاحب دائم قادری نے اس واقعہ کو یُوں منظوم کیا ہے:

میاں صاحب دے فیض دی حد مکّی جدھر دیکھا دیوا جگا دتا

ا

نورحسن شاہ نوں سینے لاکے تے اک پل وچہ توڑ اپڑا دتا

....

رحمت علی تے نبی دی ہوئی رحمت گویا چورتھیں قطب بنادتا

کرموں والیوں بنیا حضرت کرمانوالہ شیر حق جاں کرم کمادتا

☆راقم الحروف کی والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ بندہ ایک سال کی عمر میں سخت بیمار ہوگیا۔ بڑے علاج کیے گئے لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا۔ حتیٰ کہ طبیبوں نے میری زندگی سے ناامید ہوکر جواب دے دیا۔ میرے نانا جان جناب بابا محمد عاشق صاحب مونگہ شرقپوری حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر جاکر رورو کر دعائیں مانگتے اور جناب پیرانِ پیر حضرت سیّدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو پکارتے اور عرض کرتے کہ یا حضرت میرا یہ دوہتا والدین کا اکلوتا بیٹا ہے۔ ان کی آنکھوں کا نور ہے اور ان کے دل کا سرور ہے۔ آپ اللہ کریم کے مقرب ہیں اور پکارنے والے کی آواز کو سنتے ہیں۔ لہٰذا آپ اللہ کریم کے حضور میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کے صدقہ میں اسے ہمیشہ کے لیے صحت کاملہ عنایت فرمائے۔

راقم کہتے ہیں کہ اُن کی والدہ فرماتی ہیں کہ مجھے رات کو نیند نہ آیا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک رات دیوار سے ٹیک لگائے مجھے گود میں لیے بیٹھی تھیں کہ اچانک آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتی ہیں کہ یکدم شور ہوا۔ جس میں میرے نانا جان مذکور بھی موجود ہیں اور کہہ رہے ہیں ہٹ جاؤ۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لا رہے ہیں۔ آپ کے پیچھے کوئی اور بزرگ تھے جو صاف طور پر دکھائی نہیں دیتے تھے۔ اس لیے میری والدہ نے پوچھا پیچھے کون ہے؟ تو میرے نانا جان نے کہا جناب غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ میری چار پائی کے پاس تشریف لائے اور بشارت دے کر واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ میری والدہ کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو مَیں گود میں آرام سے سو رہا تھا اور دوسرے ہی دن میری

طبعیت درست ہوگئی۔

حقیقت میں بندہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خود زندہ جاوید کرامت ہے۔ یہ واقعہ حضرت قبلہ کی وفات سے ۱۴ سال بعد کا ہے اور منکرین امداد اولیاء اللہ کے لئے حجت تام ہے۔

☆ حاجی نواب خاں صاحب ولد عمر خاں صاحب راجپوت سکنہ میر محمد علاقہ قصور، جو اہل حدیث مشرب تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خواہش تھی کہ حضرت سرورِ دو جہاں ﷺ کی زیارت ہو۔ مولوی عزیز الدین صاحب، امام مسجد ستو کی نے مجھے ترغیب دی کہ میں قبلہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شرقپور شریف جاؤں۔ بنابریں ہم دونوں شرقپور شریف حاضر ہوئے۔ ایک شب و روز وہاں قیام کیا۔ اگلے روز عصر کے وقت حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی، زیارت سے مشرف ہوئے۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میں بہت گنہگار ہوں۔ میری یہ خواہش ہے کہ میں نے حضرت رسُول خُدا ﷺ کی زیارت سے باریاب ہو جاؤں۔ میں نے یہ سنا ہے کہ آپ مکہ شریف میں کبھی کبھی نماز گزارتے ہیں۔ آپ نے نفی میں جواب دیا اور فرمایا تمہیں کس نے کہا ہے۔ جب میں نے مولوی عزیز الدین کا حوالہ دیا تو آپ نے اسے سرزنش کی۔ بعدہٗ میرے زانوؤں کو دبا کر فرمایا کہ نمازِ عشاء کے بعد چار سو بار درود شریف خضری پڑھ کر، کسی کلام کیے بغیر سو جایا کرو۔ انشاء اللہ تم کو گوہر مقصود مل جائے گا۔

میں نے آٹھ روز تک یہ عمل کیا اور ایک دن نوافل تہجد ادا کرنے کے بعد اپنی جائے نماز پر بیٹھا ہوا تھا کہ اونگھ آ گئی۔ ناگاہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ بیت الحرم میں ہوں اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے آگے طواف فرما رہے ہیں۔ میں نے بھی آپ کی تقلید کی۔ بعدازاں میں نے عرض کی۔ آپ نے تو فرمایا تھا کہ ہم یہاں تشریف نہیں لایا کرتے؟ آپ نے مجھے اس وقت لبوں پر مہرِ سکوت لگانے کی ہدایت کی۔ بعد

میں حضور سرورِ کائنات فخر موجودات ﷺ کی ذات پاک بمعہ اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین اربعہ اور دس دیگر جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تشریف لائے اور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ان حضرات کے اسماء گرامی بتلائے

مَیں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ سراپا نُور ہیں۔ میرے قلب پر آنحضرت ﷺ کی زیارت سے ایک خاص کیفیت پیدا ہوئی۔ مَیں نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آبِ زمزم لے جانے کے لیے کہا۔ نیز عرض کی کہ مجھے آپ باطنی راستہ سے واپس لے چلیں کیونکہ مجھے بحری راستہ سے دِقت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ آپ نے خاموشی کا ارشاد کیا۔ بعدہٗ تمام جماعت وہاں سے روانہ ہوئی اور کیا دیکھتا ہوں کہ مدینہ شریف میں وہی جماعت آ گئی ہے۔ پھر مَیں نے آنحضرت ﷺ کے روضۂ انور کی بھی زیارت کی اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مَیں نے عرض کی کہ یہاں سے احباب ورفقاء کے لیے تبرکاً کھجوریں لے جائیں۔ پھر بھی مجھے آپ نے خاموشی کی ھدایت فرمائی۔ مَیں نے عرض کی کہ مجھ سے بحری راستہ سے سفر کی زحمت گوارا نہیں ہو سکے گی۔

آپ نے فرمایا: "میرے پاؤں پر اپنے پاؤں رکھو اور آنکھیں بند کر لو۔ مَیں نے ایسا ہی کیا اور چشم زدن میں، مَیں نے اپنے آپ کو لاہور میں پایا اور وہاں سے مَیں نے رلجہ جنگ کا ٹکٹ لیا۔ اسٹیشن سے اتر کر گاؤں کی طرف جا رہا تھا کہ آنکھ کُھل گئی۔ دیکھا تو وہی مصلّے اور وہی مکان فقط۔ سبحان اللہ۔

حاجی نواب خاں صاحب کا بیان ہے کہ اس سے پہلے بہت سے علماء کی خدمت میں، مَیں نے عرض کی ۔انہوں نے مجھ سے بہت ساری چلہ کشی کرائیں اور مولوی عبدالجبار صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور دیگر حضرات کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ ہر ایک صاحب نے وظائف فرمائے مگر اپنے مقصود میں کامیاب نہ ہوا۔ جب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو چند ہی دنوں میں اپنے گوہر مقصود کو پالیا۔

جو مکان مکہ شریف کے خواب میں دیکھے تھے، ویسے کے ویسے حج کرنے کے موقعہ پر جا...
ہُو بہُو وہی سب کچھ تھا۔ جو خواب کے درمیان مَیں نے دیکھا تھا۔ سبحان اللہ! (خزینہ معرفت)

☆ حکیم احمد علی صاحب قصوری کا بیان ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرام...
اس قدر مشہور ہیں کہ آج زمانہ میں مخالف بھی اُن سے انکار نہیں کر سکتے۔ ایک دفعہ کا ذکر...
کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصور میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ کے مخلص...
مریدوں میں سے، حضرت مولانا مولوی فضل حق صاحب مرحوم ان دنوں قصور میں نائب...
تحصیلدار تھے اور حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے مکان پر جو مسجد قاضی محمد سلیم...
صاحب کے سامنے پیرانوالہ طویلہ کے نام سے مشہور ہے میں رونق افروز تھے۔

مَیں ...... (حکیم احمد علی) نے تحصیلدار صاحب کے روبرو عرض کی...
حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آج آپ دن کا کھانا ہمارے ہاں منظور فرمائیں۔ آپ نے...
فرمایا کہ مولوی صاحب ہی میزبان ہیں۔ ان سے اجازت حاصل کر لو۔ اس وقت حضور کے...
پاس تین آدمی موجود تھے۔ حکیم صاحب نے چاول بیگمی سوا گیارہ سیر زردہ پلاؤ کی قسم...
تیار کرائے۔

کھانا کھانے کے وقت قصبہ کھیم کرن، للیانی، فیروز پور اور دیگر مضافات سے...
اس قدر لوگ جمع ہو گئے کہ موجودہ کھانا نصف آدمیوں کے لیے بھی کافی نہ تھا۔ مَیں دیکھ کر...
سخت گھبرایا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے دِل سے آگاہ ہو کر فرمایا: ''حکیم...
صاحب کھانا لے آؤ تا کہ کھلانا شروع کیا جائے''۔ حضور نے دونوں دیگچے چاولوں کے اپنے...
آگے رکھوائے اور حکم دیا کہ ''کھانا کھانے والوں کو بٹھاؤ'' اور آپ دیگچوں میں سے چاول...
اپنے دستِ مبارک سے برتنوں میں ڈالتے جاتے تھے اور خوش ہو ہو کر فرماتے تھے...
کہ ''چاول تو بڑے لمبے ہیں''۔ جب تمام یارانِ طریقت اور مہمان بیرونی کھانا کھا کر فارغ...
ہو چکے تو آپ نے فرمایا: ''قصور والے یار باہر ڈیرہ میں بیٹھے ہیں، اُن سب کو بلا لاؤ''۔ وہ

بھی قریباً بیس آدمی ہوں گے۔ اُن کو بھی آپ نے کھانا کھلا دیا اور مجھ (حکیم صاحب) کو حکم دیا کہ "مولوی صاحب کے گھر بھی کھانا بھیجنا چاہیے"؟ ان کو ایک پلیٹ چاولوں کی بھر دی اور مَیں یہ مولوی صاحب کے گھر پہنچا آیا۔ آپ قریباً دوسو یا اس سے زیادہ آدمیوں کو کھلا چکے تو آپ نے فرمایا کہ "آؤ اب ہم اور تم دونوں مل کر اطمینان سے کھائیں کیونکہ اب تم کو کوئی پریشانی نہیں ہے۔ کھانا کھانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ "دونوں دیگچوں میں جو چاول بچے ہیں تبرکاً گھر میں لے جاؤ"۔ جب مَیں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ چاول جتنے دیگچوں میں لائے گئے تھے، ان میں سے کوئی کمی معلوم نہیں ہوتی تھی۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ" مَیں نے (حکیم صاحب نے) چار دفعہ یہ آیت کریمہ تلاوت کی "اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ"

☆ ایک دفعہ سات دہریہ آدمی (خدا کی ہستی کے منکر) آپ کی تعریف سُن کر کہ آپ ولی اللہ ہیں،

شرقپور شریف میں پہنچ کر حاضر ہوئے اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ آپ خدا تو ہرگز نہیں دکھا سکیں گے اور ہم مذاق اڑائیں گے مگر انہوں نے یہ نہ سوچا کہ:

تماشہ خود نہ بن جائیں تماشہ دیکھنے والے

جب آپ کے درِ اقدس پر حاضر ہوئے تو کافی لوگ پہلے سے ہی آپ کے ہاں موجود تھے۔ اس لیے یہ لوگ دُور ہٹ کر بیٹھ گئے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بات تک نہ کی۔ آپ نے بذریعہ کشف اُن کے دِل کی گہرائیوں کے حالات سے آگاہی حاصل کر لی۔ اتنے میں دوپہر کے کھانے کا وقت ہو گیا۔ آپ نے سب کو کھانا کھلایا اور یہ فرمایا کہ "سب دوست مسجد میں جا کر آرام کرو کیونکہ گرمیوں کا موسم تھا۔ سب کے ساتھ یہ بھی اٹھنے لگے لیکن آپ نے فرمایا کہ تم ساتوں بیٹھے رہو" حالانکہ آپ نے ان سے

کچھ بھی نہ پوچھا تھا۔ جبھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اِتَّقُوا بِفِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ (ترجمہ: تم مومن آدمی کی قوت فراست سے ڈرو۔ کیونکہ وہ یقیناً اللہ کے نُور کے ساتھ دیکھتا ہے۔

دوسرے لوگوں کے چلے جانے کے بعد آپ نے اٹھ کر اپنی بیٹھک کا دروازہ بند کرلیا اور دوزانو ہو کر ان دہریوں کے آگے بیٹھ گئے اور "اَللّٰهُ" کا ذکر شروع کر دیا۔ آپ آہستہ آہستہ ذکر فرما رہے تھے اور یہ لوگ دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔

آپ نے ایک نگاہ ان پر ڈالی اور زور زور سے ذکر شروع کر دیا اور اب آپ اَللّٰهُ کی بجائے "اَللّٰه ہے" کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ کی نگاہ کا یہ اثر ہوا کہ ساتوں دہریہ بھی "اَللّٰه ہے" کا ذکر کرنے لگے۔ ان کی فلک شگاف آواز سے باہر گلی میں یہ منظر دیکھنے کے لیے کئی لوگ جمع ہو گئے۔ اتنے میں ظہر کا وقت آ گیا اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو چھوڑ کر مسجد میں جلوہ گر ہوئے۔ پھر تو ان لوگوں کی یہ حالت تھی کہ زمین پر لوٹتے، کپڑے پھاڑتے اور منہ سے اَللّٰه ہے کا ذکر کرتے تھے۔

جب آپ نمازِ ظہر سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ ان کے ہر جوڑ سے "اَللّٰه ہے" کی آواز سنائی دیتی ہے اور دِل کی دنیا بدل چکی تھی۔ اسی لیے تو حضرت پیرِ رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
اُو نشیند در حضورِ اولیاء

آپ باری باری ہر ایک کے پاس تشریف لا کر فرماتے "میرے دوست یہ تیرا چہرہ کس قدر خوبصورت ہے؟ تیری آنکھیں کتنی پیاری ہیں؟ تیرے ہاتھ کیسے شاندار ہیں؟ مگر یہ تو بتا کہ یہ کسی کاریگر کے بغیر بن گئے ہیں؟ حالانکہ کاریگر کے بغیر تو ایک سوئی بھی نہیں بن سکتی۔ پھر یہ اتنی خوبصورت چیزیں کیسے بن سکتی ہیں؟ ان کا بنانے والا اَللّٰه

عزوجل ہی ہے"۔ چونکہ وہ سب کچھ دیکھ چکے تھے۔ اس لیے فوراً آپ کے ہاتھ پر توبہ کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد بن گئے۔ آپ نے حجام کو بلا کر ان کی شکل محمدی بنا دی اور اپنی گرہ سے ان کا سادہ لباس تیار کرا کر اسی وقت سادہ لباس پہنا دیا اور پرانے لباس کی ایک گٹھڑی بنوا کر اپنے ایک خادم کے سر پر رکھ دی اور کہا "ان دوستوں کو لاری میں بٹھا آؤ۔
کتنے خوش قسمت تھے یہ لوگ کہ جب آپ کے دروازہ سے اندر داخل ہوئے تو دہریہ (خدا کی ہستی کے منکر تھے) اور جب باہر آئے تو اللہ والے کی نگاہ سے "اللہ والے" بنے ہوئے تھے اور توحید کا رنگ اُن پر چڑھا ہوا تھا۔ نہ وہ دہریت کی بُو تھی، نہ وہ باطل پرستی کا ولولہ، نہ وہ توہماتی نظریات، خدا رسیدہ بن چکے تھے۔ جنہیں فی الحقیقت خدا رسیدہ کہا جا سکتا ہے۔ سبحان اللہ! کیسی تھی نظر محمد ﷺ کے شیر کی؟ اسی لیے تو کہا گیا ہے:

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صُورت کو بگاڑ
ایک یہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

خزینہ معرفت میں ہے:

☆ میاں محمد سکنہ ہرچوکی، علاقہ چونیاں بیان کرتے ہیں کہ مولوی یار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اوّل نے بیان کیا تھا کہ میاں غلام یٰسین صاحب فیض پوری نے ذکر کیا کہ مَیں اور میاں عبدالغفور رحمان پوری دونوں حج بیت اللہ شریف کو تیار ہوئے اور جانے سے پہلے قبلہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ برائے حج آپ بھی ہمراہ تشریف لے چلیں تو آپ نے فرمایا "تم چلو، خدا کا حکم ہوا تو مَیں بھی پہنچ جاؤں گا"۔ ہم دونوں اجازت لے کر روانہ ہوئے۔
جب عرفات کے میدان کے قریب پہنچے تو فجر کی نماز میں اپنے دونوں کے درمیان حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو موجود پایا۔ پھر بعد نماز دیکھا تو آپ موجود نہیں تھے۔ جب حج سے واپس ہوئے تو پہلے شرق پور شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ کا نیاز حاصل کر کے دوسرے شرقپوری یاروں سے دریافت کیا کہ آپ حج کے لیے تشریف لے گئے تھے؟ انہوں نے کہا، ہرگز نہیں۔ آپ جمعہ و جماعت ہر روز یہاں خود ہی کراتے رہے ہیں اور کمترین نے حلفاً عرض کی کہ ہم نے آپ کو عرفات میں دیکھا ہے۔ اگر ہم جھوٹ بولتے ہیں تو خدا ہم کو پکڑے

☆ نواب دین ارائیں، ساکن جھگیاں، ضلع لاہور نے بتایا کہ ایک دفعہ بُولا گڑھی علاقہ پتوکی کا رہنے والا ملک احمد الدین اور اس کا دوست حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف سن کر گھر سے اس نیت پر نکلے کہ ہم کو اگر ہرنی کا گوشت اور حلوہ کھلائیں تب ہم ان کی شخصیت کا اعتراف کریں گے۔ جب شرقپور شریف پہنچے، شام کا وقت تھا۔ آپ نماز پڑھا رہے تھے۔ دونوں نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ نماز کے بعد جب کھانے کا وقت آیا تو آپ نے سب لوگوں کو بٹھا دیا اور فرمایا کہ بعض آدمی تو ہرنی کا گوشت اور حلوہ کھانے کے لیے آجاتے ہیں۔ خواہ مخواہ فقیروں کو تنگ کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے سب کے آگے تو روٹی رکھ دی لیکن جب ان دونوں کی باری آئی تو آپ نے گھر میں آواز دے کر، ہرنی کے گوشت اور حلوے کے دو برتن منگا لیے اور ان کے سامنے رکھ کر فرمایا کہ اب خوب سیر ہو کر کھالو۔ آئندہ اس طرح کسی فقیر کو تنگ نہ کرنا۔

☆ صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ خزینہ معرفت میں تحریر فرماتے ہیں:

ایک دفعہ آپ قصور میں تشریف لائے ہوئے تھے کہ اس علاقہ کا ایک مشہور شرابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا: ''پیو اور جی بھر کر پیو'' بس یہی فرمان تھا کہ اس کو آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ ایسا جام پلا دیا کہ اس نے شراب خوری ترک کر دی اور آپ کا معتقد ہو گیا۔

☆ ایک دفعہ کسی گاؤں کے چوہدری صاحب، حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف سن کر گاؤں سے اپنے ایک کمیں کے ساتھ شرقپور شریف میں حاضر ہوئے۔

راستے میں انہوں نے کمیں سے یہ کہا کہ میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوتب مانوں گا کہ اگر وہ مجھے پلاؤ کھلائیں لیکن کمیں نے کہا کہ چوہدری صاحب وہ تو اللہ کے خاص بندے ہیں۔دُور سے بھی سُن لیتے ہیں۔ خاطر جمع رکھو تمہیں پلاؤ ہی کھلائیں گے۔مگر میری کیا مجال کہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آزماؤں! مجھے تو جو کچھ آپ کھلائیں گے وہی منظور ہے۔

خُدا خُدا کر کے درِ دولت پر پہنچے اور آپ سے ملنے کے بعد ایک طرف بیٹھ گئے۔ لیکن آپ نے ان کا حال ایک ہی نگاہ سے معلوم کر لیا۔جب روٹی کھانے کا وقت آیا تو سب کو حسبِ معمول کھانا کھلایا، مگر جب چوہدری صاحب کی باری آئی تو گھر سے آواز دے کر پلاؤں کی ایک تھالی منگا کر چوہدری صاحب کے سامنے رکھ دی اور فرمایا اپنا پسندیدہ کھانا کھاؤ۔ چوہدری صاحب کا کمیں بھی ساتھ کھانے لگا۔آپ نے کمیں سے فرمایا:''تم نے پلاؤ نہیں مانگا تھا۔ لہٰذا تم ادھر آجاؤ۔تم چوہدری صاحب کے کمیں اور مَیں حبیبِ خدا، کملی والے مصطفےٰ ﷺ کا کمیں۔آ ؤ دونوں کمیں مل کر کھائیں''۔پھر تو چوہدری صاحب کا مارے شرم کے یہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں اور یہ کرامت دیکھ کر وہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد ہو گئے۔

☆ محمد سردار ببّر قصوری کا بیان ہے کہ خاکسار مکان شریف عرس پر حاضر ہوا۔ بعد ختم شریف حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوستوں کو جانے کی اجازت فرما کر، آپ خود نیچے بھورے شریف مزار مبارک پر تشریف لے گئے۔مَیں کچھ وقفہ کے بعد نیچے آپ کے پاس گیا۔آپ مراقبے میں بیٹھے ہوئے تھے۔مَیں پاس کھڑا ہو گیا۔ جوں ہی آپ نے میری طرف دیکھا۔جوش میں آکر فرمایا''کھسر ا ای رہیوں نہ'' جب ایک دفعہ اجازت ہو چکی پھر کیا ضرورت تھی؟ محمد سردار کا بیان ہے کہ جب مَیں قصور آیا تو دو ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ تک مجھ کو بالکل نامردی ہو رہی۔اسی لیے تو کہا گیا ہے:

ولی کے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

آخر آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا گیا کہ حضرت میرے ذمہ ایک اور حق ہے، ورنہ اسی طرح رہوں۔ عریضہ خدمت میں پہنچتے ہی مجھے صحت ہو گئی۔ (خزینہ معرفت)

☆ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ آپ قصور تشریف لائے۔ بارش نہیں ہوتی تھی۔ خلقت تنگ آ گئی تھی۔ بلکہ آپ کے آنے سے تین روز قبل نمازِ استسقاء بھی عید گاہ میں پڑھی گئی تھی۔ آپ جب قصور تشریف لائے تو سیدھے عید گاہ تشریف لے گئے۔ بندہ نے عرض کی کہ یہاں تین دن نماز برائے بارش پڑھی گئی ہے۔ لیکن بارش نہیں ہوئی۔ آپ نے تکیہ منبر سے لگا لیا۔ کبھی آپ کے چہرہ کی رنگت زرد ہو جاتی اور کبھی سُرخ ہو جاتی تھی۔ آنکھوں کی رنگت بھی متغیر ہو گئی۔ وجود پر نہایت بیقراری کا عالم تھا۔ اُدھر مشرق کی طرف سے ایک غبار اٹھا اور ہم جب مسجد سے باہر نکلے اور مزار حضرت عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کو برائے زیارت جا رہے تھے کہ راستہ میں اس قدر بارش ہوئی کہ جب ہم واپس آئے تو پُل پر سے گزرنا پڑا۔ کیونکہ راستہ میں جو گڑھا آتا تھا پانی سے لبریز تھا اور تمام پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ (خزینہ معرفت)

☆ مولوی محمد علی قریشی خطیب جہلم اپنی کتاب ''شانِ مصطفےٰ ﷺ'' کے باب ''ضرورت پیرِ کامل'' میں صفحہ ۷۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ایک دفعہ انگریزی تہذیب و تمدّن کے ایک دِلدادہ بابُو صاحب حاضر خدمت ہوئے آپ نے نام پوچھا تو کہا میرا نام غلام محمد ہے۔ اس وقت آپ کی نگاہیں سُرخ ہو گئیں۔ چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ ''نام رکھ لینے سے نہ تم محمد کے غلام بن سکتے ہو اور نہ مَیں محمد کا شیر، جب تک تم محمد کے غلاموں والے کام نہ کرو اور مَیں محمد کے شیروں والے کام نہ کروں''۔ فرمایا: ''نام غُلام محمد اور نقل انگریز کی؟ کیا محمد کی غلامی اسی کو کہتے ہیں؟'' آپ کے ان الفاظ کا اس پر اس قدر اثر ہوا کہ آپ کے ہاتھ پر توبہ کر کے صحیح معنوں میں محمد ﷺ کا غلام بن گیا۔ جب آیا تھا تو انگریز کا غلام تھا اور جب واپس گیا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ

اللہ علیہ کی نظرِ کرم سے واقعی غلام محمد تھا۔ اسی لیے تو علامہ اقبال مرحوم نے بھی کہا ہے:

نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

☆ محمد علی صاحب لیبر کالونی لائل پور کہتے ہیں کہ "حسینی عیسائن" آپ کی خاکروبہ تھی۔ ایک دفعہ بیمار ہوگئی۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے گھر تشریف لے گئے تو وہاں سے پتہ چلا کہ وہ آج فوت ہوگئی ہے۔ آپ نے اس کے وارثوں سے فرمایا: کہ یہ ہماری خاکروبہ تھی۔ اس لیے اس کا کفن دفن میرے ذمہ ہے۔ یہ کہہ کر بازار سے اپنی گرہ سے خود کفن لا کر دیا۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو آپ ساتھ ہو لیے۔ آپ کو جنازے کے ساتھ دیکھ کر کئی اور دوست بھی آملے۔ بہت زیادہ ہجوم تھا۔ قبرستان پہنچ کر آپ نے نمازِ جنازہ خود ہی پڑھائی۔ یہ دیکھ کر سارے لوگ اس عورت کی خوش قسمتی پر نازاں تھے اور دل میں یہ کہتے تھے کہ کاش اس عورت کی جگہ آپ ہمارا جنازہ پڑھاتے!

جنازہ پڑھانے کے بعد آپ اس کے قریب تشریف لائے اور اس کے کان میں یہ فرمایا کہ "جب فرشتے تجھ سے سوال کریں گے تو تُو نے یہ کہہ دینا ہوگا کہ "مَیں شیر محمد کی خادمہ ہوں" چنانچہ اسے قبر میں اتارا گیا۔ جب قبر پر مٹی ڈالی گئی تو آپ اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے "یہی کہتی رہ۔ یہی کہتی رہ" ایک خادم نے عرض کی حضور یہ کیا بات ہے؟

یہ واقعہ منکرینِ شفاعتِ مصطفےٰ ﷺ پر حجت ہے جو یہ کہہ دیتے ہیں کہ خدا کے ہاں کوئی دَم نہیں مار سکتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى کے مصداق ہوئے۔ وہاں حضور ﷺ کے شیر کی یہ طاقت ہے کہ منکر نکیر محمد ﷺ کے شیر کو بھی جانتے ہیں اسی لیے تو حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بس تیرے لیے یہ کہہ دینا ہی کافی ہے کہ مَیں شیر محمد کی خادمہ ہوں۔ حضرت شیر محمد سبحان اللہ!

"دھماں پیاں محمد دے شیر دیاں"

☆ایک دفعہ آپ اپنی مسجد کی چھت پر نمازِ تہجد پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں کوئی شخص آ کر مسجد کے کنوئیں سے پانی نکالنے لگا۔ آپ فوراً اوپر سے تشریف لے آئے اور اس شخص سے فرمایا: ''ٹھہرو! پہلے دِیا لاؤ، پھر ڈول نکالنا''۔ آپ کا یہ فرمان سن کر ایک دوسرا شخص جو کہ پاس کھڑا تھا بھاگا بھاگا مسجد کے اندر سے دِیا لے آیا۔ آپ نے فرمایا: ''اب ڈول نکالو''۔ جب ڈول نکال کر زمین پر رکھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''دیکھو اس میں کیا ہے؟'' جب دونوں آدمیوں نے اس میں دیکھا تو اس میں ایک سانپ تھا۔ سانپ کو لاٹھی سے مار کر انہوں نے عرض کی: ''حضور آپ تو اوپر تھے۔ بھلا آپ کو کس نے بتایا کہ ڈول میں سانپ ہے''؟ آپ نے فرمایا: ''دوستو! ہم جس کی عبادت کرتے ہیں، وہ ہمیں سب کچھ بتا دیتا ہے''۔

☆صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے۔ ایک مرتبہ آپ اپنی مسجد شرقپور شریف میں تشریف فرما تھے۔ مسجد بھی ابھی نئی نئی بنی تھی۔ بندہ بھی اس وقت حاضرِ خدمت تھا۔ آپ نے حاجی عبدالرحمٰن صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: ''کچھ دیکھا ہے؟'' انہوں نے عرض کی کہ نہیں۔ فرمایا: ''دیکھ لو گے'' چنانچہ چند منٹ بعد حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ ''دیکھ لیا ہے''۔ آپ نے فرمایا: ''کیا دیکھا ہے؟'' انہوں نے جواباً عرض کی کہ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں۔ (خزینہ معرفت)

☆صوفی محمد ابراہیم قصوری صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ خزینہ معرفت میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''دو شخصوں نے بندہ سے بیان کیا کہ ہم جب شرقپور شریف روانہ ہوئے تو جب لاہور میں اڈہ متصل ہیرا منڈی پر پہنچے تو کوئی موٹر تیار نہ تھی۔ ہم بھی بازار کی طرف چلے گئے اور وہاں بازاری عورتوں کو دیکھتے رہے اور آپس میں کچھ مذاق اڑاتے رہے۔ اِتنے میں موٹر تیار ہو گئی۔ سوار ہو کر شرقپور شریف حاضر خدمت ہوئے۔ وہاں آپ کی بیٹھک میں پہنچ کر دوزانو مؤدب سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ آپ تشریف لائے اور ہمارے سَروں کو اٹھا کر،

آنکھوں کی پلکیں الٹ کر دیکھا اور غصہ سے فرمایا: ''وہاں کیا دیکھتے آئے ہیں اور یہاں مکر بنا کر کس طرح بیٹھے ہیں؟'' یہ آپ کا فرمانا ہی تھا کہ ہم دونوں کے بدن میں لرزہ ہو گیا اور چھکے چھوٹ گئے اور سینہ بھی ہلنے لگا۔ (خزینہ معرفت)

☆ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربل شریف والوں سے فرمایا ''مَیں یہاں بیٹھا اجمیر شریف یعنی خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا حال دیکھ رہا ہوں''۔

حضور کی خدمت میں اگر کوئی چشتی طریق کا آدمی آتا تو آپ دریافت فرمانے کے بعد یہ شعر پڑھتے:

صاحبانِ چشت، اہلِ بہشت

☆ ایک دفعہ حاجی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایک مسافر سوالی آیا ہوا ہے۔ آپ نے ایک روپیہ نکال دے ٹپکا اور اس پر پانچ چھ جوتے لگا کر فرمایا: ''اس نے لوگوں کو خراب کر دیا ہے''۔ پھر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ یہ اس کو دے دینا۔ (خزینہ معرفت)

☆ ایک دن ایک ریلوے سپرنٹنڈنٹ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ داڑھی مونچھ صفا چٹ، ٹوپی سر پر۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ ''آپ کو کیا تنخواہ ملتی ہے؟'' اس نے بتایا کہ ہزار بارہ سو۔ آپ نے اس کے منہ پر زور سے ایک ایسا تھپڑ مارا کہ اس کی ٹوپی دور جا پڑی اور آپ نے فرمایا کہ ''یہ ہزار روپے تم کو منکر نکیر سے بچالیں گے اور پُلصراط سے اسی کے سہارے اتر جانا اور حساب کے وقت رشوت دے کر جنت میں چلے جانا؟ یہ مسلمانی ہے؟ سب انگریز کے بچے ہیں۔ انگلستان میں بن باپ کے ایسے ہوتے ہیں''۔ پھر فرمایا: ''میاں! قانونِ خداوندی کی پابندی بھی کوئی چیز ہے۔ وہ کون آ کر کرے گا؟ اپنے پیدا کرنے والے کو کچھ تو سمجھو''۔ اس پر بہت زیادہ اثر ہوا اور اس نے آئندہ کے لیے اپنی حالت سنوار لی۔ (خزینہ معرفت)

☆ ایک دفعہ ایک ہندو شرقپور شریف میں آ کر حاضرِ خدمت ہوا اور التجا کی کہ حضرت مَیں بڑا تنگدست ہوں۔ آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ "لکڑی کا کام کرو"۔ اس نے لکڑی کا کام شروع کر دیا۔ جس میں سے اُسے پندرہ صد روپیہ فائدہ ہوا۔ دوسری مرتبہ جب وُہ شرقپور شریف حاضر ہوا تو آپ قصور تشریف لائے ہوئے تھے۔ وہ شخص قصور میں حاضر خدمت ہوا۔ پھر تیسری مرتبہ جب شرقپور شریف حاضر ہوا تو آپ نے اس کو دیکھ کر غصے سے فرمایا کہ پھر شرقپور شریف نہ آنا، ورنہ معاملہ الٹ پلٹ ہو جائے گا"۔ وُہ آدمی شرقپور شریف میں چار پانچ روز ٹھہرا رہا۔ ایک دن اتفاقیہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کو راستے میں مل گئے اور فرمایا: "تم جاتے کیوں نہیں؟" اس نے عرض کی چونکہ آپ نے پھر آنے کو منع فرمایا ہے۔ مَیں جاتا ہی نہیں۔ آپ یہ جواب سُن کر اس سے خوش ہو گئے۔

☆ مکان شریف میں آپ کے مشائخ حضرت امام علی شاہ قدس سرّہٗ کے روضہ شریف کے گنبذ کا کلس زلزلہ میں ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے معماروں کو بھی کلس سیدھا کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آخر جب سب کی طرف سے نا امیدی سی ہو گئی تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود یہ کلس سیدھا کرایا۔ اس کا سیدھا کرانا آپ کی خاص کرامات میں سے ہے۔

☆ ایک بدعقیدہ نے آپ کی مجلس میں آ کر سوال کیا کہ آپ اہلسنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "علمِ غیب ہے"۔ اس کے متعلق آپ کے پاس کوئی دلیل یا جواب ہے؟ آپ نے اس سے فرمایا: "غیب کے کیا معنی ہیں؟" اس نے کہا "پوشیدہ" آپ نے فرمایا: "وُہ کیا ہے جو ہم سے پوشیدہ ہے لیکن ہمارا اس پر ایمان ہے؟" اُس نے فوراً کہا اللہ تعالیٰ۔ آپ نے فرمایا: "تو سب سے بڑا غیب اللہ تعالیٰ ہوا؟" جب خود اللہ تعالیٰ ہی میرے آقا کملی والے ﷺ سے نہ چھپ سکا تو دنیا کی کونسی چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چھپ سکے گی"۔ جب اس شخص نے آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے تو اس کے دل کی اتھاہ گہرائیوں تک اثر کر گئے اور وُہ فوراً اپنے عقیدہ بد سے

تائب ہو کر حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد ہو گیا۔ کسی نے کہا ہے:

بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد کے غلام اکثر

☆صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دفعہ کسی نے خواب میں کہا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اتوار کو قصور میں تشریف لائیں گے۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا "کس گاڑی پر؟" جواب ملا کہ رات نو بجے کی گاڑی پر۔ سردی کا موسم تھا۔ اتوار کی شام کو صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سات آدمیوں کی روٹی تیار کروائی اور ایک سموار چائے کا اور چھ سات یاروں کو لے کر اسٹیشن پر چلے گئے اور جب گاڑی اسٹیشن پر پہنچی تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ گاڑی پر سے اترے اور صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ: "تم کو کس نے خبر دی؟" صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی: "تار آگئی تھی"۔ آپ ہنس کر صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ (خزینہ معرفت)

☆حضرت مولانا الحاج محمد زبیر صاحب خطیب شہیر، جامع مسجد نور، غلہ منڈی شیخوپورہ تحریر فرماتے ہیں کہ سیّد نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا واقعہ ہے کہ آپ ایک دفعہ سفر میں ایک مرید صادق کے گھر ضلع گجرات میں مہمان تھے جو کہ قرآن مجید کا حافظ تھا۔ اس کی ایک خوبصورت بیٹی تھی۔ پیر صاحب کو شادی کرنے کی حاجت تھی لیکن زبان سے کہنا ناگوار تھا۔ اس لیے آپ خاموش رہے۔ جب واپس ہوئے تو آپ نے ایک مولوی صاحب سے جو کہ آپ کے ہم سفر تھا سے کہا: "اگر حافظ صاحب ہمیں رشتہ دے دیں تو بہت اچھا ہو۔ چونکہ مولوی صاحب پہلے بھی شرقپور شریف میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس لیے انہوں نے عرض کی کہ جناب شرقپور شریف چلیں تو کام ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب اور پیر صاحب شرقپور شریف میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ آپ مجلس میں ہمیشہ سنت نبوی ﷺ کے مطابق خود بھی دوزانو بیٹھتے تھے اور احباب کو بھی دوزانو بیٹھنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

جب پیر صاحب بیٹھنے لگے تو جسیم ہونے کی وجہ سے دوزانو نہ بیٹھ سکے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ پیر صاحب آپ جس طرح بیٹھنا چاہیں، بیٹھ جائیں۔ آپ کو اجازت ہے۔ جب پیر صاحب آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے۔ پیر صاحب نے مولوی صاحب کی طرف اشارہ کیا کہ آپ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کریں کہ آپ دعا فرمائیں تا کہ ہمارا کام بن جائے۔ پیر صاحب نے مولوی صاحب کی طرف اشارہ ہی کیا تھا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً ارشاد فرمایا کہ: ''حضرت جی جس طرح آپ کو بیٹھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ اسی طرح آپ کو رشتہ کے معاملہ میں بھی کوئی تکلیف نہ ہوگی''۔ اگر آپ حافظ صاحب کے گھر تشریف لے جائیں تو بھی انکار نہیں کریں گے۔ ورنہ حافظ صاحب خود رشتہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ القصہ چند دن کے بعد حافظ صاحب خود پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ جناب جس طرح سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے حضور سرورِ کائنات ﷺ خدمتِ عالیہ میں اپنی صاحبزادی اُم المومنین حضرت جنابہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ پیش کیا تھا۔ اسی طرح بصد عجز و نیاز میری طرف سے ہدیہ قبول فرمایئے۔ پیر صاحب نے شادی فرمالی اور میرے قبلہ عالم حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ عنایت سے پیر صاحب کی مراد بر آئی۔

☆ حضرت مولانا محمد زبیر صاحب، خطیب شیخوپورہ ایک لاہور کے رہنے والے سیّد صاحب سے جو کہ مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق اور مولانا غلام قادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھیروی کے شاگردوں میں سے ہیں۔ روایت فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ قبلہ عالم حضرت

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا اور اسی رات کا واقعہ ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نمازِ تہجد کے لیے مسجد میں تشریف لائے۔ رات ابھی کافی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''مسجد میں کوئی ہے؟'' تو ایک سعادت مند نابینا جو کہ مسجد میں موجود تھا۔ بولا، بابا کیا بات ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''باہر دیکھو کیا وقت ہے؟'' اس نے کہا ،بابا مَیں تو اندھا ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا: ''مَیں جو کہہ رہا ہوں کہ باہر دیکھو کیا وقت ہے؟'' جب آپ جوش سے بولے تو وہ نابینا گرتا پڑتا باہر صحن مسجد میں آیا اور آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو آسمان پر جگمگاتے ہوئے ستارے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ پھر اس کی نظر حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر پڑی تو بیخود ہو گیا اور اپنی قسمت پر ناز کرتے ہوئے یوں بولا:

تیری نظر میں ساقی بلا کا سرور ہے
جس پر نظر پڑی وہ بیخود ضرور ہے

آپ نے فرمایا کہ ''دوڑ جاؤ، کسی کو بتانا نہیں''۔ اللہ اکبر! اُس وقت شخص نے یہ بھی بیان کیا کہ مجھے مدنیہ منورہ سے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مَیں تمہیں میرے بہادر شیر سے بصیرت ملے گی۔ کیونکہ مَیں نے یہ ذمہ داری انہیں سونپ دی ہے۔ اس لیے وہاں چلے جاؤ اور اللہ کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں مجھے آپ کے درِ فیض سے بینائی عطا کر دی ہے۔

☆ ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ نے فرمایا کہ ''ایک موقعہ پر مَیں ریل گاڑی میں سوار ہونے لگا۔ تمام گاڑی مسافروں سے بھری ہوئی تھی۔ اِدھر انجن کے وسل کی آواز آئی۔ مَیں جلدی سے گارڈ کی گاڑی میں گھسا۔ وہ دیکھ کر بہت ہی گھبرایا اور بڑی تیزی سے گفتگو کرنے لگا۔ مَیں نے توحید کا خیال کر کے اس کی طرف تیز نظر سے دیکھا، نگاہ کرنے کی دیر تھی کہ وہ مطیع ہو گیا۔ اَب شرقپور بھی آیا کرتا ہے اور اکثر خط بھی بھیجتا ہے رہتا ہے''۔ (خزینۂ معرفت)

☆ایک دفعہ آپ کے پیر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف والے شرقپور شریف آئے۔ آپ گھوڑی پر سوار ہو کر آئے تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی دوست کو کہیں بھیجنا تھا۔ اس لیے بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گھوڑی مانگی۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کر دیا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ چپ ہو گئے۔ گھوڑی بھاگ کر شرقپور شریف کے ارد گرد پھر رہی تھی جو کہ کسی کے قابو میں نہ آتی تھی۔ حتّٰی کہ آٹھ روز گزر گئے۔ آٹھویں روز بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک درویش کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا کہ ان کی گھوڑی پکڑا دیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جا کر خود پکڑ لو۔ اب قابو آ جائے گی۔ جب درویش گھوڑی پکڑنے گیا تو گھوڑی کھڑی رہی اور بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: ''آپ بات سوچ کر کیا کریں''۔ کیونکہ:

ساڈھو کہے سہے سبھا
اس کا کہیا پھرتہ نہ جا

ملک حسن علی صاحب ''حیاتِ جاوید'' میں رقمطراز ہیں:

☆حضرت میاں غلام اللہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ برادرِ حقیقی، حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بار قبلہ عالم حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: ''ایک وقت ایسا تھا کہ دنیا مجھے تھالی کی طرح معلوم ہوتی تھی'' اور ایک بار یہ بھی فرمایا کہ ''میں شاہی مسجد لاہور میں گیا۔ وہاں ایسا معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ میرے پاس آ گیا ہے اور میں اس کا طواف کر رہا ہوں''

☆بابو محمد الدین صاحب مونگہ شرقپوری کا بیان ہے جو کہ محکمہ پولیس میں ملازم تھے اور اب ان کو پنشن ملتی ہے۔ اللہ کریم کے فضل و کرم سے باشریعت آدمی ہیں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے والے ہیں۔ ناظرین کے دل میں بابو کے لفظ سے شاید کوئی خیال پیدا ہو۔ اس

لیے وضاحت کیے دیتا ہوں۔ بابو کے نام سے دراصل اس لیے مشہور ہیں کہ محکمہ پولیس میں کلرک تھے اور تمام آدمی بابو کہہ کر ہی پکارنے لگے اور یہی نام پکا ہو گیا۔

فرماتے ہیں کہ ہمارے محکمہ میں جناب غلام غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہوری بھی ملازم تھے جنکی بزرگی کی لاہور میں کافی دھوم تھی۔ میرے دل میں بھی خیال تھا کہ اپنے ہم پیشہ بزرگ بھائی کی زیارت کروں۔ چنانچہ ایک دن مَیں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر تھا تو آپ نے فرمایا کہ: ''غلام غوث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ واقعی بزرگ ہیں۔ کیا تم کبھی ان سے ملے ہو؟''

بندہ نے عرض کی کہ جناب مَیں پہلے کبھی ان سے نہیں مِلا۔ آپ نے فرمایا ''اَب ضرور ملنا''۔ بندہ کے دِل میں خیال تو پہلے ہی تھا لیکن اَب بحکم میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اتوار کے روز جناب غلام غوث رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہونے کا ارادہ کِیا۔ چونکہ اتوار کو چھٹی ہوتی ہے۔ بندہ اتوار کو جناب غلام غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ وہاں پر مجھ سے پہلے اُن کی بیٹھک میں کافی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ بندہ بھی ان میں دوزانو بیٹھ گیا لیکن وہاں پر جناب غلام غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود نہ تھے۔ تھوڑی دیر بعد وُہ اپنے مکان کے اندر سے تشریف لے آئے اور آکر سیدھے میرے پاس بیٹھ کر فرمانے لگے کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو یہاں بھیجا ہے لیکن مَیں بزرگ نہیں ہوں۔ بزرگ تو قبلہ عالم حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں۔ یہاں تو یہ حال ہے کہ اگر مَیں تمہاری طرف ہی متوجہ رہوں تو یہ لوگ جو مجھے ملنے کے لیے آئے ہوئے ہیں، چلے جائیں۔ لہٰذا مَیں تمہیں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سنا دیتا ہوں جو کہ آپ کی بزرگی کا پتہ دیتا ہے۔ چنانچہ غلام غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ مجھے یُوں بتلایا کہ:

ایک دفعہ مَیں دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر گیا۔ وہاں پر مجھے

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی مل گئے۔ چونکہ پہلے ہی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دوستی تھی۔ اس لیے وہیں آپ کے پاس بیٹھ کر باتیں ہوتی رہیں۔ اتنے میں ظہر کا وقت آ گیا۔ پھر ظہر پڑھی۔ اس کے بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جانے کا ارادہ فرمایا۔ لیکن مَیں نے جانے نہ دیا اور پھر باتوں ہی میں مشغول ہو گئے۔ پھر نمازِ عصر پڑھی۔ عصر کی نماز کے بعد بندہ نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ شام کا کھانا میرے غریب خانہ پر تناول فرمائیں۔ بصد مشکل آپ نے قبول فرمایا۔ بعد میں ہم دربار حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے روانہ ہوئے اور شام کی نماز ہم نے ٹکسالی دروازہ کے اندر اونچی مسجد میں پڑھی۔ پھر وہاں سے گھر کو جانے کے لیے تھی بازار سے روانہ ہوئے۔ جب تھی بازار کے عین وسط میں پہنچے تو وہاں سماع (قوالی) ہو رہی تھی اور بہت بڑا اکھاڑا لگا ہوا تھا۔

مَیں چونکہ سماع کا شوقین تھا۔ نہ جانے مجھے کیا ہوا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مجھے خیال نہ رہا اور سماع سننے میں بہت محو ہو گیا۔ چونکہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سماع نہیں سنتے تھے۔ اس لیے آپ سیدھے چلتے رہے اور نوگزے کی قبر پر تھی بازار سے باہر جا کھڑے ہوئے۔ آسمان بالکل صاف تھا۔ اچانک بادل اٹھا اور زبردست بارش ہونے لگی اور بزمِ سماع ختم ہو گئی۔

تمام لوگ بھاگنے لگے۔ مَیں بھی وہاں سے بھیگتا ہوا بھاگا۔ جب نوگزے کی قبر پر پہنچا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں کھڑے تھے۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا: "غلام غوث اَب کیوں آئے؟ اَب بھی وہیں کھڑے رہتے"۔ مَیں بہت شرمندہ ہوا۔ یہ آپ کی کتنی بڑی کرامت تھی کہ معاً بارش ہونے لگی اور اکھاڑا ٹوٹ گیا۔

اَولیاء راہست قدرت از الٰہ

بابو محمد الدین صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ

کرامت سنانے کے بعد بھی غلام غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عزت کے ساتھ رخصت کیا۔

☆ حاجی کریم بخش صاحب کھراؤنہ شرقپوری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ مکان شریف تشریف لے جاتے ہوئے رمداس ٹھہرے۔ کئی آدمی آپ کے ہمراہ تھے۔ بندہ بھی ساتھ ہی تھا۔ مولوی احمد دین صاحب ساکن موضع پادشاہانی (جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں مسجد میں سوال کرنے سے منع فرمایا تو اس قدر اثر ہوا کہ ساری عمر آپ کے ہی ہوگئے اور ساتھ ساتھ رہنے لگے) اس سفر میں بھی آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر امام کے مصلے پر کھڑا کر دیا اور نماز پڑھانے کے لیے مجبور کیا۔ آخر آپ نماز پڑھانے کے لیے تیار ہوگئے۔ تکبیر کہی گئی اور آپ نے اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کر دی۔

جب آپ نے الحمد شریف شروع کی تو ہر آیت کو بار بار پڑھتے۔ یہاں تک کہ گنا نہیں جاتا تھا کہ آپ نے یہ آیت کتنی دفعہ پڑھی ہے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰالَمِیْنَ ہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ہ کہا تو پھر وہی حالت، عجیب ہی سماں تھا۔ بالکل سناٹا چھایا ہوا تھا۔ کیا مجال جو کسی آدمی کے کھانسنے کی بھی آواز آئے۔ آپ نے الحمد شریف کے بعد ایک سورت پڑھی اور رکوع میں چلے گئے۔ رکوع میں بھی کافی وقت تک رہے۔ حتیٰ کہ آپ نے اسی طرح سے چاروں رکعتیں ختم کر کے سلام پھیرا۔ تقریباً آدھ گھنٹے میں یہ رکعتیں ختم ہوئیں۔ اس نماز کا وہ لطف حاصل ہوا جو آج تک زندگی میں دوبارہ میسّر نہیں ہوسکا۔

☆ مولوی محمد زبیر صاحب شیخوپورہ سے لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک مائی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بڑے دردمندانہ لہجہ میں التجا کی کہ حضرت جی! میرا جی یہ چاہتا ہے کہ بیت اللہ شریف کا طواف کروں اور مدینہ منورہ جا کر اپنی

آنکھوں سے روضۂ اطہر کو دیکھوں۔

حضور قبلہ عالم قدس سرّہٗ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ "مائی جی تم درُودِ پاک پڑھ رہی ہو؟" مائی نے عرض کی حضور پڑھتی ہوں۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمْ ہ آپ نے فرمایا "مائی جی جب درُود شریف پڑھنے لگو تو دل میں تصور رکھنا کہ روضۂ اطہر کے بالکل سامنے بیٹھ کر پڑھ رہی ہو۔" آپ کا فرمانا ہی تھا کہ مائی پکار اُٹھی: "خدا دی قسمے مَیں روضے دے کول ہاں"۔ یہ فرماتے ہوئے آپ اندر تشریف لے گئے کہ "مائی جی تُو تو کسی کا پردہ بھی نہیں رہنے دیتی"۔

☆ قاضی ضیاء الدین صاحب لاہوری کا بیان ہے کہ مولوی یار محمد صاحب مرحوم نے ذکر کیا کہ ایک دفعہ مَیں زیارت کے واسطے شرقپور شریف جارہا تھا۔ راستہ میں شہر کے قریب جوار کی فصل کا ایک کھیت تھا جس میں اگر آدمی چھپ جائے تو نظر نہ آئے۔ مَیں نے دیکھا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں داخل ہوئے ہیں۔ مَیں نے خیال کیا کہ شاید برائے حاجت ضروری تشریف لائے ہوں گے۔ لہٰذا مَیں انتظار میں کھڑا رہا کہ آپ باہر تشریف لائیں گے تو آپ کے ہمراہ چلوں گا۔ بہت دیر تک کھڑا رہا۔ مگر آپ نہ آئے۔ مجبوراً مَیں وہاں سے درِ اقدس پر پہنچ گیا۔ جب زیارت سے باریاب ہوا تو فرمایا: "راستہ میں ٹھہرنے کا کیا مطلب؟ سیدھا گھر آنا چاہیے"۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ سن کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔

☆ ایک شخص حاضرِ خدمت ہوا۔ نام اس آدمی کا محمد عثمان تھا۔ اس نے عرض کی میری ناف کے نیچے شدت کا درد ہے۔ آپ نے غصہ میں آکر بلند آواز سے فرمایا: "ایسا درد مجھے کبھی نہیں ہوا۔ تجھے کیوں ہوا؟" بندہ (صوفی محمد ابراہیم قصوری) کے دل میں خیال گزرا کہ یہ کیا جھڑکنے کا موقعہ ہے۔ اگر آپ کو کبھی درد نہیں ہوا تو دُوسرے کو بھی نہ ہو؟ وہ شخص بول اٹھا جی میرا درد جاتا رہا۔ سبحان اللہ! یہ آپ کا تصرف اور کرامت تھی۔

☆ میاں نور حسن عطار قصوری کا بیان ہے۔ ایک دفعہ شرقپور شریف حاضرِ خدمت ہوا اور ہمراہ ایک عزیز تھا۔ مَیں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ ہم نے بیوپار کیا تھا جس میں سولہ ہزار روپے کا نقصان ہوگیا ہے۔ آپ سن کر ہنس پڑے۔ جب زیادہ التجا کی تو آبدیدہ ہوکر فرمایا "مَیں کب چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا نقصان ہو"۔ پھر فرمایا "جاؤ تمہیں کوئی نہیں بلائے گا"۔

بندہ سے آپ کبھی کبھی دریافت فرماتے کہ قرض خواہوں نے کبھی تم سے تقاضہ تو نہیں کیا؟ عرض کی حضور دس برس کا عرصہ گزر گیا ہے۔ ہم سے کسی نے تقاضہ نہیں کیا۔ (خزینہ معرفت)

☆ مولوی محمد زبیر صاحب، خطیب جامع مسجد نُور، غلہ منڈی شیخوپورہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں۔ اُن کے والد کا یہ کہنا ہے کہ ہم میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ہمارے گاؤں کے متصل حافظ آباد، ضلع گوجرانوالہ میں ایک ڈاکو تھا جس نے ناجائز طور پر ایک عورت کو اپنی حراست میں رکھا ہوا تھا اور کہا کرتا تھا کہ شرقپور شریف میں کیا پڑا ہے؟ ویسے ہی فضول بات ہے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے غلام اسے یہ کہتے تھے کہ تم ایک دفعہ ہمارے ساتھ چلو۔ پھر جو تمہاری مرضی ہو کہنا۔ چنانچہ ایک دن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والوں نے اسے مجبور کر کے تیار کر لیا لیکن وہ چالاک کہنے لگا کہ مَیں زبان سے کچھ نہیں کہوں گا۔ ایک سفید کاغذ پر یہ تحریر لکھ لی کہ "سب یکساں ہیں"۔ اور نیچے لکھا کہ "جھوٹی صورت جھوٹا نام، ضلع سکونت گورستان"۔ جب شرقپور شریف میں حاضرِ خدمت ہوئے تو جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ کے بعد آپ احباب کو رخصت فرماتے رہے۔ جب اس کی باری آئی تو آپ نے فرمایا: "اج کوئی وخت ای پوے گا"۔ دو تین مرتبہ یہی فرمانے کے بعد، جب آپ اس کے قریب پہنچے تو اس کا رنگ بدلنے لگا۔ آپ نے فرمایا ہماری طرف سے کوئی کسی رنگ میں آ جائے ہمیں کیا ہے؟ بعد ازاں آپ نے اس کے گیری رنگ کے کپڑوں کو ہاتھ لگا کر فرمایا "یہ کیا ہے؟ اور ساتھ ہی مثنوی شریف

کے اشعار پڑھنے شروع کر دیے۔ یہ ڈاکو اِلّا اللّٰــہ کہتا ہوا دھڑام سے زمین پر گر پڑا اور کپڑے پھاڑنے لگا۔ زبردست وجد ہوا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد ہوش میں آیا تو آنکھیں پُرنم تھیں اور حالت ہی بدلی ہوئی تھی"۔

حضرت مولا رومی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

کیمیا پیدا کن از مشتِ گِلے ۔ بوسہ زن بر آستانِ کاملے
گر تو سنگِ خارا یا مَرمَر شوی ۔ چوں بصاحبِ دل رسی گوہر شوی

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریاء

☆ میاں رحیم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے چچا زاد بھائی تھے اور طبعیت کے بالکل آزاد نئی روشنی کی طرز پر تھے۔ وہ تپدق سے بیمار ہو گئے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی عیادت کے لیے جاتے۔ ایک روز میاں رحیم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی، بھائی جی! مجھے بھی کسی سلسلہ میں داخل کراؤ۔ آپ نے فی الفور داخل طریق فرما لیا۔ چند روز بعد آپ نے صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا "ہم خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک پچھیرا تسبیحیں پڑھتا ہوا ایک چھوٹے سے حوض میں جا داخل ہوا اور اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ رحیم اللہ فوت ہو جائے گا۔ تھوڑے دنوں بعد میاں رحیم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کلمہ طیبہ کا تکرار کرتے کرتے واصل بحق ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "کوئی قدر کرے یا نہ کرے ہم تو اِس بات کی بہت قدر کرتے ہیں کہ آخر وقت میں کلمہ طیبہ زبان پر جاری ہو۔ (خزینہ معرفت)

☆ میاں قادر بخش صاحب، للیانی والے کا بیان ہے کہ ایک دفعہ بھادوں کے دنوں میں میرا ارادہ شرقپور شریف جانے کا ہوا۔ میاں میراں بخش بھی میرے ہمراہ تیار ہو گئے۔ ہم دونوں براستہ شاہپور لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ کشتی پر سوار ہو کر دریا سے پار ہو گئے۔

آگے ایک نالہ دریا کے چڑھاؤ کی وجہ سے چل رہا تھا اور اس میں پانی بھی تیرنے والا تھا۔ مَیں تو تیرنا جانتا تھا۔ مگر میرا ہمراہی بالکل تیراک نہ تھا۔ اس لیے لاچار ہم دونوں واپس اپنے گاؤں کو لوٹے اور خیال کیا کہ جس وقت چڑھاؤ کم ہوگا۔ اس وقت ہم پھر آجائیں گے۔ جس وقت ہم دونوں موضع بُلیگروہی کے نزدیک آئے تو ایک شخص دکھن کی طرف سے آواز دے رہا تھا کہ آؤ شرقپور شریف جانے والو! ادھر پانی تھوڑا ہے۔ آؤ، ادھر سے نالے سے پار گزار دیں۔

جس وقت ہم اس جگہ کے قریب پہنچے تو وہاں نالہ عبور کرتے وقت پانی پنڈلیوں تک آیا۔ پھر وہ صاحب فرمانے لگے، چلو، ایک نالہ آگے اور ہے جو موضع مہتم کے نزدیک ہے۔ وُہ بھی ہم نے پار کیا۔ آگے ایک کنؤاں تھا وہاں بیٹھ کر پانی پیا۔ پھر وضو کر کے نمازِ ظہر پڑھی۔ عصر کے وقت ہم شرقپور شریف پہنچے۔ یہاں پہنچ کر میرے ساتھی نے کہا۔ آؤ بڑی بھوک لگی ہے۔ بازار سے روٹی کھالیں۔ مَیں نے کہا پہلے حضور رحمۃ اللہ علیہ کو مل لیں۔ پیچھے دیکھا جائے گا۔ پھر ہم نے نمازِ عصر حضور رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں جا کر پڑھی۔ بعد میں ہم آپ کی خدمت میں بیٹھک پر حاضر ہوئے۔ جس وقت حضور رحمۃ اللہ علیہ کے درِ دولت پر پہنچے، حضور رحمۃ اللہ علیہ بیٹھک کے دروازے پر ہی قیام فرماتے۔ آپ دیکھتے ہی فرمانے لگے" ...... تم واپس جانے لگے تھے۔ ہم لائے کہ نہ لائے؟ اور فرمایا: اندر چلو"۔ ہم بیٹھک کے اندر جا کر بیٹھ گئے۔ آپ گھر تشریف لے گئے۔ اپنے گھر کی طرف سے بیٹھک والا دریچہ کھول دِیا اور کھانا رکھ دیا اور بیٹھک میں آ کر فرمانے لگے ہاتھ دھو کر کھانا کھالو۔ جس وقت آپ کھانا کھلانے لگے تو فرمانے لگے" بازار سے کھانا کھانے کی کیا ضرورت ہے۔

سبحان اللہ! (خزینہ معرفت)

☆ محترمہ مائی تاباں صاحبہ جو کہ قبلہ عالم حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درس کی باورچن ہیں۔ ایک خدارسیدہ، پاکدامن اور صالح بی بی ہیں۔ آج سے بیس سال پہلے کا

واقعہ یُوں بیان کرتی ہیں کہ ہم موضع جُلیانہ، ضلع لاہور میں رہا کرتے تھے۔ گھریلو معاملات ناسازگار ہونے کی وجہ سے مَیں ہمیشہ افکار میں ڈوبی رہتی تھی اور اسی وجہ سے میں کمزور اور نحیف ہوتی گئی۔ چنانچہ مَیں ایک دن شرقپور شریف میں حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

ان حاضری کے ایام میں ایک تو میری صحت گری ہوئی تھی اور دوسرے میری پشت پر بہت بڑا پھوڑا بھی نکل آیا تھا جس سے مجھ پر مایوسی اور بیقراری کا شدید غلبہ تھا۔ یہاں تک کہ مَیں چلنے پھرنے سے بھی لاچار ہوگئی۔ مَیں نے ساری کیفیت عرض کی۔ آپ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے موت دے دے یا آپ کے صدقہ میں مجھے صحت عطا فرمادے۔ کیونکہ مَیں ایسی زندگی سے تنگ آچکی ہوں۔

یہ سُن کر آپ مسکرائے اور فرمایا ''اچھا اللہ فضل کرے گا'' چنانچہ جب مَیں رات کو سوئی تو حضرت قبلہ عالم میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خواب میں جلوہ افروز ہوئے۔ مَیں یکدم تعظیم کے لیے اٹھی اور دیکھا تو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاس نہ تھے۔

سحری کا وقت تھا۔ مَیں گھسٹتی گھسٹتی دربار حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوئی اور آہ وزاری کرتی رہی۔ حتیٰ کہ سورج نکل آیا (یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جبکہ روضہ انور پر سایہ وغیرہ نہ تھا) گرمیوں کے دن تھے۔ سورج اپنی پوری حدّت کے ساتھ چمک رہا تھا۔ لیکن مجھے کسی بات کی بھی پرواہ نہ تھی اور اپنے حال میں مست زاروزار رو رہی تھی۔ آخر کار شام ہوگئی اور مَیں نے وہیں پر نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد پھر اپنی فریاد سنانی شروع کردی۔ اے بادشاہ عارفاں، اے چارۂ بے چارگاں، اے شیرِ سید مُرسلاں، مجھے اپنی باندی بنالو اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کرکے مجھے صحت لے دو تو ساری عمر آپ کی ہوکر رہوں گی۔

یکا یک مجھے اونگھ آگئی اور پھر جب ہوش میں آئی تو دِل کو کچھ ایسا محسوس ہوا کہ کوئی

کہہ رہا ہے "اٹھ کر دیکھو"۔ مَیں نے بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر ستون کو ہاتھ لگا کر اٹھنے کی کوشش کی تو بالکل تندرست اور صحیح اٹھ کھڑی ہوئی۔ جب پشت پر ہاتھ لگا کر دیکھا تو پھوڑے کا نام ونشان تک نہ رہا۔

سبحان اللّٰہ! جب مَیں دربار شریف پر حاضر ہوئی تو وہاں پر مَیں گھسیٹ گھسیٹ کر پہنچی تھی لیکن جب واپس ہوئی تو حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا وبرکت سے شفایاب اور تندرست چل کر آئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰے ذٰلِکَ۔

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
سگ را ولی کنند مگس راہما کنند

☆ مولوی یار محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہمارے دوست مُتلی کا انتقال ہو گیا۔ جب ایک دو روز گزر گئے تو خواب میں مِلا۔ مَیں نے پوچھا کیا حال ہے اور کیسے گزری؟ مُتلی نے کہا: فرشتے میرے پاس آئے اور انہوں نے جب مجھ سے سوالات کئے تو میرے منہ سے فقط یہی نکلتا رہا کہ:

"مَیں سرکار شرقپوری کا ادنےٰ خادم اور غلام ہوں"۔ اس پر فرشتوں نے مجھے جنت میں جگہ دے دی۔

اپنی کتاب شیرِ ربانی میں مولوی محمد امین شرقپوری تحریر کرتے ہیں:

☆ میاں گلاب دین قصوری بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ چند دوستوں کے ہمراہ مکان مبارک کی چھت پر تشریف رکھتے تھے۔ چھت پر جانوروں کے لیے جابجا پانی کے کونڈے اور دانہ چوگا وغیرہ کے لیے پیالے دھرے تھے۔ اس وقت چند فاختائیں دانہ چگ رہی تھیں اور ایک فاختہ قدرے اداس ان سے الگ بیٹھی تھی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بغور دیکھا اور ساتھیوں سے فرمایا "بھلا یہ تو بتاؤ کہ یہ فاختہ اداس کیوں ہے؟" احباب بولے۔ آپ ہی فرمائیں۔ ہم

کیا عرض کر سکتے ہیں تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:
''کہ جس کا گھر اجڑ رہا ہو۔ اسے کھانا پینا کب سوجھتا ہے''؟ احباب اس رمز کو بھی نہ پا سکے فرمایا کہ ''ایک کھیت میں کیکر کا پیڑ ہے۔ اس پیڑ پر ایک گھونسلا ہے۔ جہاں اس فاختہ نے انڈے وغیرہ دے رکھے ہیں۔ مگر کھیت والے نے وہ پیڑ ایک بڑھئی کے ہاتھ دس روپے میں فروخت کر دیا ہے۔ بڑھئی کل صبح وہ درخت کاٹ ڈالے گا۔ ہمیں ان بیچاروں کی مدد کرنی چاہیے۔''

حاضرین بولے۔ یہ کام بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کر سکتے ہیں۔ ہم کس لائق ہیں؟ اگلے روز صبح سویرے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بڑھئی کے مکان پر پہنچے اور دستک دی۔ بڑھئی نے جو آپ کو دیکھا تو خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ آپ نے فرمایا: ''کہاں چلے ہو؟'' بڑھئی نے کہا ایک جگہ پیڑ کاٹنے جا رہا ہوں۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے دس روپے کا نوٹ جیب سے نکال کر بڑھئی کی طرف بڑھایا۔ وہ بولا: حضرت دام آپ رہنے دیں۔ میں پیڑ کاٹ کر درِ دولت پر حاضر کر دوں گا۔

حضرت مفت میں نہ لینا چاہتے تھے۔ آخر اسے دام قبول کرنے پر رضامند کر لیا اور ارشاد فرمایا کہ وہ پیڑ کو فی الحال وہیں کھڑا رہنے دے اور جب انہیں ضرورت ہو گی اسے خبر کر دیں گے۔ کہتے ہیں حضرت قبلہ نے تین مہینہ کے بعد اس پیڑ کو کٹوانے کا حکم دیا۔ ظاہر ہے کہ اس عرصہ میں فاختہ کے بچے نکل کر اڑنے کے لائق ہو گئے ہوں گے۔

دنیا میں کوئی آپ سا مشفق نہ مل سکا

☆ مولوی غلام محمد صاحب جراح بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گاؤں ''باہو مان'' میں ایک سکھ نے کسی دوسری جگہ سے آ کر مزارعت کر لی تھی۔ اس کا صاحب زمین سے تنازعہ ہو گیا تھا۔ جس کی بنا پر اس سکھ کو قتل کر دیا گیا۔

پولیس نے قاتلوں کے علاوہ دیگر بے گناہوں کو بھی اس جرم میں دھر لیا تو ا

بیچاروں نے مجھے حضرت قبلہ میاں صاحب کی خدمت میں روانہ کیا۔ جب مَیں بوقتِ ظہر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا تو سارا ماجرا کہہ سنایا۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اللہ کریم فضل کرے گا۔ جاؤ وہ بیچارے تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔

مولوی غلام محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ مَیں باہو مان کے قریب پہنچا ہی تھا کہ مجھے اپنے گاؤں کا ایک آدمی (سجاول) ملا اور اس نے کہا کہ وہ لوگ ظہر کے وقت بری ہو گئے ہیں اور تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ اللّٰہ اکبر

☆ جناب غلام یار صاحب مصنّف کشف و کرامات (حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کا بیان ہے کہ موضع گروانہا نوالہ نزد بھالیکے میں میرے چند رشتہ دار رہتے تھے۔ مَیں نے بھی یہاں کچھ عرصہ گزارا ہے۔ میرے قیام کے دوران میں یہاں کا ایک اہلِ حدیث میرے پاس اکثر اٹھتا بیٹھتا رہتا تھا۔ اولیاء اللہ کی کرامات پر اس کا اعتبار نہ تھا۔ بلکہ ہماری باتیں سُن کر مذاق اڑایا کرتا تھا۔ ویسے یہ غریب آدمی تھا اور بحیثیت ایک مزارع کے کام کیا کرتا تھا اور اس کی گزر اوقات بڑی مشکل سے ہوتی تھی۔

یہاں پر ایک مردِ خدا عبدالخالق نامی بھی رہتا تھا جو کہ میرا شاگرد، نیک طبعیت اور نمازی تھا۔ وہ بھی ساتھ اکثر حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ ایک دن ہم دونوں نے باہم مشورہ کیا کہ کل کو ہم حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ اہلِ حدیث آدمی بھی ہم دونوں کی باتیں سُن رہا تھا۔

ہماری باتیں سُن کر وہ بھی ہمارے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا۔ ہم تینوں علی الصبح تیار ہو کر شیخوپورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن نہ معلوم کس وجہ سے وہ اہل حدیث ہم سے علیحدہ ہو گیا۔ ہم نے سمجھا کہ وہ پیشاب کرنے کے لیے کسی طرف چلا گیا ہوگا۔ جب وہ

پلٹ آیا تو ہم پھر بدستور چل دیے۔

آخر کار ہم چلتے چلتے شرقپور شریف میں شام کے وقت پہنچ گئے۔ نمازِ مغرب کے بعد جب کھانے کا وقت آیا تو حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مجلس کے سامنے اس طرح بیان شروع فرمایا: "کہ ہندوؤں سے کوئی چیز لے کر کھانی جائز نہیں۔ چار آنے کے دانے لے کر گھر میں پکایئے۔ ہندوؤں سے لے کر کھانا اور پھر قے کرنی۔ یہ کیا انسانیت ہے؟ اس میں دین اور دنیا دونوں کا خسارہ ہے"۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَة ط (قرآن) یعنی دین و دنیا کا خسارہ۔ اس میں قیمت بھی ضائع ہوئی اور پھر کوئی نفع بھی حاصل نہ ہوا۔ الٹا بیماری کی تکلیف سہارنی پڑی۔ یہ سب کچھ بے عقلی کا نتیجہ ہے"۔

تمام مجلس نہایت خاموشی کے ساتھ اس نصیحت کو سنتی رہی۔ لیکن کسی کو بھی دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوئی کہ یہ آپ کس سے بیان فرما رہے ہیں؟

جب وقت گزر گیا تو اہلِ حدیث نے کہا کہ آج سے میں مانتا ہوں کہ واقعی اولیاء اللہ دِلوں کے حالات معلوم کر لیتے ہیں۔ منہ سے اس نے سبحان اللہ کہہ کر بتایا کہ میں نے آج خود آزما لیا ہے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو ارشاد فرمایا ہے۔ یہ سب میرا واقعہ ہے:

میں جب شیخوپورہ میں پہنچا تو پیشاب کرنے کے لیے گیا اور راستہ میں سے ایک ہندو کی دوکان پر سے چار آنے کی جلیبیاں لے کر کھا آیا۔ جب کھا کر روانہ ہوا تو مجھے سخت قِسم کی تکلیف ہوئی اور قے آ گئی۔

میرا تمام قصہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرما دیا ہے اور میں نے خود آزمایا ہے۔ مجھے اعتبار آ گیا ہے کہ بیشک اولیاء اللہ کشف سے سب حالات معلوم کر لیتے ہیں۔ میں بھی آج حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بلایا اور پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی حضور میرا نام ساون ہے۔

آپ نے فرمایا آج سے تیرا نام جمال دین ہے۔ ساون سوون نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نام شریعت کی رُو سے ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرماوے۔

جمال دین یہ سُن کر بہت خوش ہوا۔ جب اس کا عقیدہ درست ہوگیا تو حضرت کا معتقد ہوگیا اور حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے اس کی غربت بھی دُور ہوگئی اور خوشحالی کی زندگی بسر کرنے لگا۔ اسی لیے تو کسی پنجابی شاعر نے خُوب بات کہی ہے:

ہر مشکل دی کنجی یارو ولیاں دے ہتھ آئی
ولی اللہ دا نظر جے کردے مشکل رہے نہ کائی

☆ مولوی یار محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک بار حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہمارے ساتھی کو متلی اور خون کے اسہال آنے شروع ہوگئے۔ حکیموں سے دوا علاج کرایا لیکن آرام نہ ہوا۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے اس کے کندھے پر اپنا دستِ مبارک رکھ کر فرمایا:

ایں دستِ غالب کہ آں دستِ غالب

آپ کا یہ فرمانا ہی تھا کہ اسے شفائے کامل عطا ہوگئی۔

☆ ایک شخص نے آپ سے کسی مسئلہ کے بارے میں پوچھا جو کہ حج بیت اللہ شریف کے لیے جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ مدینہ شریف میں پہنچ کر مسجد نبوی شریف میں ظہر نماز پڑھانے والے امام صاحب سے پوچھ لینا۔

جب یہ شخص مدینہ عالیہ میں حاضر ہوا تو اسے حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات یاد آئی۔ چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد امام صاحب سے اپنے مسئلہ کے متعلق (بحکم حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ) پوچھا تو امام صاحب نے مسکرا کر فرمایا ''انہوں

نے (یعنی حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے خود کیوں نہ بتلا دیا۔ حالانکہ وہ نمازِ فجر روزانہ یہاں تشریف لا کر خود پڑھاتے ہیں۔

☆ میاں دادنامی ایک شخص کو پھانسی کا حکم ہو گیا۔ اُس کے باپ نے کئی اپلیں کیں لیکن سب کی سب خارج ہو گئیں۔ اس نے ولایت پریوی کونسل میں اپیل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کے دوست نے اسے مشورہ دیا کہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری کی خدمت میں جا کر اپنے بیٹے کے لیے دعا کی درخواست کر۔

چنانچہ وہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے تعویذ مانگا۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جاؤ اللہ میاں فضل و کرم فرمائیں گے۔ ہم تعویذ وغیرہ نہیں جانتے''۔ وُہ بہت زیادہ مُصر ہوا۔ آخر حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا: ''اچھا حاجی صاحب کے ہاں جا کر تعویذ لے لو''۔

حسب ارشاد وہ شخص حاجی صاحب کی خدمت میں آیا اور بدستور تعویذ طلب کیا۔ حاجی صاحب نے فرمایا: تمہارا کام ہو چکا ہے۔ تعویذ وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ پر بھروسہ کر کے اپنی راہ لو۔

تب وُہ آدمی اپنے گاؤں روانہ ہو گیا اور ابھی وُہ راستہ ہی میں تھا کہ اس نے اپنے بیٹے کی رہائی کی خبر جانفزا سُن لی اور وہ اللہ کا شکر بجالایا۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خُوب ترجمانی فرمائی ہے:

برآستانِ توہرکس رسید مطلب یافت
روا مدار کہ من ناامید بر گردم

☆ ایک مرتبہ رشید احمد نامی ایک پولیس کپتان قصبہ شرقپور شریف کے دَورے پر آئے۔ انہوں نے قبلہ رُو (رُخ) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع کیا۔ حضرت قبلہ میاں صاحب

رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اس حالت میں دیکھ لیا اور ان کو کان سے پکڑ کر ایک طمانچہ رسید کیا اور ارشاد فرمایا: ''رشید احمد کیا ایسے ہوا کرتے ہیں جنہیں کعبہء محترم کا ادب و لحاظ بھی نہیں؟''

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طمانچے کا یہ اثر ہوا کہ رشید احمد کپتان بڑے متشرع اور پابندِ صوم وصلوٰۃ ہو گئے۔ سبحان اللہ!

پڑ گئی جس پر نظر انسان کامل بن گیا

☆ صاحبزادہ حضرت میاں غلام احمد صاحب مد ظلہ العالی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف کی خدمت میں گذشتہ سال عرس شریف کے موقعہ پر ایک شخص نے میرے رُو برُو اپنا ایک واقعہ یوں بیان کیا کہ:

ایک دفعہ مَیں اور میرے ایک دوست نے شرقپور شریف حاضر ہونے کا پروگرام بنایا اور ہم نے عہد کیا کہ ہم نے گھر سے کچھ نہیں کھا کے جانا ہے۔ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہی چل کر جو کچھ ملا کھائیں گے۔

مَیں تو اپنے وعدہ پر قائم رہا لیکن میرے دوست کی والدہ نے کہا کہ بیٹا! کچھ تھوڑا سا کھا لو۔ کیونکہ اتنا لمبا سفر ہے۔ راستہ میں بھوک لگے گی تو کیا ہوگا۔ والدہ کے مجبور کرنے پر میرے دوست نے روٹی کھالی لیکن مجھے پتہ نہ چلا اور ہم دونوں چل پڑے۔ راستہ میں ایک نہر آئی تو میرے ودست نے کہا آؤ ذرا نہا لیں کیونکہ گرمی زیادہ ہے۔ ہم دونوں نہانے لگے۔ میرے دوست نے ایک غوطہ لگایا اور نہر کی تہہ میں سے پانی بھی پی لیا اور ہم نہا کر پھر چل پڑے۔

جب شرقپور شریف میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضر ہوئے تو آپ نے میرے دوست سے یُوں ارشاد فرمایا کہ: ''کیا وعدہ خلافی مسلمانوں کا کام ہے؟ جب تم نے اپنے دوست سے وعدہ کر لیا تھا تو تم نے پھر اپنے گھر سے ہی کیوں کھانا کھا لیا؟ اور اس بات پر ہی اکتفا نہ کی، بلکہ نہر میں نہاتے وقت پانی بھی پی لیا۔ کیا اسی کا نام مسلمانی

ہے؟اور کیا اسی کا نام دوستی ہے"؟

پھر آپ نے کھانا منگوایا اور حکم دیا کہ "دونوں دوست کھالو اور آپ مجھ سے بار بار یہی فرماتے رہے کہ اور کھالو۔ کیونکہ تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا ہے"۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو آپ نے فرمایا کہ "مسجد میں جا کر آرام کرو"۔

مسجد میں پہنچ کر میرے دوست نے مجھ سے کہا کہ یار! حضرت قبلہ میاں رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں شرقپور شریف میں بیٹھے تھے۔ قصور کی ساری داستان کس نے بتادی؟ اور نہر میں پانی بھی مَیں نے تہہ سے پیا تھا۔ جس کی خبر تمہیں بھی نہ ہوئی حالانکہ تم میرے پاس تھے۔ آپ کو کس نے اطلاع دے دی؟ کسی نعت گو اردو شاعر نے کیا اچھی بات کہی ہے:

دو عالم کی خبر رکھتا ہے دیوانہ محمد کا

☆ جناب میاں دلِ محمد صاحب نوشاہی "شاہپوری (جو کاتب کتاب ہذا کے نانا جان ہیں۔ بعمر ۸۵ سال کاتب کتاب کے رُوبرُو یہ واقعہ سناتے ہیں کہ:

شاہپور میں شیخ نور محمد ولد شیخ مہر الدین کئی بار مجھے کہتا رہا کہ مجھے حضرت قبلہ میاں رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شرقپور شریف لے چلو۔ (اس لیے کہ حضرت قبلہ میاں رحمۃ اللہ علیہ کی میرے ساتھ بچپن ہی سے محبت تھی) مَیں ہر روز اسے ٹالتا رہا۔ ایک روز اس نے سخت مجبور کیا۔ چنانچہ دونوں چل پڑے۔ عصر کو ہم شرقپور شریف آپہنچے۔ درِ دولت پر گئے تو پتہ چلا کہ آپ مسجد لوہارانوالی میں ہیں۔ شام کی نماز کے بعد زیارت نصیب ہوئی تو آپ نے میرے ساتھی کے دِل کی بات بذریعہ کشف معلوم کر کے یہ فرمایا "میاں صاحب! دنیا تاں اپنی حرص نال ایہو چاہندی اے کہ مالدار ہون دی دعا کرائیے۔ رب دَل دھیان تے رہندا ای نئیں"۔

اپنے دِل کی بات سُن کر نور محمد متعجب ہوا اور آپ کا معتقد ہو گیا۔ بعد میں مجھے اس نے بتایا کہ واقعی مَیں مالدار ہونے کی تمنا لے کر دُعا کرانے کے لیے حاضر ہوا تھا۔

آپ کا وصال

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی رحلت سے تین چار ماہ پیشتر زیادہ زہد و ریاضت اور امتِ محمدیہ ﷺ کے فکر کی وجہ سے بہت زیادہ علیل ہو گئے۔ حتیٰ کہ متواتر چھ جمعے مسجد میں تشریف نہ لا سکے۔ آپ اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ چارپائی سے اٹھ بھی نہ سکتے تھے۔ لیکن پھر بھی زبان مبارک پر ہر وقت تبلیغ و تلقین کا سلسلہ جاری رہتا۔ باہر سے جو معتقدین حاضر ہوتے۔ آپ کے پند و نصائح سے دِل کو روشن کرتے اور آنکھیں پُرنم کئے ہوئے رخصت ہو جاتے۔ مسجد میں جمعہ کے روز آپ کے تشریف نہ لے جانے کے باوجود باہر سے احباب بدستور حاضر ہوتے۔ لیکن اپنے محبوب کو نہ پاکر اشکبار ہوتے ہوئے آپ کی صحت کے لیے دعا کرتے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے مسجد کی ہر اینٹ آپ کا فراق برداشت نہ کرتے ہوئے اشکبار ہے۔

ادھر آپ کو مخلصین کا اس قدر خیال تھا کہ آپ نے انہیں آخری دَم تک بھی نہ بُھلایا۔ بلکہ جو شخص حاضر ہوتا اُسے یہی فرماتے کہ دوست دُور دُور سے جمعہ پڑھنے کے لیے آتے ہیں اور مَیں یہاں مجبور پڑا ہوں۔

ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ آب و ہوا کی تبدیلی کے لیے کشمیر تشریف لے جائیں تو بہتر ہے۔ آپ چند دوستوں کے ہمراہ کشمیر تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ وہاں قیام فرمایا۔ لیکن طبیعت زیادہ ہی علیل ہو گئی۔ اس لیے آپ واپس لاہور تشریف لے آئے۔ کچھ دن لاہور میں ممتاز اور مشہور و معروف طبیبوں کے زیرِ علاج رہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے "کہ موت تو ہر جاندار کو آنی ہے" كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط (انبیاء ۳۵) ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ لیکن علاج سنّتِ نبوی ﷺ ہے۔ مگر

مریضِ عشق پر رحمت خُدا کی
مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دَوا کی

والا معاملہ ہوا۔ ایک دِن ڈاکٹروں اور حکیموں نے جواب دے دیا تو آپ لاہور سے شرقپور شریف تشریف لے آئے۔ ہر وقت آپ کی زبان مبارک پر وعظ و نصیحت جاری رہتی اور بیس روز تک آپ اُردُو زبان میں گفتگو فرماتے رہے۔ حالانکہ اس سے پیشتر آپ ہمیشہ پنجابی زبان میں گفتگو فرمایا کرتے تھے اور بیس دن تک یہی فرماتے رہے کہ ہم مکان شریف میں ہیں۔

آپ اپنی وفات سے قبل یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ "پتہ نہیں میری عمر حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر سے دو سال کیوں بڑھ گئی ہے؟"

آخر کار آسمانِ ولایت کا یہ آفتاب ہم جیسے بدنصیبوں کے تاریک دِلوں کو پینسٹھ سال تک اپنی نورانی کرنوں سے منور فرمانے کے بعد ۳/ ربیع الاوّل ۱۳۴۷ھ ہجری بروز پیررات کے ۱۰ بجکر ۳۰ منٹ پر ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رُوپوش ہو کر اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جاملا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ط

اگرچہ ظاہری طور پر آپ ہم سے رُوپوش ہوگئے ہیں لیکن آج بھی آپ کے ارشادات ہمارے کانوں میں گونج رہے ہیں اور آپ پُکار پُکار ہمیں اسی طرح فرما رہے ہیں کہ:

"اے نام کے مسلمانو! ذرا آنکھیں کھولو، ہوش میں آؤ اور صحیح طریق سے مسلمان بن جاؤ۔ نماز کو پابندی سے قائم کرو۔ غریبوں، بیکسوں یتیموں اور بیواؤں کی دستگیری کرو۔ ہمسایوں کے حقوق ادا کرو، جھوٹ نہ بولو، کم نہ تولو، سُود خوری سے باز آؤ، دوسروں کا حق نہ کھاؤ، خاص کر یتیموں اور بیواؤں کی حق تلفی نہ کرو۔ ورنہ کل قیامت کے دِن کیا جواب دو گے؟"

آج آپ کی مسجد کی ہر اینٹ بھی آپ کی تبلیغ کی گواہی دے رہی ہے اور ہمیں پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ مسلمانو! حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنا فرض پُورا کر دیا ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد رسُول اللہ ﷺ کا پیغام سنا دیا ہے۔ اب تم اس پر پوری طرح سے عمل کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

بزرگوں کا قول ہے کہ جس جگہ پر ولی اللہ "قدم مبارک رکھ دے وہ جگہ بھی

قیامت تک کے لیے گلستان بن جاتی ہے اور ولی اللہ کی خوشبو اس سے بدستور آتی رہتی ہے"۔ چنانچہ خدا کی قسم ایسا ہی ہے کہ جس جگہ پر آپ نے مبارک قدم رکھا ہے۔ آج وہی جگہ اس شمع محمدی کے پروانوں کے لیے تسکینِ روح بنی ہوئی ہے۔

جنازہ مبارک

۴ ربیع الاوّل ۱۳۴۷ھ بروز منگل جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو شرقپور کے در و دیوار بھی اس شیرِ الٰہی کے فراق میں رونے لگے۔ ان کو اس بیچارگی میں دیکھ کر آسمان سے بھی نہ رہا گیا۔ چنانچہ آسمان نے بھی اشک باری شروع کر دی اور رحمتِ حق اس قدر جوش میں آئی کہ شجر و حجر بلکہ کائنات کی ہر شے کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلِ رواں نظر آتا تھا۔ آپ کے جنازہ کے ساتھ بہت زیادہ مخلوق تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان سے فرشتے بھی اتر آئے ہیں۔ بے پناہ ہجوم کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ لمبے لمبے بانس بندھے ہوئے تھے۔ چار بجے دوپہر تک حضرت نُور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آنے کا انتظار رہا کیونکہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے عالمِ حیات میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا کہ تم بروز منگل لاہور آ کر سُن لینا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آمد پر حضرت صاحبزادہ محمد مظہر قیوم صاحب، سجادہ نشین مکان شریف نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور ساڑھے چھ بجے شام آپ کو قبر شریف میں اتارا گیا۔ علاوہ یاروں اور عوام مسلمانوں کے سینکڑوں کی تعداد میں ہندو اور سکھ وغیرہ بھی شامل تھے۔

خداوند کریم آپ پر بیشمار رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!

عُرس مُبارک

حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک شرقپور شریف میں یکم، دوم تین (۱، ۲، ۳) ربیع الاوّل کو بڑی عقیدت اور شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ ماہِ صفر المظفر ۲۹ یوم کا شمار کیا جاتا ہے۔ اس مبارک اجتماع میں ایسی پاکیزگی اور سادگی نظر آتی ہے جو دنیا میں بالعموم کہیں نظر نہیں آتی۔ زائرین دُور دُور سے حاضر ہو کر اپنے دامنوں کو دولتِ رُوحانی سے بھر کر لے جاتے ہیں۔

اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ الَّذِیْ لَآاِلٰہَ اِلَّاھُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی ست

شجرۂ طیّبہ

اعلیٰ حضرت آفتابِ ولایت شیرِ ربانی قبلہ حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وحضرت میاں غلام اللہ ثانی صاحب شرقپوری نور اللہ مرقدہٗ

از حکیم سیّد علی احمد صاحب نیرّ واسطی لاہور

بخشدے یارب تجھے اپنی سخا کا واسطہ
رحم فرما شافعِ روزِ جزا کا واسطہ

صدق یارب صدیق اکبرؓ کیلیے
فقر دے سلمانؓ محبوبِ پیمبر کیلیے

حضرت قاسمؓ کے صدقہ میں مری بگڑی بنا
حضرت جعفرؓ کا صدقہ دے مرے دل کو ضیا

رکھ مجھے باعافیت بہر جناب بایزیدؒ
بوالحسنؒ کا واسطہ دے مجھکو نصرت کی نوید

بوعلیؒ کا واسطہ کردے مری مشکل کو حل
دے مجھے علم طریقت اور توفیقِ عمل

بہر یوسفؒ قیدِ غم سے دہر میں آزاد کر
عبدالخالقؒ کیلیے عقبےٰ میں مجھکو شاد کر

حضرت عارف کے صدقہ میں مجھے عرفان دے
حضرت محمود کا صدقہ مجھے ایمان دے

واسطہ خواجہ علی کا فقر درویشانہ دے
واسطہ بابا سماسی کا دلِ دیوانہ دے

اے خدا بہر جناب شیرِ حق میرِ کلال
حرصِ دُنیا کو مرے بُت خانۂ دل سے نکال

دے مجھے صبر ورضا صدقہ بہاءالدین کا
کر مجھے صحت عطا صدقہ علاؤالدین کا

دے مرے دل کو سکون یعقوب چرخی کے طفیل
حضرت احرار کے صدقہ میں دھودے دل کا میل

حضرت زاہد کے صدقہ میں مجھے زاہد بنا
حضرت درویش کے صدقہ میں دے فقر وغنا

خواجہ امکنگی کا صدقہ داغِ عصیاں کو مٹا
حضرت باقی کا صدقہ دے بقا بعد از فنا

شیخ احمد کیلئے غیروں کی منت سے بچا
صرف اپنا ہی مجھے محتاج رکھ اے کبریا

کھول دے دل کی کلی بہر سعید نامدار
تا کہ میرے گلشنِ امید میں آئے بہار

حضرت معصوم کا صدقہ دکھا کوئے رسُول
بس رہی ہے جسمیں ابتک بوئے گیسوئے رسُول

واسطہ عبدالاحد کا مالک ارض وسما
کر مجھے ایمان اور توحید کی دولت عطا

اے خدا بہر جناب خواجہ حنفی پارسا
وقتِ آخر نزع کی تکلیف سے مجھ کو بچا

بخشدے شیخ محمد کیلئے میری خطا
واسطہ خواجہ زکی کا اپنی اُلفت کر عطا

واسطہ خواجہ زماں کا دے مجھے ذوقِ فنا
بہر احمد قبر میں ہو نُور احمد کی ضیا

اے خدا بہر جناب خواجہ حاجی شاہ حسین
دے مرے بےچین دلکو دین اور دُنیا میں چین

حشر میں جب ہو ترے دربار میں میرا قیام
ہاتھ میں ہو میرے دامانِ نبی بہر امام

بہر حضرت میر صادق صاحب صدق وصفا
سرخرو رکھ دو جہاں میں مجھکو اے میرے خدا

واسطہ یارب تجھے خواجہ امیر الدین کا
دے مجھے حلم وحیا، رزق وشفا، صبر وغنا

واسطہ یارب تجھے دیتا ہوں مَیں اس نام کا
جو ہمیشہ تیری محبوبی کے گُن گاتا رہا

عشق میں جس کے دلِ حسرت زدہ دیوانہ ہے
شرقپور جس کی بدولت نُور کا کاشانہ ہے

اے خدا، کیا نام پیارا ہے تیرے محبوب کا
حضرت شیرِ محمد صاحب جُود وسخا

قطبِ دوراں، شیخ عالم، ہادی راہ صفا
نائب شمس الضحیٰ، بدرالدجیٰ، صدر العلیٰ

اے خدا صدقہ میاں صاحب کے نام پاک کا
حشر میں ہم عاصیوں کو ظلِ رحمت میں چھپا

واسطہ یارب تجھے حضرت غلام اللہ کا
تابع احکام کر مجھ کو کلام اللہ کا

حضرت ثانی کا صدقہ اے مرے رب قدیر
کر مرے سینے کو، انوار نبی سے مستنیر

اے خدا صدقہ میں ان ناموں کے دل کو شاد کر
کفر کو برباد کر، اسلام کو آباد کر!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شیرِ حقانی

قصیدہ مدحیہ در شان قبلہ و کعبہ جناب حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

شرقپور شریف

آئی عید میلاد شریف والی عالی شان حضور پُر نُور دی اے
گوندل بار گجرات تھیں چیر پینڈے ڈٹھی پاک مجلس شرقپور دی اے
ایس خطہ اطہر دی ہوئی زیارت مہربانی ایہہ رب غفور دی اے
پئی وَسدی اے بارش رحمتاں دی سوہنی گھڑی ایہہ موج سرور دی اے

....

شیر حق نے خلقتاں موہ لیاں نال نظر دے چار چوفیریاں
حضرت شیر محمد سبحان اللہ دھماں پیاں محمد دے شیر دیاں

....

شرقپور شریف پُر نور قصبہ لاثاں ماروا نور ایمان ایتھے
ہے شریعت طریقت دا چمن کھڑیا جاری ورد حدیث قرآن ایتھے
تاجدار مدینہ دیاں ۔خاص نظراں موجاں ماردا بحرِ فیضان ایتھے
خفی جلی عاشق نبی علی والا سدا جاگدا شیر جوان ایتھے
الف ثانی لاثانی دا لال نوری ایتھے قدسی بھی پئے سلام کردے
جھکی ہوئی جبین زمین دی اے ملک فلک دے بھی احترام کردے
میاں صاحب دے فیض دی عد مُکّی جدھر ویکھیا دیوا جگا دِتا
نور حسن شاہ نوں سینے لاکے تے اک پل وچہ توڑ اُپڑا دِتا
رحمت علی تے نبی دی رحمت گویا چور تھیں قطب بنا دِتا
کرموں والیوں بنیا حضرت کرمانوالہ شیر حق جاں کرم کما دِتا

....

حاجی عبدالرحمٰن قصوروالے پایا عین خزانڑا نور داا ے

میاںصاحب دانظر منظور عاشق جیویں بانگہ بلال حضور داا ے

....

ثانی صاحب جناب غلام اللہ مدظلہ العالی توقیر والے

فرض سمجھدے سنّت رسُول دی نو فیض فقر دی شاہی جاگیر والے

ابوبکر تے عمر عثمان والے مولا علی والے دستگیروالے

پاک مرداں دی نگہ دے نال یارا بدل جاوندے حرف تقدیر والے

....

شیر حق دے پاک دربار اندر شالا میری سلامی منظور ہووے

دائم آپ دادائم اقبال روشن اِک کرم دی نظر حضور ہووے

دائم اقبال دائم

شاعرِ نغز گو جناب دائم اقبال صاحب دائم قادری۔ وانسو، ضلع گجرات مورخہ ۱۶/اکتوبر ۱۹۵۶ء کو عید میلا دالنبی ﷺ کی تقریب پر شرقپور شریف تشریف لائے۔ یہ نظم اسی ساعتِ سعید کی یادگار ہے۔

۷۸۶

سُوزِ دل

حضرت قبلہ میاں صاحب کا جنازہ مبارک دیکھ کر

جناب حکیم سیّد علی احمد نیّر واسطی لاہور

شان و شوکت سے یہ کس دلہا کی آتی ہے برات
تھرتھراتے ہیں فرشتے، کانپتی ہے کائنات

ہر زبردست اس کی سطوت کے مقابل زیر ہے
یہ کوئی شاید محمد کا بہادر شیر ہے

آج اُٹھی ہے یہ کس عاشق کی میت دھوم سے
وصل ہے، کس کا خدائے قادر و قیوم سے

....

کس مُجدِدِ وقت- کی میت چلی آتی ہے یہ
قُدسیوں کو عصمت و عِفت میں شرماتی ہے یہ

....

لوگ کہتے ہیں ہوا شیر محمد کا وصال
اٹھ گئے گویا ابوذر ہو گئے رخصت بلا

اَب یہ شکلیں پھر نہ دکھلائیگی دنیا دیکھ لو
مصطفٰے کے عاشقوں کی شکلِ زیبا دیکھ لو

مِلت مرحوم کے ماتم میں اب روئیگا کون
دامنوں سے داغہائے معصیت دھوئیگا کون

اَے زمینِ شرقپور! شیرِ آلٰہی کی کچھار
دفن ہوتا ہے ترِی مٹی میں شیرِ کرد گار

....

ہے دُعا نیّر کی برسے تجھ پہ بدلی نُور کی
ہو ہمیشہ تجھ پہ نُورفشاں تجلّے طور کی

رُباعی

ذیل میں وہ مُبارک رُباعی تحریر کی جاتی ہے جو کہ حضرت قبلہ عالم میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعویز مرقد ہے۔

حضرت شیرِ محمد آفتابِ عِلم و دیں
جلوہِ آئینہِ انوارِ ربُّ العالمیں
معدنِ جُود وسخا وچشمہ صِدق وصفا
ناقصوں پر ہو کرم بہرِ محمد مصطفےٰ ﷺ

تاریخ وفات

از جہاں رفت شیرِ حقّانی
عامِل و عابد و عتیق و عمید
گفت تاریخ رحلت اش ھادیِ
"دیز عالی وقار خُلد رسید

(۱۳۴۷ھ)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''تجلیاتِ شیرِ ربانی''

شیرِ ربّانی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ آپ نے برصغیر پاک و ہند میں دینِ اسلام کی جو خدمت کی اس کی مثال دنیائے تصوف میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ آپ کے فیضان سے دینِ اسلام مشرق و مغرب میں مقبولِ عام ہوا۔ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے ایسے روشن چراغ ہیں جن کی روشنی سے اب بھی تاریک دلوں کو نورِ بصیرت مل رہا ہے۔ آپ کی شخصیت پر بہت سے محققین نے اپنی اپنی بساط کے مطابق کام کیا ہے لیکن بہت سا کام ہونا ابھی باقی ہے۔ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کی شخصیت پر آپ کے چھوٹے برادرِ حقیقی و جانشین حضرت میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی نے کام کیا اور حضرت میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے لختِ جگر صاحبزادہ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی خدمت میں مصروفِ عمل ہیں۔ صاحبزادہ صاحب کی زیرِ سرپرستی وزیرِ نگرانی آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے وابستگان کی ایک ٹیم سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی تجدید و ترقی میں مصروفِ عمل ہے۔

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کی اشاعت اور تقسیم میں زندگی گزری۔ آپ نے بہت سی نایاب کتب چھپوا کر لوگوں میں مفت تقسیم کیں جن میں مراۃ المحققین، ذخیرۃ الملوک اور حکایاتِ صالحین شامل ہیں۔ آپ نے ان کتب کے علاوہ تفسیر سیرۃ النبی، اوراد و وظائف، فقہ، اخلاق، تصوف اور حدیث کی جن جن کتب کو طالبانِ حق کے لئے مفید سمجھتے ان کے متعدد نسخے منگوا کر تقسیم کرتے۔ آپ کے

بعد آپ کے حقیقی برادرِ اصغر حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مشن کو جاری رکھا اور بہت سی نایاب کتب شائع کروا کر مفت تقسیم کیں۔ آپ نے حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی کے وصال کے بعد اُن کی یاد میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا جو بعد میں جامعہ حضرت میاں صاحب کے نام سے مقبولِ عام ہوا۔ اس ادارے کا انتظام و انصرام خود حضرت میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ پورے پاک و ہند کے طول و عرض سے لوگ تعلیم و تربیت کے لئے اپنے بچوں کو اس ادارے میں داخل کرواتے تھے۔ ان بچوں میں سے کئی صفِ اول کے عالم اور فاضل قرار پائے۔ حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی دینِ اسلام کی خدمت اور نشر و اشاعت میں گزاری لیکن دینِ اسلام کے مختلف موضوعات پر نشر و اشاعت کا باقاعدہ آغاز آپ کے لختِ جگر صاحبزادہ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی نے 1955ء میں ماہنامہ "نورِ اسلام" شرقپور شریف کے اجراء سے کیا۔ یہ سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔

صاحبزادہ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی کے جاری کردہ ماہنامہ "نورِ اسلام" شرقپوری شریف میں بہت سے لوگوں نے مضامین لکھنے شروع کیے اور وہ صفِ اول کے رائٹرز میں شاملِ ہوئے۔ ان میں سرِ فہرست نام پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب کا ہے جو کہ صاحبزادہ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ صاحبزادہ حضرت میاں جمیل احمد صاحب کا فرمان ہے کہ "اگر اُن کو صدیقی صاحب جیسا ایک اور مخلص ساتھی مل جاتا تو آستانہ عالیہ شرقپور شریف کا تبلیغی مشن بہت آگے بڑھ جاتا"۔ صدیقی صاحب نے بہت سے لوگوں کی رہنمائی فرما کر اُن کو لکھاری بنا دیا ہے۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شرقپوری نقشبندی

مجددی بھی ہیں۔ صاحبزادہ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی کی بھی ڈاکٹر صاحب پر خصوصی توجہ اور نظرِ کرم ہے۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شرقپوری نے صاحبزادہ حضرت میاں جمیل احمد صاحب کے حکم کے مطابق "تجلیاتِ شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی ہے جس میں تین کتب "ذکرِ محبوب، حیاتِ جاوید اور آفتابِ ولایت" شامل کی ہیں۔ ان میں سے دو کتب "ذکرِ محبوب اور حیاتِ جاوید" ملک حسن علی جامعی شرقپوری کی تحریر کردہ ہیں جبکہ کتاب "آفتابِ ولایت" احمد علی قائد کی تحریر کردہ ہے۔ یہ تینوں کتب بہت معیاری ہیں مگر نایاب ہیں۔ اس لئے ان پر کام کرنا بہت ضروری تھا۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شرقپوری نے "تجلیاتِ شیرِ ربانی" کا نذرانۂ عقیدت قبلہ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اگرچہ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شرقپوری نے ماضی کی اشاعت کو جدید انداز میں پیش کر کے تاریخی کام سرانجام دیا ہے اور قارئین حضرات کی داد کے مستحق ٹھہرے ہیں لیکن اُن کا یہ کہنا ہے کہ وہ آج جو کچھ بھی ہیں اپنے شیخِ کامل صاحبزادہ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی کی وجہ سے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شرقپوری کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور اُن کی یہ کاوش اللہ رب العزت کی بارگاہ میں توشہ آخرت ثابت ہو۔ آمین!

احقر العباد:

محمد شیراز فیض بھٹی
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، لاہور
الیاس چیمبرز، ٹرنر روڈ لاہور

سوموار 28 نومبر 2011ء
2 محرم الحرام 1433ھ

ماہنامہ
نور اسلام
شرقپور شریف

مسلک اہلسنت و جماعت کا نقیب اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا ترجمان روحانی اور اخلاقی قدروں کا حامل

موجودہ دور میں تبلیغی مشن کو آگے بڑھانے کی اشد ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہیے جو تبلیغ دین میں مصروف رہے۔ اس فرمان کے تحت ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ تبلیغ دین اور ترویج وسنت کی کوشش کرتا رہے۔ اسی سلسلے میں ماہنامہ ''نور اسلام'' کا اجراء کیا گیا تھا جو مسلک اہلسنت وجماعت کا نقیب اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا ترجمان ہے اور عرصہ 56 سال سے رشد وہدایت کی روشنی پھیلا رہا ہے۔ آج کے سائنسی دور میں اشاعت کی جتنی آسانیاں پیدا ہوئی ہیں اتنے مسائل بھی پیدا ہوئے ہیں۔ کاغذ کی گرانی اور دیگر اشاعتی اخراجات کو برداشت کرنا کسی ایک ادارہ کی بات نہیں رہی۔ اس لیے ضروری ہے کہ نہ صرف خود رسالہ کو جاری کروائیں بلکہ اپنے دوسرے دوستوں کو بھی ترغیب دیں کہ وہ رسالہ کے سالانہ خریدار بنیں تاکہ رشد وہدایت کا یہ سلسلہ جاری رہے۔ رسالہ کے بارے میں اپنی آراء سے بھی آگاہ کرتے رہا کریں تاکہ رسالہ کو مزید بہتر بنایا جاسکے۔

ملنے کا پتہ
کاشانہ شیر ربانی، 5۔اجمیری سٹریٹ،
ہجویری محلہ نزد دربار داتا گنج بخش، لاہور
[illegible] - 056-2591054